تاریخ کتاب خانۂ رضا

یعنی

تاریخ کتب خانۂ عالیہ دارالریاست مصطفیٰ آباد عرف رامپور

تالیف

حافظ احمد علی خاں شوق رامپوری

پیش لفظ

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

[illegible]

عالیہ دار الریاسۃ

مصطفیٰ آباد عرف رام پور

تالیف

حافظ احمد علی خاں شوق رامپوری

ناشر

رام پور رضا لائبریری حامد منزل۔ رام پور

سلسلۂ مطبوعات رام پور رضا لائبریری

نام کتاب : تاریخ کتاب خانہ رضا

(تاریخ کتب خانۂ عالیہ دار الریاست مصطفیٰ آباد عرف رام پور)

تالیف : حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری

ناشر : ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

(سابق ڈائرکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا)

افسر بہ کارِ خاص

رام پور رضا لائبریری، رام پور

کاتب : رحمت علی خاں رامپوری

سال اشاعت : ۱۹۹۸ء

مطبع :

قیمت : 400/=

SBN 81 - 87113 - 28-6

رام پور رضا لائبریری، حامد منزل رام پور (یو.پی) ۲۴۴۹۰۱

فہرست مضامین

پیش لفظ

رام پور رضا لائبریری اپنے نوادر کے اعتبار سے بجا طور پر عالمی شہرت کی حامل ہے۔ یہاں عربی، فارسی، اردو، ترکی، پشتو، سنسکرت اور ہندی کے مخطوطات کا بڑا وسیع سرمایہ موجود ہے جس سے استفادہ کرنے والے دور دراز سے سفر کی زحمتیں برداشت کرکے اس منبع فیض سے اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے یہاں آتے رہتے ہیں۔ یہ طریقہ ماضی میں بھی تھا اور اب بھی یہ عمل جاری ہے البتہ ماضی میں امکانات و وسائل کی محدودیت کے پیشِ نظر تشنگانِ علم و ادب کا کارواں کبھی کبھی اس چشمۂ فیض سے فیض یاب ہوتا تھا مگر اب آئے دن اہلِ علم اِس مرکزِ علم میں آتے اور اپنی ضروریاتِ علمی پوری کرتے ہیں۔

مخطوطات کے علاوہ مختلف زبانوں میں مطبوعات کا ذخیرہ بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ ان میں قدیم و جدید علوم و فنون کا بیش بہا سرمایہ موجود ہے خاص کر قدیم مطبوعہ کتابوں کے ایسے ایسے نادر نسخے بھی اس مرکزِ فیض میں موجود ہیں جن کا مطالعہ، ہمارے ملک میں پریس اور طباعت کی تاریخ پر کام کرنے والوں کے لیے ناگزیر ہے۔ افسوس کہ اس کتب خانے کی کوئی جامع تاریخ اب تک شائع نہیں ہوئی تھی۔ البتہ خوشی کا مقام ہے کہ اسی کتب خانے کے ایک قدیم رکن نے جو اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "تذکرہ کاملانِ

رام پور، کی وجہ سے پوری طرح متعارف ہیں، اس کمی کا احساس کرکے ایک مختصر تاریخ "تاریخ کتب خانۂ عالیہ دارالریاست مصطفےٰ آباد عرف رام پور" لکھی تھی۔ اس کتاب کا مخطوطہ بھی برسوں سے اربابِ بست وکشاد کی توجہ سے محروم تھا۔ جہاں تک کتاب خانۂ رضا رام پور کے مخطوطات ومطبوعات کی ندرت اور اہمیّت کی بات ہے تو اس سلسلے میں بس اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ یہاں مصنفین ومؤلفین کے ہاتھوں کے لکھے نسخوں یا تصحیح کردہ نسخوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ قدامت کے اعتبار سے، جلد اور نقاشی ومصوری کے لحاظ سے یا کاغذ اور خطّاطی کے نقطۂ نظر سے اہم مخطوطات بڑی تعداد میں ملتے ہیں۔ مشاہیر کے آثار کے سلسلے میں بھی رضا لائبریری کا ذخیرہ منفرد ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ رضا لائبریری کے مخطوطات ومطبوعات کی فہرست جلد شائع ہوکر اہلِ علم کے ہاتھوں میں پہنچ جائے اور ہم اس سلسلے میں مسلسل کوشش کررہے ہیں۔

ابھی حال ہی میں لائبریری کے فارسی مخطوطات کی فہرستیں دو جلدوں میں بالترتیب ۷۸۷ اور ۵۷۵ صفحات میں شائع کی گئی ہیں۔ جس کی علمی حلقے میں کافی پذیرائی ہوئی ہے۔ اسی طرح لائبریری میں اہم شخصیات پر موجود مواد کی کتابیات کی تیاری کا عمل بھی شروع ہوچکا ہے۔ غالبیات، اقبالیات اور آزادیات پر بھی اشاریے مرتب کیے جاچکے ہیں جو عنقریب شائقینِ ادب کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔ رضا لائبریری میں اردو رسائل کے خاص نمبروں کی بھی معتدبہ تعداد موجود ہے۔ ان خاص نمبروں میں علم وحکمت شعروادب اور تاریخ وثقافت کے بیش بہا خزانے پوشیدہ ہیں مگر ان کی کوئی جامع فہرست نہ ہونے کے سبب محققین اپنی تحقیقات میں ان سے کما حقہ استفادہ نہیں کرپارہے ہیں۔ لہٰذا رضا لائبریری میں موجود ایسے خاص نمبروں کے وضاحتی اشاریے کی عکسی اشاعت کا اہتمام بھی کیا جارہا

ہے۔ لائبریری سے شائع ہونے والا جرنل، اپنے وقیع تحقیقی مقالات، رنگین تصاویر اور خوبصورت طباعت کی وجہ سے بہت جلد علمی حلقے میں اپنا مقام بنا چکا ہے۔ اب تک جرنل کے تین شمارے منظرِ عام پر آچکے ہیں جن میں پہلا شمارہ نایاب ہو چکا ہے۔ البتہ دوسرا اور تیسرا شمارہ دستیاب ہے۔ لائبریری کے مخطوطات اور نایاب مطبوعات کی اشاعت پر بھی توجہ دی گئی ہے اس سلسلے میں چند متون شائع ہو چکے ہیں اور کئی دوسرے زیرِ اشاعت ہیں۔ اخبار الصنادید روہیل کھنڈ کی مفصل تاریخ ہے جو اپنی کمیوں اور خامیوں کے باوجود اس علاقے کی تاریخ کا ایک ماخذ ہے اور جو نایاب ہو چکی تھی۔ اسکالروں کی تحقیقی ضروریات کے پیشِ نظر اس ضخیم کتاب کا عکسی ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آچکا ہے جس میں اشاریے اور چند رنگین تصاویر کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

ہماری مسلسل کوشش یہ ہے کہ اس عظیم لائبریری کے نوادر، وہ چاہے مخطوطات میں ہوں یا مطبوعات میں، جدید سائنٹفک اصولوں کے مطابق پوری طرح تصحیح و تنقیح کے بعد شائقین ادب کی خدمت میں پیش کریں۔

لائبریری کے اشاعتی پروگرام کے تحت اس کے مخطوطات و مطبوعات کی فہرستوں کی اشاعت پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ لہٰذا لائبریری کے لوہارو کلیکشن کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست بھی عنقریب شائع کی جائے گی۔

رضا لائبریری میں ہندی کے ایسے مخطوطات بھی پائے جاتے ہیں جن کا رسم الخط فارسی ہے۔ قومی یکجہتی کو مستحکم بنانے کے لیے چند ایسے مخطوطات کو دیوناگری رسم الخط میں شائع کرنے کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی رسلین بلگرامی کی انگ درپن، اپنی خوبصورت طباعت کی بدولت اہلِ ذوق کو ہمیشہ یاد رہے گی۔ اسی شاعر کی دیگر تخلیقات بھی بہت جلد

منظرِ عام پر آنے والی ہیں۔

حافظ احمد علی خاں شوقؔ رام پوری (۱۸۶۳ - ۱۹۳۳ء) اپنے وقت کے نہایت عالم و فاضل شخص تھے۔ ان کی مشہور کتاب "تذکرۂ کاملانِ رام پور" کی بدولت روہیلکھنڈ کے سیکڑوں دانشوروں کو حیاتِ جاوید حاصل ہو گئی۔ انہوں نے کتاب خانۂ رضا رام پور میں طویل مدّت تک خدمات انجام دیں۔ اور اپنے مطالعات کو صفحۂ قرطاس پر پیش کیا۔ شوقؔ صاحب نے کتب خانۂ مذکور کی جو تاریخ لکھی ہے اُس کے مطالعے سے بھی حافظ صاحب کے تبحرِ علمی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے تذکرۂ کاملانِ رام پور میں اپنے بارے میں تحریر قلم بند کی ہے وہ ان کی نوجوان زندگی کا دلچسپ خاکہ پیش کرتی ہے:

"رام پور میں ولادت ۱۰ر شعبان ۱۲۷۹ھ مطابق ۳۱ر جنوری ۱۸۶۳ء شنبہ کے دن ہوئی۔ ابتداءً کلام اللہ حفظ کیا اور پھر فارسی تعلیم بقدرِ نصاب مقررہ، مولوی حسن علی خاں مرحوم، میر شجاعت علی صاحب مرحوم، مولوی فضل الرحمٰن خاں صاحب مرحوم ریاضی داں اور مولوی عبدالحمید خاں صاحب مرحوم سے حاصل کی۔

بموجب پروانہ حضرت نواب خلد آشیاں مورخہ دوم اکتوبر ۱۸۸۲ء نمبر ۳ رسالہ ششم سواران میں جمعدار ہوا۔ کئی سال قواعد وغیرہ کی۔ محمد عظمت علی خاں مرحوم کی وجہ سے جناب مہاراجہ سیواجی راو ہلکر نے اِندور طلب فرمایا۔ حضرت نواب خلد آشیاں کے حکم سے اِندور گیا۔ ۶ر اگست ۱۸۸۷ء کو اوّل پلٹن اِندور میں کپتان مقرر ہوا۔ دو سال تک اس خدمت کو انجام دیا۔ اس زمانہ میں گوالیار کی فوج بہتر سمجھی جاتی تھی۔ قواعد بالکل انگریزی فوج کے مطابق ہوتی تھی دو سال کے بعد مصاحبوں میں تبدیلی ہوئی۔ ۱۸۸۹ء میں ترکِ ملازمت کر کے میں

رام پور چلا آیا اور یہاں اپنے گھر کے کاروبار میں مصروف رہا۔

مارچ ۱۸۹۱ء میں میرے چچا حافظ مبارک علی خاں مرحوم جنرل اعظم الدین مرحوم کے بچانے میں شہید ہوئے۔

چچا مرحوم کے فرزند کو نائب اور مرحوم کی جگہ مجھے قائم مقام منصرم نزول مقرر کیا۔ یہ بھی ملازمت ترک کی۔

عالی جناب نواب سیّد محمّد حامد علی خاں صاحب بہادر دام اقبالہ نے انتظام ریاست کی طرف بہ نفس نفیس توجہ فرمائی تو قدیمی نمک خواروں کو جمع فرمایا۔ مجھے پرورشِ شاہانہ سے کتاب خانہ کا منصرم ۱۲ر فروری ۱۸۹۷ء میں بہ ماتحتی جناب حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی بنایا۔

ابتداءً تیس روپے تنخواہ مقرر کی۔ اس خدمت کو قبول کرنے میں سب عزیزوں کو انکار تھا۔ مگر مجھے کتابوں کا شوق تھا اس لیے یہی خدمت پسند کی۔ باوجود میری علمی کم مایگی کے حکیم صاحب موصوف نے میری ترقی کے متعلق نہایت توجہ فرمائی۔ میرے خاندان پر جناب حکیم صاحب موصوف کے احساناتِ کثیر ہیں۔

بموجب پروانہ ۲۶ر جولائی ۱۹۰۴ء میرے متعلق مصرف خیر اوقاف مرمتِ مساجد کا کام بھی سپرد ہوا۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو افسر کارخانہ جات کا عہدہ ملا اور کتاب خانہ کی بھی خدمت رہی۔ ۲۷ر مارچ ۱۹۰۶ء کو کمیٹی ذات خاص کا ممبر بنایا گیا۔

۲۰ر فروری ۱۹۰۸ء کو مدرسۂ عالیہ کی کمیٹی کا ممبر بھی مقرر کیا گیا۔

۳۱ر اگست ۱۹۰۶ء کو پیش گاہ عالی سرور دام اقبالہم سے "تمغۂ حامدیہ" عطا ہوا۔ فی الحال کتاب خانۂ ریاست اور جواہر خانہ کا نگراں ہوں اور ڈیوڑھی کے لقب سے ملقّب ہوں۔" [1]

حافظ صاحب ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں پنشن پر الگ ہوگئے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ء

تاریخ وفات ہے[۱۱]"

حافظ صاحب کی قبر میاں امیر شاہ صاحب کے مزار واقع محلہ جھنڈا بڑے پیر صاحب پر ہے۔

حافظ صاحب کی تالیفات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عرشی مرحوم لکھتے ہیں:

"حافظ صاحب کی تالیفات میں ترجمۂ سفر ابن جبیر اندلسی[۱۲]، ترجمۂ مناقب العارفین[۱۳]، شہنشاہ جرمنی کا سفر قسطنطنیہ[۱۴] اور تذکرۂ کاملانِ رام پور[۱۵] چھپ چکے ہیں[۱۶]۔"

حافظ صاحب کی تالیفات میں کتاب خانۂ رضا رام پور کی عربی، فارسی و انگریزی کتب کی ضخیم فہرستیں بھی شامل ہیں جو حکیم اجمل خاں کے حکم سے انھوں نے تیار کیں۔ اس سلسلے میں وہ خود لکھتے ہیں:

"۱۸۹۷ء کو اس احقر مورخ کے تقرر کے بعد ترتیب فہرست کا پھر حکم ہوا۔ میں نے ذیل کے نقشہ کے موافق فہرست صرف عربی زبان کی فن وار تیار کی۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تصنیف	قلمی یا مطبوعہ	تعداد صفحات	کیفیت

اس فہرست میں یہ انتظام کیا ہے کہ ہر ایک مجلد کتاب کی علیحدہ علیحدہ حالت دکھائی ہے اور خانۂ کیفیت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اِس جلد میں کہاں سے کہاں تک کے حالات ہیں۔ اور اگر قلمی ہے تو کس شخص کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ جن جلدوں میں چند کتابیں مجلد تھیں ان کو حتی الامکان علیحدہ کر دیا ہے۔ یہ فہرست ۱۹۰۲ء میں تیار ہو کر ۱۶×۱۲ اِنچ کی تقطیع پر ۳۲۷ صفحوں پر چھپ گئی ہے۔ اب میں فہرست فارسی بھی اسی عنوان پر تیار کر رہا ہوں اور اس کے بعد اردو کی فہرست بھی تیار ہو گی۔ انگریزی فہرست قدیم نہایت مشکوک و مخکوک اور فن کے اعتبار سے

بہت ہی غلط تھی - اس کو میں نے اپنے ہاتھ سے تمام و کمال تیار کیا۔ انگریزی فہرست بھی فن وار تیار کی اور نام مصنّف کے ساتھ سنہ طبع اور مقام طبع کو بھی لکھا ہے - اور ہر جلد کو علیٰحدہ علیٰحدہ نمبروں میں رکھا ہے[۸]۔"

فہرست کتب عربیہ کی پہلی جلد جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی، اس پر یہ عبارت درج ہے "حسب الحکم حکیم اجمل خان" جب کہ دوسری جلد پر خود حافظ صاحب کا نام موجود ہے - یہ مطبع سرکاری رام پور سے ۱۹۲۸ء میں طبع ہوئی تھی۔

حافظ صاحب نے فہرست کتب عربیہ جلد دوم کے دیباچہ میں کتاب خانہ کے لیے حکیم اجمل خاں کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے صراحت کی ہے :

> "حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی نے اس کتاب خانہ میں بہت سی اصلاحیں کیں اور بہت سی کتابیں نایاب جمع کیں - جلد اوّل فہرست کتب عربی تیار کرائی اور ۱۹۰۲ء میں شائع کیا[۹]۔"

پھر لکھتے ہیں :

> "اب یہ جلد دوم فہرست کتب عربی ہے جس کا حضور (حکیم صاحب) میں پیش کرنے کا افتخار حاصل کرتا ہوں۔"

خود حافظ احمد علی خاں شوقؔ رام پوری کی کتاب خانے کے سلسلے کی خدمات کچھ کم نہیں ہیں ــــــ وہ تقریباً چونتیس سال کی خدمت کے دوران اس کتاب خانے کے ذخیرۂ کتب کو سنوارنے اور منظم کرنے کے علاوہ نادر و نایاب کتابوں کی جمع آوری کے سلسلے میں ۱۸۹۸ء سے رام پور سے دوسرے مقامات کا سفر کرتے رہے اس سلسلے میں لکھنؤ، بلگرام اور ہردوئی کے سفر کا تذکرہ کرتے ہیں[۱۱]۔

حافظ صاحب کو امیر اللغات کی تالیف کا کام بھی سونپا گیا تھا[۱۲]۔

حافظ صاحب نے "ریاض سخن" کے نام سے ۲۰ / جنوری ۱۸۸۵ء کو رام پور

سے ایک گلدستہ اور یکم اپریل ۱۸۸۵ء کو "ادیبِ ہند" کے نام سے ایک ہفت روزہ جاری کیا تھا۔[۲۱]

حافظ صاحب نے عربی کتابوں کی فہرست کی طرح کتب خانے میں موجود فارسی کی مطبوعہ و قلمی تاریخی کتابوں کی بھی ایک جامع فہرست، برٹش میوزیم کی فہرست مخطوطاتِ فارسی کے طرز پر "فہرست کتب تاریخ فارسی" کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں تیار کی تھی جن کے مجموعی صفحات کی تعداد ۴۴۷ ہے اور کتب خانے کے ذخیرۂ مخطوطات اردو میں موجود ہے۔ ان فہرستوں کا نمبر ۱۴۷۱، ۱۴۷۲ اور ۱۴۷۳ ہے۔ یہ سیاہ روشنائی سے مطبوعہ فارم پر صفحہ کے ایک طرف اور کبھی کبھی صفحہ کے دوسری طرف بھی لکھی گئی ہے۔ کتابوں کا اندراج حروف تہجی کے اعتبار سے کیا گیا ہے اور تقریباً اسی طرز پر اندراج کیا گیا ہے جس کا فہرست کتب عربی مطبوعہ میں التزام ملتا ہے۔ البتہ اس فہرست میں صرف نمبر موجودات کا اضافہ ہے۔

جلد اوّل میں ۱۰۵ فارسی کی تاریخی کتابوں (مطبوعہ و قلمی) کا اندراج ملتا ہے۔ اس جلد کا سائز ۳۳×۲۶ سینٹی میٹر ہے اور یہ صفحہ ۱ سے شروع ہوکر صفحہ ۱۷۹ پر ختم ہوتی ہے۔ اسی صفحہ کے حاشیہ پر ۲۱ رنومبر ۱۹۲۹ء کی تاریخ نظر آتی ہے۔ اس جلد کی آخری کتاب 'تاریخ طبرستان و رویان و مازندران' ہے۔

جلد دوم میں ۱۰۶ سے ۲۲۵ کتابوں کا اندراج شامل ہے جو صفحہ ۱۸۱ سے شروع ہوکر صفحہ ۲۱۶ پر تمام ہوتی ہے۔ اس کا سائز بھی وہی ہے جو جلد اوّل کا ہے۔ اس جلد کی آخری کتاب 'داستانِ ترکتازان ہند (مطبوعہ)' ہے۔

جلد سوم میں ۲۲۶ سے ۴۰۵ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ۲۲۶ نمبر پر جس کتاب کا اندراج ہے وہ ناقص معلوم ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جلد بندی میں شروع کا ایک صفحہ رہ گیا۔ یہاں 'تاریخ جہاں گشای

نادری کے مصنف کی کسی اور کتاب کا اندراج ہے۔ تیسری جلد کی آخری کتاب 'روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں' ہے۔ یہ جلد صفحہ ۴۱۸ سے شروع ہو کر ۴۴۷ پر تمام ہوتی ہے تینوں جلدیں مجلد ہیں اور ایک ہی قلم سے ہیں۔

اس طرح تینوں جلدوں میں مجموعی طور پر ۵۰۴ کتابوں کا ذکر مع نمبر شمار کیا گیا ہے لیکن چند کتابوں کے ساتھ دو دو تین تین رسالے مجلد ہیں۔ حافظ صاحب نے ان رسالوں کے کوائف بھی درج کیے ہیں۔ اس طرح مذکورہ تینوں جلدوں میں کل ملا کر ۵۰۴ سے زائد کتابوں کا اندراج کیا گیا ہے۔ یہ فہرست غیر مطبوعہ ہے اور حافظ صاحب کے خط میں ہے۔

تذکرۂ کاملانِ رام پور ص ۱۹۲ پر حافظ صاحب کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ "ان کی ترتیب دی ہوئی رضا لائبریری (اُس وقت کتاب خانہ ریاست رام پور) کے فارسی مخطوطات کی ایک ضخیم فہرست بھی شائع ہو چکی ہے[۱۲]"

میرے خیال میں یہ سہو قلم ہے کیونکہ حافظ صاحب کی تیار کردہ فارسی مخطوطات کی فہرست شائع نہیں ہوئی ہے بلکہ عربی مخطوطات کی فہرست شائع ہوئی ہے جس کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا جا چکا ہے۔

شوقؔ صاحب کے پاس کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا جس میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں قلمی اور مطبوعہ دونوں ہی تھیں۔ یہ ذخیرہ صولت پبلک لائبریری رام پور میں منتقل ہو گیا ہے۔ ان کے کتب خانے کی ایک فہرست بھی وہاں موجود ہے۔

حافظ صاحب کی تالیفات میں پیش نظر کتاب یعنی "تاریخ کتب خانۂ عالیۂ دارالریاست مصطفےٰ آباد عرف رام پور" بھی ہے۔ اس کا مخطوطہ کتاب خانۂ رضا رام پور میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر ۱۴۰ ہے۔ مخطوطے کا تعارف کراتے ہوئے مولانا عرشی نے لکھا ہے:

"خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی بل کا ہے۔ مرورِ ایام

سے بوسیدگی پیدا ہو چلی ہے۔ جلد نئی ہے۔ ورق ۱ الف کے بالائی حاشیے
کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود مؤلف کے کتاب خانے کا نسخہ ہے
اوراق ۴۸، سطور ۱۷، اور ناپ ۳۲ × ۲۰ سینٹی میٹر ہے[۱۵]۔"

مخطوطے کے مطالب کے بارے میں بھی مولانا عرشی نے اشارہ کیا ہے:

"مؤلف نے ابتدا میں عربوں کے خصائل ذاتی بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد عربوں میں فن کتابت کے آغاز کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں عربوں کی طبائع پر اسلام کا اثر دکھایا ہے، پھر عربوں میں ترجموں کی ابتدا، اسلامی سلطنتوں میں کتاب خانوں کی کثرت، عام کتاب خانوں کی ابتدا، ہندوستان میں اسلامی کتب خانے پر بحث کر کے والیان رام پور کے کتاب خانوں کا ذکر شروع کیا ہے جو کتاب کا اصل موضوع ہے اور اس کی ابتدا نواب سید علی محمد خان بہادر سے لے کر نواب سید حامد علی خان بہادر کے عہد (۱۹۰۴ء تک) کے حالات بیان کیے ہیں[۱۶]۔"

اس کتاب کے مطالعے سے جہاں عربوں، عالم اسلام اور ہندوستان میں کتابوں اور کتب خانوں سے متعلق اہم اور دل چسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں، وہیں جب والیان رام پور کے عہد میں کتب خانے کی کیفیت کا تذکرہ کیا گیا ہے تو نہ صرف کتابوں کی باتیں کی گئی ہیں بلکہ ہر عہد کے حکمراں کی زندگی میں کتابوں کا کتنا عمل دخل تھا اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ خود حکمراں کے ذوق شعر و ادب، اس کی سرپرستی علم و ادب نیز علم دوستی کے باب میں حافظ صاحب نے ایک دقیقہ سنج اور ماہر مورخ اور سوانح نگار کی حیثیت سے اس کے اشعار پر نقد و تبصرہ کرنے کے ساتھ کس کس فن اور موضوع سے اس کو کتنی دلچسپی تھی، یہ سب باتیں بھی نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی ہیں۔

علاوہ ازیں ہر عہد کے علما، فضلا، شعرا، ادبا، اطبا، خوش نویسوں، اور قابل ذکر شخصیات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جو دربار سے وابستہ تھیں اور اپنے

علم وفن کے ذریعے اپنے کمالات کے جوہر دکھا رہی تھیں۔ کس عالم یا کس شاعر وادیب نے کس حکمراں کے دور میں کون سی کتاب تالیف کر کے انعام واکرام حاصل کیا اور کس طرح اس کی حوصلہ افزائی کی گئی کون سی کتاب کس طرح اور کتنی قیمت میں حاصل ہوئی، کس کس مصنّف نے کس کس عہد میں کون کون سی کتابیں تالیف وتصنیف کیں، ان سب کی تفصیلات کے ساتھ والیٔ ریاست کے اخلاق وکردار، طرز معاشرت، جرأت وبہادری، سیاسی اور سماجی شعور، فقراء اور فقہا کے ساتھ دربار کے سلوک اور روابط پر روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔ کتابوں کے حصول کے لیے ملک کے طول وعرض کے علاوہ بیرون ملک بھی گماشتے مقرر کیے گئے تھے۔ ہر عہد میں کتاب خانے میں موجودات کا ذخیرہ کیا تھا، کس عہد میں اس کے ذخیرے میں کتنا اضافہ ہوا اور کتنی رقمیں کتب خریدنے کے لیے مختص کی گئیں، اس طرح کی اہم اطلاعات ہمیں اس کتاب سے فراہم ہوتی ہیں۔

حافظ صاحب نے اس کتاب کی تکمیل وتالیف میں جن کتابوں کا حوالہ جابجا دیا ہے اور جنھیں مآخذ کے طور پر استعمال کیا ہے انھیں ہم نے یک جا کر کے الفبائی ترتیب سے رکھا ہے جو یہ ہیں:

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۴

بجنور گزیٹر

بدایوں گزیٹر

بریلی گزیٹر

(تاریخ) ابن خلکان (تذکرۂ خالد بن یزید)

تاریخ احمدی مطبوعہ ۱۲۶۲ھ

تاریخ اخبار حسین

تاریخ اصغری امروہہ

تاریخ درمنظوم مولوی غلام جیلانی رفعت
تاریخ فرخ آباد مولوی ولی اللہ
تذکرۂ حکومت المسلمین مصنفہ وحیدالدین بدایونی
تمدن عرب
حالاتِ جنگ ہرنند مرتبہ شخصی درآنولہ بقید حیات تاریخ واقعات بصورت روزنامچہ
رسائل شمس العلماء مولانا شبلی
روزنامچۂ آنند رام مخلص
طبقات الاطبا
فتوح البلدان بلاذری (خاتمہ)
(فہرست) ابن الندیم
مراد آباد گزیٹر
مرہٹی تاریخ بیجا پور مصنفہ سیتارام رام چند گائیکواڑ، مطبوعہ ۱۸۸۴ء

اصل مخطوطہ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو اس کتاب پر نظرِ ثانی کا موقع نہیں مل سکا کیوں کہ کتاب میں ایسے مقامات بھی دیکھنے میں آتے ہیں جہاں مصنف سے سہواً کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے یا کسی لفظ کا کوئی حرف لکھنے سے رہ گیا۔ ایسے مقامات جہاں جہاں بھی آتے ہیں، وہاں ایسے الفاظ کو قوسین میں لکھ دیا گیا ہے تاکہ مصنف اور مصحح کی عبارتوں میں تفریق باقی رہے۔ کتاب میں بعض عبارتیں خط کشیدہ بھی نظر آئیں گی۔ یہ عبارتیں دوسروں کی ہیں جو حافظ صاحب کی تحریر میں ضم ہو گئی ہیں۔ متن میں ایسی جگہوں کو خط کھینچ کر اور حاشیے میں مآخذ کا ذکر کر کے ان تحریروں کے درمیان تفریق قائم کی گئی ہے۔ اسی طرح ملازمینِ کتب خانہ کی تنخواہوں یا تعدادِ کتب کا ذکر آیا ہے وہاں مصنف نے رقوم و اعداد کے لیے فارسی رقومات کا استعمال کیا ہے اور بعض جگہوں پر مروّجہ اعداد و شمار لکھے گئے ہیں۔ فارسی

رقومات کا چلن چوں کہ اب نہیں رہا اس لیے ہم نے انھیں مروجہ اعداد میں بدلنے کی کوشش کی ہے اور فارسی رقومات کے برابر اعداد لکھے گئے ہیں۔ اس کام میں لائبریری کے ایک ملازم سید بختیار الحق صاحب اور کاتب جناب رحمت علی خاں صاحب کی مدد حاصل رہی ہے جس کے لیے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس کتاب میں نواب علی محمد خاں بہادر سے لے کر نواب حامد علی خاں بہادر کے دورِ حکومت میں عہد بہ عہد کتاب خانے کی تاریخ پر بڑے اچھے پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ نواب حامد علی خاں کے عہد سے موجودہ دور تک کتاب خانے کی ایک تاریخ ترتیب دی جائے۔ نواب حامد علی خاں کے دور سے اس لیے کہ اس کتاب میں ان کے دور کا پوری طرح احاطہ نہیں کیا جا سکا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۴ء تک کے واقعات پر ختم ہو جاتی ہے جب کہ نواب حامد علی خاں کا انتقال ۱۹۳۰ء میں ہوا ہے۔ اس لیے ۱۹۰۴ء سے دوسرے حصے کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ اس کام کے لیے محققین کو پیش قدمی کرنی چاہیے۔

پیشِ نظر کتاب کو دو ابواب میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے باب میں عالمِ اسلام اور ہندوستان میں عام کتب خانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور دوسرا باب جو درحقیقت مصنّف کا اصل موضوع ہے۔ والیانِ ریاست رام پور کے عہد میں کتاب خانے کی عہد بہ عہد تاریخ ہے۔ قارئین کی آسانی کے لیے کتاب کے آغاز میں فہرست مضامین اور آخر میں اشاریہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور ہر باب کے حواشی اُس باب کے اختتام میں بہ ترتیب نمبر شمار درج کیے گئے ہیں۔ والیانِ ریاست کے ادوار حکومت میں جس طرح مصنّف نے عہد بہ عہد ہر والیِ ریاست کا ذکر کیا ہے، اسی ترتیب سے حواشی بھی شامل کیے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ حتی الامکان توضیح طلب باتوں کی وضاحت حواشی میں کر دی جائے۔ اس بات کا احتمال اب بھی باقی ہے کہ بعض باتوں

کی خاطر خواہ وضاحت شاید نہ ہوسکی ہو اور کہیں تشنگی کا احساس موجود ہو، اس کی وجہ وقت کی کمی اور میری کوتاہی ہوسکتی ہے۔ اس کے لیے میں قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔

حافظ صاحب شاعر بھی تھے اور شوقؔ تخلص کرتے تھے۔ شاعری میں مرزا داغؔ دہلوی (م ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء) کے شاگرد تھے۔ اس کا علم ہمیں خود شوقؔ کی اُس تقریظ سے ہوتا ہے جو مرزا صاحب کی "مثنوی فریادِ داغ" مطبوعہ مراد آباد ۱۸۹۵ء کے ایڈیشن کے آخری صفحہ پر شائع ہوئی تھی۔ اس میں انھوں نے صراحت کے ساتھ خود کو مرزا صاحب کا شاگرد لکھا ہے۔ شوقؔ کے شعری نمونے مختلف گلدستوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب کی علمی ادبی زندگی کا ایک پہلو اُن کی شاعری بھی تھی۔ مختلف گلدستوں سے چند طرحی مطبوعہ غزلیں یہاں پیش کی جارہی ہیں تاکہ جو لوگ حافظ صاحب کی نثر نویسی کے قدرداں ہیں انھیں اُن کی شاعرانہ قادرالکلامی کا بھی اندازہ ہوسکے۔ ان کی غزلوں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شوقؔ صاحب غزل گوئی کے روایتی انداز پر غزلیں کہتے تھے۔ اِن میں زیادہ تر عاشقانہ موضوعات کے مختلف پہلوؤں کو نظم کیا گیا ہے لیکن سادگی اور سلاست و روانی سے ان کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔

بقول ڈاکٹر ضیاء الدّین انصاری:

"(حافظ صاحب) فن شعرگوئی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ خاص میدان غزل گوئی تھا۔ کلام میں شگفتگی اور سلاست پائی جاتی ہے۔ داغؔ کا رنگ نمایاں ہے۔[۱۱]"

نمونۂ کلام

طرح : مٹ جائے گا نام عاشقی کا

غزل

چرچا نہیں دل لگی ، ہنسی کا
اک روگ لگا ہے عاشقی کا

دنیا کے رہے نہ دین کے ہم
ہو خانہ خراب عاشقی کا

رہ جائے نہ کوئی دل میں ارمان
پہلو نہ بچے ستم گری کا

دل جس نے لیا تمھیں ہے معلوم
کیا نام بتائیں ہم کسی کا

غش میں مجھے آ کے وہ سنبھالیں
ممنون ہوں اپنی بے خودی کا

اس بات پہ آبرو بھی کھوئی
جانا چھوٹا نہ اُس گلی کا

آئے میرے گھر وہ غیر کے ساتھ
ہے طرز نیا ستم گری کا

آیا ہے چمن میں کوئی گلرو
فق ہو گیا منھ ہر اک کلی کا

ملتا ہے مزا کچھ اس میں تجھ کو
پورا نہ ہو مدعا کسی کا

یاں شوق کہ سر تن سے جدا ہو
واں عذر ہے اپنی نازکی کا

آتے نہیں وہ، تو موت ہی آئے
رونا ہے مجھے تو زندگی کا

کیوں رہتے ہو شوقؔ خود فراموش
بتلاؤ تو حال اپنے جی کا[۱۸]

طرح: گر آپ سنیں گے تو میں سو بار کہوں گا

غزل

میں کیا ہوں کہ دشمن کو دل آزار کہوں گا
جو آپ کہلوائیں گے ناچار کہوں گا

اِن آنکھوں نے کھویا ہے خدا ہی انھیں سمجھے
بیمار ہیں وہ کیا انھیں بیمار کہوں گا

محراب عبادت ہے یہ عشاق کے حق میں
میں آپ کی ابرو کو نہ تلوار کہوں گا

خود میں نے ہی اِس کوچے میں جا کر تجھے کھویا
کیوں تجھ کو میں دیوانہ دلِ زار کہوں گا

اب رہنے بھی دو چل کے قیامت ہی میں سننا
یاں آپ سے کیا حالِ دلِ زار کہوں گا

باقی نہ رہے جسم میں قطرہ کوئی خوں کا
میں تجھ سے یہی دیدۂ خونبار کہوں گا

بھولے سے جو منھ چوم لیا اس پہ خفا ہیں
اب اور بھلا کیا میں گنہگار کہوں گا

اک عمر ہوئی شوق یہ ہے مونس و ہمدم
کیوں کر نہ شبِ غم کو میں غم خوار کہوں گا

طرح: میرے تمھارے چرچے سب کی زباں پر ہیں

غزل

لب پر ہیں قفل گویا مُہریں زبان پر ہیں — کمزور کے تو غصے اپنی ہی جان پر ہیں
ہاں آئیں لینے والے درد و الم مصیبت — سودے طرح طرح کے دل کی دکان پر ہیں
محفل بھری ہوئی ہے کیا کہہ رہا ہے دشمن — ... تو راز الفت کس کی زبان پر ہیں
جوشِ جنوں میں کیا کیا صحرا کی خاک چھانی — تلووں میں جو چبھے تھے کانٹے زبان پر ہیں
بالیں پہ بھی وہ آئے، نکلی نہ روح تن سے — الزام اس کے سارے اپنی ہی جان پر ہیں
آئینہ دیکھتے ہو خود مبتلا نہ ہونا — گلرو ہزاروں قرباں اس آن بان پر ہیں
سن سن کے حال میرا کہتے ہیں وہ بگڑ کر — ایسے ہزاروں فقرے میری زبان پر ہیں
ان کی وفا کو روؤں یا اپنی بیکسی کو — لاکھوں طرح کے صدمے مجھ نیم جان پر ہیں
ناز و ادا کی گھاتیں پیدا ہوئی ہیں تم سے — احساں تمھارے سچ ہے سارے جہاں پر ہیں
جمگھٹ میں عاشقوں کی رہ جائے شرم یا رب — باندھے ہوئے کمر کو وہ امتحان پر ہیں
محفل میں اس حسیں کی اک میں ہی بے زباں ہوں — جتنے ہیں اور ان کو دعوے زبان پر ہیں

اے شوق کیا غرض ہے دنیا و دیں سے ہم کو
ہم جان کھوتے بیٹھے اک نوجوان پر ہیں[۲۰]

طرح : قضا میری کہتی ہے قاتل یہی ہے

غزل

یہی آرزو حسرت دل یہی ہے — یہی سر ہے اور کوئی قاتل یہی ہے
لگاؤ مرے دل پہ تیرِ نظر تم — نشانہ بنانے کے قابل یہی ہے
مجھے چھوڑ کر خود چلے سوئے قاتل — وفا آپ کی حضرتِ دل یہی ہے
تمھاری جدائی میں مرنا گوارا — عدو کی خوشامد ہو مشکل یہی ہے
ذرا آئینہ دیکھ یکتائی کیسی — یہی شکل ہے اور شمایل یہی ہے
خطا میرے دل کی ہے میں بے خطا ہوں — یہی تیرا مفتوں ہے مایل یہی ہے
نگہ اس کی دزدیدہ ہے اک قیامت — دلوں کو چرانے میں کامل یہی ہے
مجھے زندہ رہنا ہے وعدے پہ آساں — مگر وعدہ ایفا ہو مشکل یہی ہے
نہ بیٹھے بنے گی نہ اٹھے بنے گی — تمھارا اگر طرزِ محفل یہی ہے
لٹی عشق میں ہے متاعِ دل و جاں — گری برق خرمن پہ حاصل یہی ہے
نہ اس طرح برباد کر دل کو ظالم — ترا جس میں جلوہ ہے وہ دل یہی ہے
پھرے گرد دل کے یہ مجنوں سے کہدو — کہ جس میں ہے لیلےٰ وہ محمل یہی ہے

رقیبوں سے آساں تھا اس کا بگڑنا
وہ سنتا نہیں شوقؔ مشکل یہی ہے

طرح : مزہ دے گیا ہے شباب اوّل اوّل

غزل

سہے ہم نے کیا کیا عتاب اوّل اوّل
کیا خوب دل کو کباب اوّل اوّل

گنے جاتے ہیں اب تو ہر روز بوسے
سمجھتے نہ تھے یوں حساب اوّل اوّل

تصوّر میں بیخود ہوں اب مدتوں سے
مہینوں نہ آتا تھا خواب اوّل اوّل

وہ متوالے ہو کر نہ اترائیں کیوں کر
جوانی کی پی ہے شراب اوّل اوّل

تمھیں یاد بھی ہے وہ اگلا زمانا
وہ تھوڑا سا شرم و حجاب اوّل اوّل

دوپٹے سے منھ ڈھانٹ لینا مچل کر
وہ غصّہ وہ مجھ پر عتاب اوّل اوّل

میرے گھر نہ ہرگز وہ آئے
بہت ایسے دیکھے تھے خواب اوّل اوّل

اٹھایا ہے انساں نے ناداں بن کر
محبت کا تیری عذاب اوّل اوّل

لگی آگ گلشن میں پرتو سے رخ کے
اٹھا جو منھ سے نقاب اوّل اوّل

اثر جذب کا ہے وہ مہماں ہیں اپنے
نہ ملتا تھا خط کا جواب اوّل اوّل

ہوئے چاہنے والے بے ذبح بسمل
جو دی تیغ ابرو کو آب اوّل اوّل

ہے دربار عام اب تو مجلس میں ان کی
ہمیں تھے فقط باریاب اوّل اوّل

نہ یہ شوخیاں تھیں نہ بے باکیاں تھیں
یہی تم یہی تھا شباب اوّل اوّل

تصدق کروں جان قاصد پہ اپنی
کہ لایا ہے خط کا جواب اوّل اوّل

پڑا ان کو جب قتلِ عاشق کا لپکا
کیا شوقؔ کا انتخاب اوّل اوّل[۲۲]

حافظ احمد علی خاں شوق نے مطبع احمدی کے نام سے کوچہ لنگر خانہ رام پور میں ایک پریس بھی قائم کیا تھا جس سے دسمبر ۱۸۹۸ء میں علامہ نجم الغنی خاں کا رسالہ نجم الغنی (فارسی قواعد) شائع ہوا تھا۔

رضا لائبریری کی اس اہم تاریخی کتاب کے مرتب کرنے میں ڈاکٹر سیّد حسن عباس نے بہت مدد کی ہے جس کے لیے ان کا بے حد ممنون ہوں۔

ملک کی معروف علمی شخصیت پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب کی حوصلہ افزائیوں کی بدولت ہی یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ہے اور دیگر علمی کاموں میں موصوف کی بھرپور راہ نمائی میرے شاملِ حال ہے، جسے میں ایک نعمتِ خداوندی سے کم نہیں سمجھتا۔

اس کتاب کی دلکش کتابت کے لیے ہمارے محترم جناب رحمت علی خاں صاحب رام پوری قارئین کے شکریے کے حقدار ہیں۔ آپ نے لائبریری کی جدید مطبوعات میں قابلِ قدر تعاون دیا ہے۔

امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے کتاب خانۂ رضا رام پور کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو فائدہ پہنچنے کے ساتھ مذکورہ کتب خانے کی جب بھی کوئی باضابطہ تاریخ لکھی جائے گی تو یہ کتاب ایک اہم مآخذ کا کام دے گی۔ کتاب کی بہتر اشاعت کے لیے ڈائمنڈ پرنٹرس دہلی کے پروپرائٹر کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے الجھنوں کے باوجود کم وقت میں کتاب چھپوا دی۔

اس موضوع پر رضا لائبریری کی شائع کردہ ایک اور کتاب "رضا لائبریری کی علمی وراثت" بھی محققین کے لیے کارآمد ثابت ہوگی اور جو دراصل اس عظیم لائبریری اور اس کے نوادرات پر بہترین مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کے علاوہ ابھی اور بہت سے مضامین ہیں جنھیں یکجا پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

رام پور رضا لائبریری نے اب تک ترقی کے جو بھی مدارج طے کیے ہیں وہ سب کے سب لائبریری بورڈ کے معزز اراکین اور ملک کے محققین و صاحبِ نظر باذوق افراد کی اس لائبریری سے گہری دل چسپی کے مرہونِ منّت ہیں۔ ان حضرات نے ہمیشہ ہی علمی مسائل میں دستگیری فرمائی ہے جس کے لیے میں تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہماری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ہمارے کاموں کا منصفانہ محاسبہ کر کے ہمیں ہماری کوتاہیوں اور خامیوں سے آگاہ کرتے رہیں اور اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازیں تاکہ ہم اس قسم کے کاموں میں آپ کے مفید مشوروں کی روشنی میں عربی، فارسی، اردو سنسکرت اور ہندی کے مخطوطات کو خوب سے خوب تر بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ ہمیں اس لائبریری کے شاندار اور روشن مستقبل کے لیے مسلسل کام کرنا ہے۔

ہندوستان کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ اور رضا لائبریری کے دو صد سالہ جشنِ زریں کے پُرمسرّت موقع پر "تاریخ کتاب خانۂ رضا" کی اشاعت علمی حلقے میں بہ نظرِ استحسان دیکھی جائے گی۔

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی
افسر بکارِ خاص
رام پور رضا لائبریری
رام پور
۱۰/۳/۹۸ء
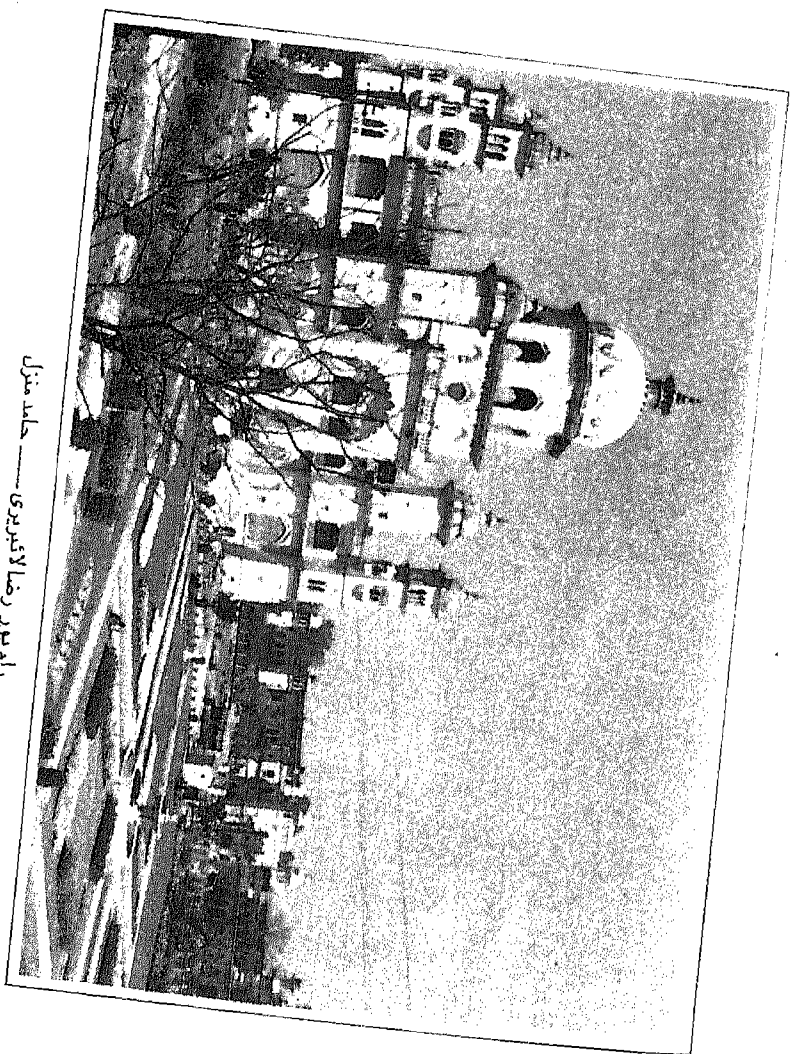
رام پور رضا لائبریری ــــ حامد منزل

حواشی

مقدمہ

۱۔ حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری : تذکرۂ کاملان رام پور، ص ۵۵۸ ۔ ۵۶۰، چاپ عکسی خدا بخش لائبریری پٹنہ ۱۹۸۶ء۔

۲۔ مولانا امتیاز علی عرشی : فہرست مخطوطات اردو رام پور رضا لائبریری، جلد اول، ص ۲۷۰، رام پور ۱۹۶۲ء۔

۳۔ حافظ صاحب نے یہ کتاب حکیم اجمل خاں کی فرمائش پر عربی سے اردو میں ترجمہ کی۔ کتاب کا مقدمہ اگرچہ مختصر ہے مگر نہایت عالمانہ اور معلومات افزا ہے۔ یہ کتاب رام پور، مطبع احمدی سے ۳۲۸ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ تاریخ اشاعت تو نہیں ہے البتہ حافظ صاحب نے التماس مترجم کے عنوان سے جو تحریر لکھی ہے اس کے نیچے، رمئی ۱۹۱۰ء کی تاریخ درج ہے۔

۴۔ یہ شمس الدین افلاکی کی معروف کتاب مناقب العارفین ہے جس کا سال تصنیف ۷۱۸ھ ہے۔ مصنف نے مولانا روم کو دیکھا تھا۔ اس کتاب میں مولانا روم کے دادا سے لے کر ان کی اولاد کے حالات ۷۵۴ھ تک اور سلسلۂ بیعت کا تذکرہ ہے۔ حافظ صاحب نے فارسی سے اردو میں اس کا ترجمہ ۔۔۔ "ترجمۂ اردو مقامات مولانا روم صاحب معروف بہ مناقب عارفین" کے نام سے کیا تھا۔ یہ کتاب رام پور، مطبع احمدی، جون ۱۹۲۱ء میں ۵۴۰ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔

۵۔ یہ کتاب دراصل انگریزی، عربی، ترکی اور اردو اخبارات میں شہنشاہ جرمنی کے سفر قسطنطنیہ سے متعلق شائع ہونے والی خبروں کا مجموعہ ہے جسے حافظ صاحب نے حکیم اجمل خاں کی فرمائش پر ترجمہ و تالیف کیا۔ یہ رام پور، مطبع احمدی سے مارچ ۱۸۹۹ء میں ۷۷ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔

۶۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور، پہلی بار، ہمدرد پریس دہلی سے مارچ ۱۹۲۹ء میں محمد جعفری پرنٹر پبلشر کے زیر اہتمام ۵۶۰ صفحات میں شائع ہوا۔ ۱۹۸۶ء میں خدا بخش لائبریری پٹنہ نے اسی ایڈیشن کی عکسی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس ایڈیشن میں جناب ڈاکٹر محمد شعار اللہ خاں اور جناب

حکیم محمد حسین خاں صاحب شفاؔ کی طرف سے کچھ تصحیحات و اضافات بھی شامل کیے گئے ہیں۔

۷ ــــ مولانا عرشی : فہرست مخطوطات اردو، جلد اول، ص ۲۷۰

۸ ــــ حافظ احمد علی خاں شوقؔ : تاریخ کتاب خانۂ رضا ... ، ص ۴۰-۲۳۹

۹-۱۰ ــ فہرست کتب عربیہ، جلد دوم، پیش کش از حافظ احمد علی خاں شوقؔ (مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۸ء) ص ۴

۱۱-۱۲ ــ تاریخ کتاب خانۂ رضا ... ص ۷۵ و ۲۳۵

۱۳ ــــ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں : اردو صحافت کے فروغ میں رام پور کا حصہ انیسویں صدی کے آخر تک، از ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری، مشمولہ رام پور رضا لائبریری جرنل شمارہ ۲، ص ۲۷۳ – ۲۷۵

۱۴ ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، جلد ۲ حصہ ۲، پروف کاپی (ع - س)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔ تاریخ اشاعت ندارد۔

۱۵-۱۶ ــــ مولانا عرشی۔ فہرست مخطوطات اردو، جلد اول ص ۲۷۰ ــــ ۲۷۱

۱۷ ــــ رضا لائبریری جرنل شمارہ ۲، ۱۹۹۵ء

مقالہ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری : اردو صحافت میں رام پور کا حصہ انیسویں صدی کے آخر تک

۱۸-۱۹ ــــ تصویر مشاعرہ مطبوعہ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۲۱-۲۲-۲۳

۲۰ ــــ تصویر مشاعرہ مطبوعہ مطبع سعیدی رام پور ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء ص ۱۳۱

۲۱-۲۲ ــــ تصویر مشاعرہ ص ۳۹ – ۴۰

حافظ احمد علی خاں شوق

کی

کتابوں کے سرورق کے

عکس

ترجمہ اردو

سفرنامہ محمد ابن جبیر اندلسی

جسکو

حسب الحکم عالی جناب حافظ حکیم محمد اجمل خاں صاحب بہادر [illegible]

طبیب خاص حضور پرنور جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست رامپور

و افسر شفاخانہ جات یونانی و کتب خانہ۔ مد اللہ اقبالہ

خاکسار

حافظ احمد علی خان شوق نے ترجمہ کیا اور اسے

مطبع حسنی واقع ریاست رامپور [illegible]

زیب پایا

سفر نامہ محمد ابن جبیر اندلسی، ترجمہ: حافظ احمد علی خاں شوق کا سرورق

بمنہ و کرمہ

شہنشاہ جرمنی کا سفر قسطنطنیہ

مترجمہ و مؤلفہ

حافظ احمد علی خان شوق مالک مطبع احمدی

مارچ سنہ ۱۸۹۹ عیسوی

مطبوعہ مطبع احمدی ریاست رامپور

کوچہ لنگر خانہ

اول مرتبہ — ۵۰۰ جلد — قیمت — آٹھ آنہ

شہنشاہ جرمنی کا سفر قسطنطنیہ ترجمہ: حافظ احمد علی خاں شوق کا سر ورق

تذکرہ کاملانِ رامپور

مؤلفہ

حافظ احمد علی خان شوق

باہتمام
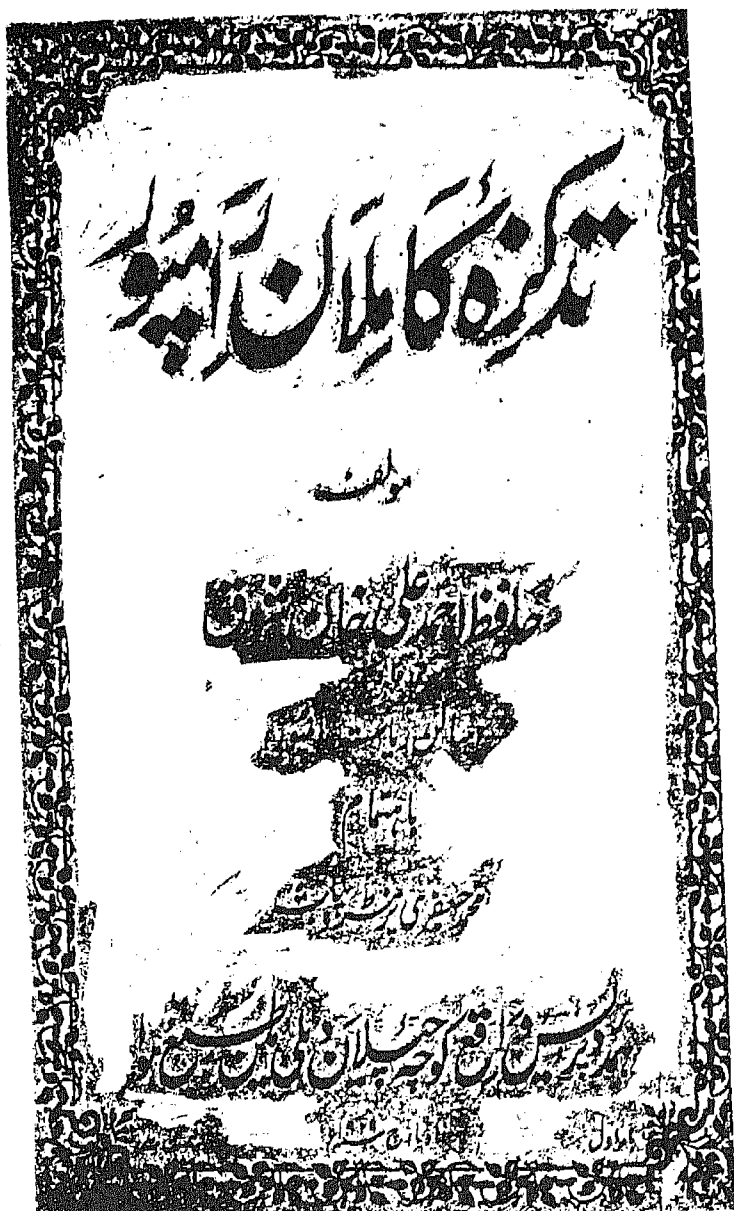
تذکرہ کاملانِ رام پور کی پہلی اشاعت کا سرورق۔ مارچ ۱۹۲۹ء

تذکرۂ کاملانِ رامپور

مولفہ

حافظ احمد علی خاں شوق (م ۱۹۳۳ء)

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تذکرہ کاملان رام پور۔ دوسرا عکسی ایڈیشن ۱۹۸۶ء

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	تعداد صفحات	کیفیت
۸۹	احوال احمد شاہ ابدالی	شیخ غلام حسن بلگرامی متخلص ثمین	۱۱۹۷ھ	قلمی	۱۴۰	

تقطیع کتاب [illegible] × [illegible] انچ تقطیع کتابت [illegible] × [illegible] انچ - سطر ۲۵ و ۲۶ - بخط

شکست - قدرے کرم خوردہ و پیوند دار۔ آخر سے نا تمام ہے -

آغاز کتاب :- بعد حمد و صلوٰۃ میگوید بندہ مسکین غلام حسن متخلص بہ ثمین بلگرامی عفی اللہ عنہ

کہ چون در سنہ یک ہزار و یکصد و نود و ہفت ہجری مقدسہ بہ تحریک صاحب مشفق شیخ

اللہ یار بن شیخ اللہ یار سلمہ اللہ تعالیٰ وارد بلدہ الہ آباد شدیم و بملازمت خداوند نعمت (کذا)

کپتان جاناتان اسکاٹ (Jonathan Scott) بہادر دام اقبالہ بن اسکاٹ

خانہ کردیم - حسب الفرمودہ کپتان صاحب بعضے از احوال بادشاہ احمد شاہ ابدالی کہ خود را

مخاطب بلفظ دُرِّ دُرّانی ساختہ و این لفظ او را خوش مے آمد راقم آنجا حاضر بودیم و آن ہمہ

بچشم خود مشاہدہ نمودیم بسرعت تمام و بحبت ما لا کلام بے شائبہ تکلف عبارات و تصرف

استعارات بقید قلم آوردیم - ہر چند مفصل آن طولی دارد و آنا مختصرے بہ تحریر مے آرد - یعنی

در سنہ یک ہزار و یک صد و شصت و نہ ہجری کہ میر صاحب سید محمد صالح نام مخاطب بہ شیر انداز خان

ساور متوطن قصبہ شاہی کہ از بریلی بفاصلہ دہ کروہ جانب پیلی بھیت واقع است "

خاتمہ کتاب :- و پسر سورج مل جاٹ جواہر سنگہ نام با دو سردار مرہٹہ در قلعہ است

صلاح اندیشی کہ افواج قاہرہ را حکم شود تا قلعہ را فتح نمودہ مقہوران را "

اخیر سے کتاب کا حصہ کم ہے - مورخ کہتا ہے کہ سید محمد صالح شجاع الدولہ سے رنجیدہ ہو کر حسب اللہ

احمد خان بنگش کے پاس چلے آئے تھے اور چند سال سے میں میر صاحب کی خدمت میں ہوں ہی

نمونہ تحریر حافظ احمد علی خاں شوق - فہرست کتب تاریخ فارسی جلد اول کا ایک صفحہ

لب دلدار کا مزا ہر مصرع نزاکت سے بھرا۔ ہر شعر مذاق کی کان۔ ہر مصرع لطف سخن کا ایمان۔ انکی شعر گوئی پر شاعری کو ناز ہے۔ انکا ہر شعر معشوق طناز ہے۔ بندشین ایسی چلبلی کہ کلیجے مین چٹکیاں لیتی ہین۔ محاورے روزمرہ ایسے صاف کہ دل کھینچے لیتے ہین۔ انوکھی گھڑت۔ نرالی ترکیب ہے۔ یہ بندش یہ تلاش کسکے نصیب ہے۔ اس زمانہ مین تفنن طبع کیلئے احباب کی خاطر سے ایک مثنوی ارشاد فرمائی ہے۔ مثنوی کیا ہے ارباب شوق کا مدعا ہے۔ اصحاب ذوق کی التجا ہے۔ آجتک کسی سے نہ یہ رنگ دیکھا نہ یہ ترکیبین سنین الشعرا تلامید الرحمن انہین کی شان مین آیا ہے اللہ تعالی تا بروز حساب انکے اقبال و دولت کو قایم رکھے۔ جلوہ فرمائے مسند عیش و عشرت دایم رکھے۔ آمین۔

تقریظ مثنوی چکیدۂ کلک جناب حافظ احمد علیخانصاحب شوق رئیس رامپور تلمیذ حضرت داغ

نہ گل نغمہ ہون نہ پردہ ساز		مین ہون اپنی شکست کی آواز

جہان خامہ صبا رفتار کی جولان کو شکستہ پائی سمجھتے ہین وہ بیان کیا ہے؟ حمد الٰہی۔ سبحان عرش الٰہی۔ جس عرصہ عبادت کو نامتناہی کہتے ہین وہ میدان کیا ہے؟ نعت ختم پناہی۔ فہم و ادراک دونون مین خستہ دونون مین ناکام۔ اوسکا شکر۔ انپر درود زیادہ و السلام۔ درد محبت کے مزا لینے والو۔ معشق پروری کی داد دینے والو مذاق کی دعوت خوان یغمائی سبیل اللہ۔ کچھ خبر بھی ہے۔ مثنوی حضرت عالیجناب بغضاب بلبل ہندوستان استادی جناب نواب مرزا خانصاحب داغ دہلوی مدظلہ العالی خلف عالیجناب نواب شمس الدین خانصاحب بہادر دہلوی موسوم بہ فریاد داغ طبع ہوچکی یون سمجھو کہ زخمیان ابروئے دلدار کے واسطے نمکدان۔ ہجرت زدون کے تڑپانے کا سامان مہیا ہوگیا۔ وصلت نصیبون کے واسطے مے عیش افزا ہے تو فراق زدونکی درد کی دوا مثنوی کیا ہے اعجاز مسیحائی کا نمونہ۔ یا حسینون کے عارض کا گلگونہ۔ ہر بیت بیت ابرو سے زیادہ دل آویز ہر مصرع مصرعہ قامت معشوق سے بڑھکر حشرت خیز۔ الٰہی جب تک زبان سے سخن کو اور سخن کو مذاق کو کام ہے۔ ہم مستفیدون پر سایۂ اوستاد ممدوح مدام رہے۔ آمین۔

مثنوی فریاد داغ (ص ۵۶) مطبوعہ مراد آباد ۱۸۹۵ء کے ایڈیشن پر حافظ احمد علی شوق کی تقریظ۔

متن

تاریخ کتاب خانۂ رضا

[تاریخ کتب خانۂ عالیہ دار الریاست مصطفےٰ آباد عرف رام پور]

تالیف

حافظ احمد علی خاں شوقؔ رام پوری

مصنّف تذکرۂ کاملانِ رامپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

عربوں کے خصائص ذاتی

عربوں کے خصائص ذاتی اور شعار قومی پر اگر زمانۂ جاہلیت کے لحاظ سے غور کیا جائے تو کسی کو بھی نکتہ چینی کا موقع نہیں مل سکتا۔ اور ہر ایک پہلو سے اُن کے کل اوضاع اور اطوار میں عمدگیاں نمایاں ہوں گی۔ ہر ڈر مورخ عربوں کی نسبت لکھتا ہے:

"وہ خونخوار بھی ہے اور غایت درجہ فرماں بردار بھی۔ وہمی بھی ہے اور مغرور بھی۔ وہ گویا سدا جوان ہے اور جب کوئی نیا خیال اس کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے تو اس میں بڑے بڑے کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک طرف تو وہ آزاد، فیاض اور صبور ہے اور دوسری طرف مغلوب الغضب اور بے باکی سے بھرا ہوا ہے۔ اپنی کُل مایحتاج کو مہیا کرنے کی ضرورت نے اُسے پھرتیلا اور چالاک بنایا۔ ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کرنے کی مجبوری نے اُسے صبر دیا۔ آزادی کا اس وجہ سے عاشق ہے کہ یہی ایک نعمت ہے،

جو اُس کے حصّہ میں آئی ہے اور چونکہ اسے ہر قسم کے تحکّم سے نفرت ہے
اس لیے لڑپڑنا اُس کی فطرت کا جزو ہوگیا ہے۔ خود اپنے اوپر سختی کی
عادت نے اسے دوسروں کے لیے بے رحم بنا دیا ہے اور اس میں انتقام
کی خواہش پیدا کر دی ہے۔"

انھیں اوصاف کی بدولت عربوں نے کل دنیا کی اقوام پر ترقی مراتب کا فخر حاصل کیا ہے۔ ملک اور خیالات کے متحد ہونے نے کل قوم میں معیار عزت و آبرو ایک ہی قائم کر دیا ہے۔ اُن کی ساری نام آوری تلوار اور مہمان نوازی اور فصاحت میں ہے۔ تلوار تو اپنے حقوق حاصل کرنے کی ضمانت ہے اور مہمان نوازی اُن کے لیے سارے قانونِ انسانیت کا لبّ لباب ہے اور کتابت کی جگہ پر فصاحت اُن تمام باہمی نااتفاقیوں کو ختم کرنے والی چیز ہے جن کا فیصلہ ہتھیار سے نہیں ہو سکتا۔ؐ

عرب اپنی فتوحات کے ساتھ ہر ملک میں اپنے عمدہ خصائص اور شعار کو بھی داخل کرتے چلے گئے۔ زبانی فصاحت نے تمدن کے زمانہ میں کتابت کا روپ بدلا۔ کتابوں کے لباس بڑے بڑے کتب خانوں کی زینت کا باعث ہوئے اور وحشی اقوام کو تمدن کی سیدھی راہ دکھائی۔

اعراب جاہلیت کے تمدن کی صحیح تاریخ اس وقت نہیں مل سکتی اس لیے کہ جب کوئی قوم ترقی کرتی ہے تو سالہائے دراز کے بعد ترقی کرتی ہے۔ ابتدائی زمانہ کے تمدن کی تاریخ کا لکھا جانا محالِ عقلی ہے۔ تاہم عربوں کی حالت اِس سے جدا ہے اس لیے کہ اسلام سے دو ہزار برس پہلے بھی ان میں تمدن کے آثار پائے جاتے ہیں۔

عربوں کے پرانی روایات کے سلسلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گو آگے نہیں بڑھتے لیکن علم زبان کے ماہر خوب تحقیق کر چکے ہیں کہ نہایت قدیم زمانہ میں کل اس خطہ میں جو قفقاز اور جنوبی عربستان کے بیچ میں واقع ہے اگر ایک ہی قوم نہیں بستی تھی تو کم از کم

ؐ تمدن عرب، ص ۲۵۷

چند متحد اللسان قومیں ضرور آباد تھیں۔ السنۂ سمیا طیقی کے باہمی مقابلہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ عبرانی، فینیقی، سریانی، اسیری، کلدی اور عربی کسی زمانہ میں متحد الاصل اور ایک ہی زبان سے نکلی تھیں۔

اس کے علاوہ اعراب جاہلیت کے چند تاریخی ثبوت بھی موجود ہیں، پہلے تو عربوں کی اپنی روایتیں، دوسری توریت شریف، تیسری روم اور یونان کے مورخوں کی چند تحریریں جن کا اب تک پتہ چل چکا ہے۔ چوتھی اسیری زبان کے کتبے اور وہ کتبے جو عمان کے نواح میں مقام وما اور بحرین میں مقام صنعا سے دستیاب ہوئے ہیں۔

عربوں میں تمدن نہ ہوتا تو یمن میں سلطنت حمیری اور سلطنت سبا کی عالی شان عمارتیں کون بناتا اور فلسطین سے لے کر حجاز تک کون آباد ہوتا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد عمالقہ ہی نے شام کے بدویوں کے شریک ہو کر ولادت مسیح سے دو ہزار برس پہلے مصر پر چڑھائی کی اور چرواہوں کا شاہی خاندان قائم کیا اور اس کے ساتھ اپنے خصائص قومی میں سے اپنی زبان کو مصر کے ریگستان میں ذروں کی طرح ملا آئے۔

وہ اعراب جاہلیت ہی کے تو بہادر تھے جنھوں نے عبرانیوں کو مدت دراز تک ارض کنعان میں قدم نہیں رکھنے دیا۔ ہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں عبرانیوں کو ضرور چند روزہ حکومت ملی تھی۔

عرب جہاں بھی گئے اپنی اوضاع اور عادات کا سکہ بٹھا آئے۔ ان کی جفاکشی اور چستی و چالاکی کا یہ نتیجہ نکلا کہ بموجب تحریر ہیرو ڈوٹس مورخ ولادت مسیح سے چار ہزار برس پہلے بھی یمن کے مآرب میں بڑے بڑے قصر، سنہری محرابیں، طلائی اور نقرئی پلنگ و ظروف موجود تھے۔ اگر تمدن نہ ہوتا تو یہ سامان کہاں سے آتے۔ تجارت میں تو ساری دنیا کے مالک تھے۔ توریت میں بھی ان کی تجارت کا ذکر موجود ہے۔

عربوں میں فن کتابت کی ابتدا

عربوں کی شعر و شاعری کے حالات اظہر من الشمس ہیں۔ اس کے ساتھ ہی

تحقیق انساب کی وجہ سے نسب ناموں کے دفتر کے دفتر برزبان یاد رکھتے تھے۔ کتابت جانتے نہ تھے اس لیے یہ سب جواہر بجائے سفینوں کے سینوں میں رکھے جاتے تھے۔ سب سے پہلے جن شخصوں نے فنِ تحریر کی بنیاد قائم کی وہ طے قبیلہ کے تین شخص مرامر،[۵] اسلم اور عامر ہیں۔ ان لوگوں نے متفق ہو کر حرفوں کی شکل اور وضع مقرر کی اور حروفِ تہجی کی ترتیب سریانی زبان کے موافق رکھی۔ قبیلہ طے سے فنِ تحریر کو حیرہ والوں نے سیکھا۔ حیرہ والوں کا ایک شاگرد بشیر بن الولید دومۃ الجندل کا رئیس تھا۔ وہ کسی ضرورت سے مکہ معظمہ کو گیا، وہاں ابوسفیان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ابوسفیان نے اس سے فنِ تحریر کے سیکھنے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوسفیان اور ابوقیس بن عبد مناف دو شخص اس کے شاگرد ہوئے۔ یہ دونوں تجارت کے سلسلے میں طائف بھی آتے جاتے تھے۔ اس لیے طائف میں بھی نوشت و خواند ہونے لگی۔ بشیر کے شاگرد شام اور مصر میں بہت سے ہو گئے تھے۔ رفتہ رفتہ اکثر قبیلوں میں تحریر کا رواج ہو گیا۔

اسلام کے ظہور کے وقت صرف ایک قریش کے قبیلہ میں سترہ آدمی صاحب قلم موجود تھے۔ ان میں امیر المومنین سیدنا علی علیہ السلام، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان اور حضرت ابو عبیدۃ[۶] بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی صاحب قلم تھے۔ تحریر کی ترقی کا کچھ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عورتیں بھی لکھنا جانتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے میں شفا بنت عبداللہ اور حضرت حفصہ[۷] رضی اللہ عنہما نوشت و خواند میں ماہر تھیں۔ مدینۂ منورّہ میں بھی اسلام سے پہلے تحریر کا رواج ہو گیا تھا اور اس کے موجد یہود تھے۔

فنِ تحریر نے دلی جذبات کی تصویر حرفوں کے ذریعہ سے چمڑوں اور پتھروں پر کھینچنی شروع کی۔ سبعہ معلقہ کے سات قصیدے اسلام سے پہلے آبِ زر سے لکھ کر کعبہ پر لٹکائے گئے۔

---

[۵] خاتمہ فتوح البلدانِ بلاذری

عربوں کی طبائع پر اسلام کا اثر

رفتہ رفتہ وہ زمانہ آیا کہ اقوام عرب جہالت کے تنگ ملک سے نکل کر تمدن تام کے پرفضا باغوں کی سیر و سیاحت میں مصروف ہوں۔ قدرت نے فطرتی طور پر ان میں ہر طرح کی قابلیت کے جواہر بھر دیئے تھے مگر ایک ایسے استادِ کامل کی ضرورت تھی جو زنگِ وحشت کو دور کر کے اصلی جوہر چمکا دے۔ ۲۷/ اگست ۵۷۰ء کو نورِ مقدس و مطہر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کیا، کل اسلامی دنیا کو چار چاند لگا دیئے، قرآن مجید کی سادہ اور سہل تعلیم نے جو معاد اور معاش دونوں پر حاوی ہے، برقی قوت کی طرح عربوں میں حرکت پیدا کر دی۔ تعلیم قرآنی میں نہ تثلیث کے پیچیدہ مسائل ہیں جنھیں بے لکھے پڑھے عرب نہ سمجھ سکتے اور نہ تبدیلِ جنس کی منطقی دلیلیں جن کے یاد کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے پڑتے۔ وحدانیت اور اقرار رسالت کی سیدھی سادی شاہراہ اور وہ بھی معاش کے کسی اصول سے نہ متبائن اور نہ متغائر۔ اس لیے ذاتِ واحد کی شناخت کے ساتھ ہی معاش کے وسائل کی بھی غیر محدود راہیں کھل گئیں۔

اسلام میں سب سے پہلی ضرورت آیاتِ قرآنی کے لکھنے کی تھی تاکہ محض زبان ہی پر نہ رہیں بلکہ سفینوں میں بھی محفوظ ہو جائیں۔ اس ضرورت نے فنِ تحریر کے شوق کو خوب ہی گرمایا۔ ادھر اقوال پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے اس گرم جوشی کو دوبالا کر دیا۔ آیاتِ قرآنی کی کتابت کے بعد احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی درختوں کی چھالوں، ہڈیوں اور چمڑوں پر لکھی جانے لگیں۔ ملکی فتوحات کی ترقی نے نامہ و پیام کی ضرورتیں پیدا کیں جس کی بدولت فنِ انشا کو اور بھی عروج ہوا بلکہ اس کی وجہ سے غیر مسلم اقوام کی زبانیں سیکھنے کا بھی فتویٰ ہاتھ آ گیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو خود جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا اور وہ سریانی زبان بھی جانتے تھے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں جو سرمایۂ تحریر عربی زبان میں موجود تھا وہ صرف آیاتِ قرآنی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامے جو ممالکِ غیر کو بھیجے گئے، صلح حدیبیہ وغیرہ کے معاہدے اور یا شعرا کے قصائد تھے۔

خلافتِ راشدہ میں فنِ تحریر کو بہت ترقی ہوئی۔ ممالک کی پیمائش کرائی، خراج مقرر ہوئے، حسابات کے دفتر بنے۔ مگر یہ ترقیاں صرف حسابات، دفتر یا زبان دانی کے متعلق تھیں۔ علوم و فنون کا کوئی سرمایہ اس وقت تک عربی زبان میں نہیں تھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں بھی غیر مسلم اقوام کے کمالِ علمی کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مصر کا مشہور فاضل یحییٰ نحوی[۵] جس کو انگریزی میں جان کہتے ہیں عمرو بن العاص کے دربار میں ہمیشہ حاضر ہوتا تھا اور وہ اس کی بہت توقیر کرتے تھے۔

عربی میں ترجموں کی ابتدا

عربوں کے فطرتی ذوقِ فصاحت اور شوقِ علمی کو شام اور ممالک ایران میں اور بھی تحریک ہوئی۔ فتوحات اسلامیہ سے بہت پہلے یونان اور روم کے علوم و فنون شام اور ایران میں اپنے قدم جما چکے تھے۔ مشرقی حکومت سے جس وقت نسطوری پادری نکالے گئے تو انھوں نے عراق عرب میں ایڈیسا میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے ذریعہ سے یونانی علوم کی اشاعت ایشیا میں شروع ہوئی۔ زینو ایساری رومی شہنشاہ نے ایڈیسا کو تاراج کیا تو وہاں کے علما کو ملوکِ ساسانی نے اپنے دربار کا زیور بنا لیا۔ اسی زمانہ کے قریب جسٹینین[۶] نے ایتھنس اور اسکندریہ کے مدرسے بند کیے، وہاں کے علما بھی ایران کی پناہ میں جا بسے۔ سخت گیر بادشاہوں کے ظلم سے مطمئن ہو کر یونانی کتابوں کے ترجمے سریانی اور کلدی سے مشرقی زبانوں میں کرنے لگے۔ یہ دونوں زبانیں اس وقت وہاں بہت عروج پر تھیں۔ اسی وقت

[۵] فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۴۹

میں ارسطو[1]، جالینوس[1] اور ڈیاسں گریڈسں[1] کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ عربوں کو یہ سرمایہ ملک و دولت کے ساتھ مفت ہاتھ آیا۔ اثر پذیر طبیعتیں ساتھ لائے تھے۔ یہ بھی ان علوم کی قدر دانی کرنے لگے۔

انگریزی مورخ عموماً اس بات کے قائل ہیں کہ گو روم اور یونان کے عروج کے زمانہ میں کتب خانوں کی کثرت تھی اور اسلامی فتوحات کے وقت علمی ترقی کے زوال کا خوف تھا۔ مگر امید کے خلاف مسلمانوں کو اپنے مفتوحہ ممالک میں ایک گونہ اطمینان پیدا ہونے کے ساتھ ہی علوم و فنونِ قدیمہ کی سرپرستی کا شوق پیدا ہو گیا اور گزشتہ اقوام کی طرح انھوں نے بھی علمی کمالات کی قدردانی ہی نہیں کی بلکہ سلف کی قدردانیوں سے کہیں اپنی قدردانی کو بڑھا دیا۔

دمشق میں امیر معاویہ کے عہد سلطنت میں عربوں کی قدردانی اور جوہر شناسی کی کشش ابن اثال[1] ایک عیسائی طبیب کو دربار میں کھینچ لاتی۔ اس کی کچھ ایسی عزت و توقیر ہوئی کہ اس نے بادشاہ کے خاص استعمال کے واسطے طب کی کتابوں کے بعض عربی ترجمے پیش کیے۔ عربی زبان میں پہلی بار یہی ترجمے غیر زبان کے داخل ہوئے۔ آخر کو ابن اثال کو ضلع حمص کی کلکٹری کی خدمت بھی دی گئی۔ عیسائی اور یہودیوں کو اسی عہد میں ملکی خدمتیں ملیں ورنہ اس سے پہلے غیر مسلم اقوام کے لوگ صرف دفتر خراج* میں نوکر رکھے جاتے تھے۔

اسلام میں کتب خانوں کی ابتدا

فن تاریخ نویسی میں جو باتیں آج کل مہتم بالشان سمجھی جاتی ہیں وہ عرب کے مورخوں کے نزدیک محض بے فائدہ اور بے سود تھیں۔ اس لیے مورخین عرب نے کتب خانوں کی بابت علیحدہ عنوان قائم کر کے کوئی تفصیل نہیں لکھی۔ لیکن جزوی جزوی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۴، ص ۵۱۴ * رسائل شمس العلما مولانا شبلی۔ ص ۱۲۴

مختلف کتب کے بیانات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام میں کتب خانہ کی ابتدا خالد بن یزید کے عہد میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں [صاحب] طبقات الاطبا کا بیان موجود ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حکیم ماسرجویہ کی وہ کتاب جو اس نے سریانی سے عربی میں ترجمہ کی تھی، خزانۃ الکتب (کتب خانہ) میں پائی اور اس کے نسخے شائع کرائے۔ یہ کتاب دراصل بشپ اہرن کی قرابادین تھی اور علامہ جمال الدین قفطی کا قول ہے کہ قدیم زمانہ کی سب قرابادینوں سے یہی افضل ہے۔ خالد کی نسبت علامہ ابن الندیم کہتا ہے کہ وہ حکیم کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس نے فن کیمیا عیسائی یا یہودیوں سے سیکھا اور اس فن میں تین کتابیں لکھیں۔ یونانی اور قبطی زبانوں سے کتابیں ترجمہ کرائیں۔ اس کے عہد کا مشہور اصطفن حکیم تھا۔

پھر جس طرح سلطنت کے سامان زیادہ ہوتے گئے اسی طرح تدوین کتب کو بھی ترقی ہوتی گئی۔ خلیفہ منصور نے سیکڑوں کتابوں کے ترجمے کرائے۔ مگر اس کے کتب خانہ کی اطلاع ہمیں نہیں ملی۔ ہارون الرشید نے تو بہت ہی بڑا دارالعلم بنایا اور اس کا نام بیت الحکمۃ رکھا تھا۔ بیت الحکمۃ کی دو شاخیں تھیں، ایک میں کتب خانہ تھا اور دوسری میں غیر زبانوں سے ترجمے کا دفتر تھا۔ ترجموں کے واسطے کسی زبان کی قید نہ تھی سنسکرت، فارسی، یونانی، قبطی، کالدی۔ ہر ایک زبان کی کتابوں کے ترجمے کرائے۔ یحییٰ اس کے وزیر نے ہندوستان سے بڑے بڑے پنڈت بلا کر نوکر رکھے اور اس طرح ہند کے علوم وہاں پہنچے۔ مامون بھی اپنے پیش رو کے قدم بہ قدم چلا۔ ابن ابی الحریش اسی کے کتب خانے کا جلد ساز تھا۔ اس نے جاہلیت عرب کے قصائد اور اشعار کے علاوہ گذشتہ زمانہ کے خطوط، دستاویزیں اور معاہدے بھی جمع کیے۔ چنانچہ اس کے کتب خانہ میں عبدالمطلب بن ہاشم کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرضہ کا ایک رقعہ موجود تھا۔

ؐ رسائل شمس العلماء مولانا شبلی × ابن خلکان تذکرہ خالد بن یزید ٥ رسائل شمس العلماء مولانا شبلی

اسلامی سلطنتوں میں کتب خانوں کی کثرت

بادشاہِ وقت کے ساتھ رعایا کا مذاق بھی بدل جاتا ہے۔ سلاطین کے شوق نے اراکین سلطنت کو کتب خانوں کا شیدا بنا دیا۔ فتح بن خاقان، متوکل باللہ کے وزیر نے ایسا عمدہ کتب خانہ قائم کیا کہ اس زمانے میں سب سے بہتر وہی سمجھا جاتا تھا۔ محمد عبدالملک زیات واثق باللہ کے وزیر کو کتابوں سے کچھ ایسا عشق تھا کہ اپنی ذات سے دس ہزار روپیہ ماہانہ کتابوں کے نقل کرانے میں صرف کرتا تھا۔ اراکین تو اراکین اس وقت کے مصنفین اور مولفین کی بھی یہی حالت تھی۔ علامہ واقدی نے وفات کے وقت بارہ سو آدمیوں کے بوجھ کی کتابیں چھوڑیں۔ حالانکہ وفات سے پہلے ایک حصہ کتب خانے کا دو ہزار اشرفیوں پر فروخت بھی ہو چکا تھا۔

حکیم مستنصر (۳۶۶ھ) خلیفہ اندلس کے کتب خانہ میں چار لاکھ جلدیں تھیں خریداریٔ کتب کے لیے اس نے اسپین، شام، مصر، فارس اور خراسان وغیرہ کے اضلاع میں گماشتے مقرر کر رکھے تھے۔ نئی تصانیف کی یہ قدر تھی کہ کتاب کے پورا ہونے سے پہلے قاصدوں کے ذریعے سے قیمت طے کر کے کتاب خرید لی جاتی تھی تاکہ کہیں اور نہ چلی جائے چنانچہ اس نے ابوالفرج اصفہانی[۲۱] کی کتاب الاغانی اسی طرح چار ہزار روپیہ کو خرید کی اور قاضی ابوبکر ابہری کی تصنیف سے بھی یہی معاملہ پیش آیا۔

عیسائی حکومتوں کے تنزل کے ساتھ اسلامی حکومتوں کا وقار تو بڑھا مگر حالت طوائف الملوکی کی سی تھی۔ بخارا میں خاندان سامانی، جرجان میں قابوس وشمگیر[۲۲]۔ اضلاع شام میں بنو حمدان[۲۳]، شیراز میں آل بویہ[۲۴] اور مصر میں فاطمیین کی حکومت تھی۔ یہ سب فرماں روا خود بھی فاضل تھے اور علما کی قدردانی میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ہر ایک سلطنت نے بڑے بڑے کتب خانے قائم کیے اور بے حد کتابیں جمع کیں۔

نوح بن منصور شاہ بخارا کے کتب خانے کی بہت شہرت تھی۔ بوعلی سینا[۲۵] کہتا

ہے فلسفہ وغیرہ کی جو کتابیں میں نے اس کتب خانہ میں دیکھیں اور کہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ کہتا ہے کتب خانے کا ایک وسیع مکان ہے اور اس میں بہت سے کمرے ہیں۔ ہر فن کے لیے علیحدہ علیحدہ کمرے ہیں۔ کمروں میں متعدد صندوق ہیں جن میں تلے اوپر کتابیں رکھی ہیں۔

عضدالدولہ[۲۲] دیلمی نے بھی شیراز میں ایک نہایت عالی شان کتب خانہ قائم کیا۔ اس کتب خانہ میں یہ اہتمام تھا کہ شروعِ اسلام سے اس عہد تک جس قدر مصنفین گزرے ہیں سب کی تصنیفیں جمع کی جائیں۔ کتب خانے کی عمارت بہت لمبی تھی اور اس میں بہت سے کمرے تھے، ہر کمرے میں دیواروں سے لگی ہوئی الماریاں کھڑی تھیں۔ ہر الماری تین گز چوڑی اور قدِ آدم بلند تھی اور ان پر نقشیں اور طلائی کام تھا۔ ہر فن کے لیے علیحدہ کمرہ تھا اور اس کی فہرست بھی جدا تھی۔

سیف الدولہ[۲۳] تیغ و قلم دونوں کا بادشاہ تھا جس قدر اس کے دربار میں صاحب کمال جمع تھے اور کہیں نہ تھے۔ حکیم ابونصر فارابی[۲۴] اس دربار کا حاشیہ بوس تھا۔ سیف الدولہ کو ادب کا بہت شوق تھا اس لیے اس کے کتب خانہ میں ادب کا بڑا ذخیرہ تھا۔

فاطمیتین مصر کے کتب خانے کا کیا کہنا۔ وہ تو اسلامی ممالک کے کل کتب خانوں کا سرتاج تھا۔ تعداد کتب میں گو اختلاف ہے مگر اس بات پر سب مورخ متفق ہیں کہ اسلامی دنیا میں اس کے برابر کوئی کتب خانہ نہ تھا۔ یہ کتب خانہ شاہی محل میں تھا۔ کل کتب خانہ کے چالیس حصے تھے۔ ہر حصہ میں علیحدہ علیحدہ فنون کی کتابیں تھیں۔ صرف ایک فلسفہ کی کتابوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی قدیم یادگاروں کا یہ اہتمام تھا کہ مشہور خوشنویس ابن مقلہ[۲۵] اور ابن البواب[۲۶] کے قلم کے تراشے بھی صندوقوں میں حفاظت سے رکھے تھے۔ خاص بطلیموس کے ہاتھ کا بنایا ہوا کرہ دو ہزار دو سو پچاس سال پہلے کا موجود تھا۔ جو کرہ ابوالحسن صوفی نے عضدالدولہ دیلمی کے لیے تیار کرایا تھا وہ پندرہ ہزار روپے میں خرید کر رکھا گیا۔ مگر یہ سب کتب خانے

بطور شاہی ملکیت کے تھے۔ عام لوگوں کو اُن سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

عام کتب خانوں کی ابتدا

غالباً سب سے پہلے جس نے کتب خانۂ عام کی بنیاد ڈالی وہ شاپور بن اردشیر[۱۳] ایک امیر تھا اس نے ۳۸۲ ھ میں ایک دار العلم بنایا اور بہت سی کتابیں عام کے مطالعہ کے واسطے وقف کر دیں۔ ۳۹۵ ھ میں مصر کے فاطمی بادشاہ حاکم بامر اللہ نے ایک بہت بڑا کتب خانہ عام لوگوں کے لیے مصر میں کھولا۔ اس کتب خانہ کی رسم افتتاح بہت دھوم سے ادا ہوئی۔ کتابوں کے پڑھنے اور نقل کرنے کی عام اجازت تھی۔ بلکہ کاغذ قلم دوات بھی کتب خانہ سے ملتے تھے۔ بہت سے فقہا، اطبا اور ریاضی دان نوکر رکھے گئے تاکہ ہمیشہ کتب خانہ میں حاضر رہیں۔ ۴۰۰ ھ میں بادشاہ نے کتب خانہ کے دوامی مصارف کے واسطے بہت سی دوکانیں اور مکانات وقف کر دیے۔

اُس کے ساتھ ہی کُل اسلامی دنیا میں جابجا کتب خانے کھل گئے۔ درس گاہوں کی کثرت سے کتب خانوں کو اور بھی ترقی ہوئی۔ مدارس کے علاوہ مسجدیں بھی درس گاہیں تھیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد مسجدوں کے ساتھ بھی کتب خانے تعمیر ہونے لگے۔ چنانچہ اس رسم کا بقیہ نمونہ قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ وہاں جس قدر مشہور مساجد ہیں ان کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے۔

ہندوستان میں اسلامی کتب خانے

اسلامی دنیا میں کتب خانوں کی کچھ ایسی کثرت تھی کہ ہر سلطنت کتب خانہ کے وجود کو گویا نشان شاہنشاہی سمجھتی تھی۔ مغلوں کا خروج اسلامی حکومتوں کے لیے گویا قہر الٰہی تھا۔ مگر وہ بھی اسلام کے حکمرانوں کے رنگ میں رنگ گئے۔ اگر ایک ہاتھ سے تیغ زنی اور خوں ریزی کرتے تھے تو دوسرے ہاتھ سے علوم و فنون کی قدر دانی کے خلعت بھی پہناتے تھے۔ مسلمانوں کے فتوحات کے

سیلاب کے ساتھ ہندوستان میں بھی اسلامی علوم و فنون کی راہ کھل گئی۔ ابوریحان بیرونی سندھ کا رہنے والا ہو یا نہ ہو مگر اس نے بڑی محنت سے یہاں سنسکرت حاصل کی اور یہاں کے فنون کو عربی میں لکھا۔ ایک ضخیم تاریخ ہندوستان کی بھی لکھی اور اس میں وہ باتیں لکھی ہیں کہ جو نہ چینی سیاحوں کو نظر آئیں اور نہ رومی فاتحین کو سوجھیں۔

مغلوں سے قبل کے ہندوستان کی اسلامی حکومتیں سلطنت کے القاب کی مستحق نہیں ہیں اس لیے کہ دائرۂ حکومت تنگ تھا۔ ملک ویران۔ اصلی باشندے ہر وقت مستعدِ پیکار۔ دولت و حکومت کے شوق میں روز بادشاہوں کے قتل ہوتے تھے، مگر اس پر بھی وہ برائے نام سلطنتیں علما اور علوم کی سرپرستی میں برابر مصروف رہیں۔

تغلق خاندان کی حکومت دہلی میں تقریباً سو برس تک رہی اور اس مدت میں آٹھ فرماں روا ہوئے۔ مگر وہ بھی علوم و فنون کی قدردانی میں کمی نہیں کرتے تھے محمد شاہ تغلق کے عہد میں ابن بطوطہ مشہور سیاح دربار میں آیا۔ عہدۂ قضا عطا ہوا۔ ایک بار اپنی حالت افلاس کو عربی قصیدہ میں نظم کر کے پیش کیا۔ ابن بطوطہ پر اس وقت پچپن ہزار دینار قرض تھے۔ سب قرضہ فوراً ادا کر دیا۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ اس دربار کے لوگوں کو عربی زبان سے بہت الفت ہے اور عربی تصانیف کی بہت قدر کرتے ہیں۔

فیروز شاہ تغلق کے دربار کا نامی گرامی سردار تاتار خاں وزیر سلطنت کا ہم پلہ تھا۔ اس کو علم سے یہ شوق تھا کہ بہت سی تفسیریں جمع کیں، علما بلائے اور خود تفسیر لکھی۔ اس تفسیر میں ہر ایک مفسر کے قول کو مع نام کے لکھا تھا۔ گویا تمام تفسیروں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اس تفسیر کا نام تفسیر تاتار خانی[1] ہے مگر اس احقر مولف کی نظر سے آج تک کوئی نسخہ نہیں گذرا ہے۔ فتاوائے تاتار خانیہ بھی اسی صاحب علم و کمال

---

[1] تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف، مطبوعہ کلکتہ، ص ۳۹۲
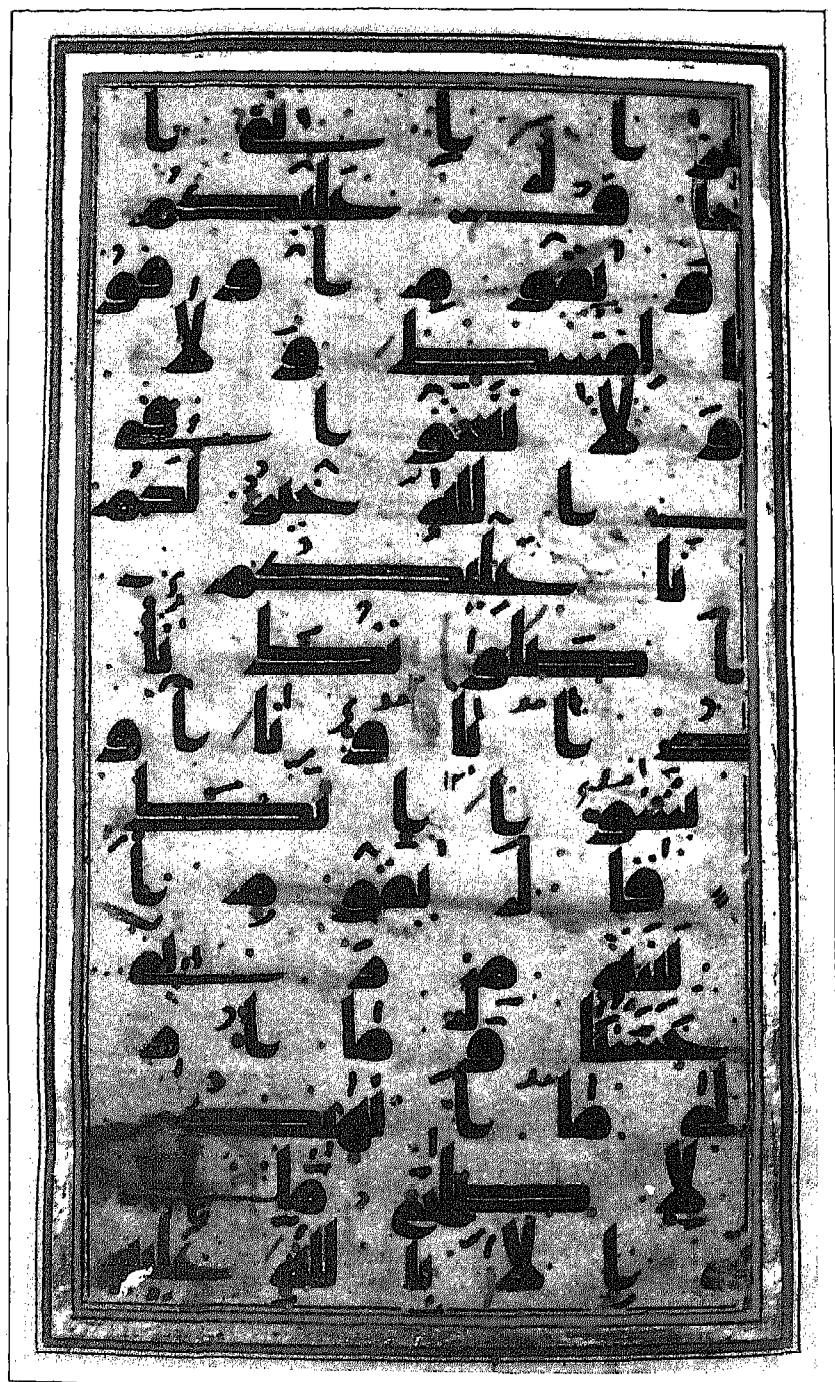
مخطوطہ مصحف شریف منسوب بہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک ورق —

رضا لائبریری رام پور۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی والی دکن کی مشہور تصنیف نورس
مخطوطہ موجود در کتاب خانۂ رضا کا ایک صفحہ نمبر H15 مکتوبہ ۱۲ محرم
۱۲۸۴ھ / ۱۷ مئی ۱۸۶۷ء بخط عبدالعلیم۔

دیوان بابر ترکی کا ایک صفحہ

صرف ہوتا تھا۔

بابر کا زیادہ زمانہ ملک گیری اور سیر و سیاحت میں بسر ہوا۔ مگر اس کے خاص ہاتھ کی لکھی ہوئی ترکی زبان کی کتاب بھی موجودہ کتب خانہ میں اس کی خوشنویسی اور علمی شوق کا سچا نمونہ حاضر ہے۔ ہمایوں خود ہیئت کا فاضل تھا۔ اس کی قدر دانی علوم چنداں قابل التفات نہیں ہے۔ اکبر کو دیکھیے کہ نہ لکھا نہ پڑھا۔ مگر علم کے نام پر فدا تھا اور عالموں کو اپنی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیتا تھا۔ باوجود علمی کم مایگی کے سیکڑوں کتابیں تصنیف کرا دیں اور ہزاروں کتابیں جمع کرلیں۔ اس کے دربار کے علمی مشاغل کے تذکرے زبان زد خاص و عام ہی ہیں۔ اسی طرح شاہجہاں سے لے کر آخری برائے نام سلطان دہلی بہادر شاہ تک کوئی بھی ایسا فرماں روا نہیں نکلے گا جس کے عہد میں کتابیں تصنیف نہیں ہوئی ہوں اور کتب خانہ میں کتابیں نہ جمع ہوئی ہوں۔ یہ بات ضرور ہے کہ مغلیہ سلاطین کے کتب خانے عام نہ تھے۔ بلکہ جس طرح اور (اثاثہ) سلطنت توبلوں میں رہتا تھا اسی طرح کتابیں بھی رہتی تھیں۔ ان کی موجودات ہوتی تھی۔ موجودات لینے والا افسر بقید تاریخ اپنے دستخط کرتا تھا یا مہر لگاتا تھا۔

مغلیہ سلطنت کی کتابیں اورنگ زیب کے بعد بھائیوں کی نااتفاقی میں بہت تلف ہوئیں اور اس کے بعد تو شاہجہاں آباد کا قلعہ گو قتل و خوں ریزی اور مظالم و فساد کا ایک اکھاڑا تھا۔ کبھی سلطنت کے چشم و چراغ عروس دولت کی رقابت کی خلش مٹانے کو اپنے جگر گوشوں اور لخت دلوں کو ذبح کرتے تھے۔ اور کبھی وزرائے سلطنت اور ارکین حشمت محکومی کے لباس میں حکمرانی کے مزے اڑانے کو شاہزادوں کی سرپرستی کے اِدّعا سے خداوندانِ نعمت کے خون جمنا میں بہاتے تھے اور گزشتہ مظالم کے انتقام میں اگر ایک طرف اہل نظر کے لیے عبرت کی یادگاریں بناتے تھے تو دوسری طرف اپنے لیے بھی وفاداری اور پاسِ نمک کی نفرت انگیز مثال چھوڑتے تھے۔ شاہ عالم کے وقت میں تیموری خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ہی شاہی کتب خانے کا بھی شیرازہ تمام و کمال ٹوٹ گیا۔ حکومت

کی وداع کے ساتھ علمی سرمایہ نے بھی لال حویلی کی قید سے چھوٹ کر یورپ کا راستہ لیا۔
دہلی کے آخری فرماں رواؤں میں بعض صاحب تصنیف بھی تھے۔ اس وقت کتاب منتخب عزیزی[۳۸] عالمگیر ثانی کی تصنیف کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ بہت عمدہ لکھا ہوا ہے اور قیاس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا دوسرا نسخہ غالباً کسی اور جگہ نہیں ہے۔

سلاطین کے کتب خانوں کے علاوہ امرا کے بھی بہت بڑے بڑے کتب خانے تھے فیضی نے بے نقط تفسیر سواطع الالہام[۳۸] کے لکھنے کے وقت کہتے ہیں صرف لغت کی کتنی سو جلدیں جمع کی تھیں۔ بلگرام میں مولوی غلام علی[۳۹] آزاد کا کتب خانہ بھی بڑی نمود کا تھا مشہور ہے کہ پچیس ہزار جلد تھی۔ میں نے خود اُن کی درس گاہ کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر دسمبر ۱۸۹۸ء میں دیکھے۔ رہنے کا مکان سلامت ہے۔ صرف تین الماریاں ردی سے بھری ہوئی پائیں جس میں دو دو چار چار ورق مختلف کتابوں کے پڑے ہوئے ہیں۔ دس بارہ عربی کے دیوان بھی دیکھے جو عام طور پر ہندوستان میں نہیں ملتے اولاد میں کسی طرح کی بھی قابلیت نہیں ہے اور نہ گزارہ کی کوئی شکل ہے۔ البتہ مولوی عبد[۴۰] الجلیل کے خاندان کی حالت فی الجملہ اچھی ہے۔ علم بھی ہے اور ذریعہ معاش بھی مگر کتابیں معمولی ہیں۔

دہلی کے زوال کے ساتھ اودھ کو ترقی ہوئی اور کتابوں کے ذخیروں میں تو وہ دہلی سے بہت بڑھ گئے۔ انتزاع اودھ کے بعد سے آج تک ہر سال ہندوستانی اور یورپین برابر لکھنؤ سے کتابیں خرید رہے ہیں لیکن ہنوز کوئی کمی نہیں پائی جاتی۔ رام پور اسٹیٹ کے کتب خانہ میں بھی ۱۸۹۷ء سے اس وقت تک تقریباً پانچ سو جلدیں خرید ہو کر آ چکی ہیں۔ لکھنؤ میں اس وقت جناب قبلہ مولوی ناصر حسین صاحب کا کتب خانہ بھی گویا سلطنت اودھ کی ایک اعلیٰ یادگار ہے۔ اس کے سوا اور وہاں کوئی کتب خانہ نہیں ہے۔

حواشی

۱ــــ سمیا طیقی : محققین علم الانسان نے مختلف توجیہات کی بنا پر جن میں زیادہ تر زبان کا لحاظ رکھا گیا ہے کل اُن اقوام کو جنھوں نے وقتاً فوقتاً ملک عربستان اور ایشیائے کوچک میں بود و باش کی ہے یعنی عرب و یہود و فینیقی و عبرانی و شامی و بابلی و اسیری کو ایک خاندان میں شامل کر دیا ہے اور اس کا نام 'خاندان سمیا طیقی' رکھا ہے۔

ــــ تمدن عرب ص ۴۷

۲ــــ ہرودوط : یونان کا نہایت مشہور مورخ۔ ۴۴۳ ق م میں شہر ملیقرناسس میں پیدا ہوا۔ اس نے مختلف ملکوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔ اس کو بابائے تواریخ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی تاریخوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

صفحہ۴۲ عبارت خط کشیدہ رسائل مولانا شبلی ص ۱۹ــــ۲۰ سے ماخوذ ہے۔

۳ــــ مرامر۔ اسلم۔ عامر : مورخین نے لکھا ہے کہ شہر انبار کے تین اشخاص نے عربی خط وضع کیا تھا۔ وہ تین اشخاص یہ ہیں : مرامر بن مرّہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ۔ انھوں نے عربی ہجا کی اساس سریانی ہجا کو قرار دیا تھا۔ مرامر نے حروف کی شکلیں، اسلم نے فصل و وصل اور عامر نے نقطے و حرکات (زیر و زبر) وضع کیں اور اس کا نام خط جزم رکھا۔ چوں کہ یہ خط حمیری سے اخذ کیا گیا تھا۔ لیکن اس قسم کے بیانات قابل قبول نہیں ہو سکتے، کیوں کہ خط عربی، خط مسند حمیری سے ماخوذ نہیں ہے اور نہ ہی ان دونوں خطوط میں کوئی رابطہ ہے اور بظاہر دونوں کا منبع ایک ہی سامی خط ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ انبار والوں نے حیرہ والوں سے خط کی تعلیم حاصل کی تھی جبکہ بعض نے اس خیال کی تردید کی ہے۔

ابن خلکان کے مطابق، وہ پہلا شخص جس نے تحریر لکھی انبار کا رہنے والا مرامر بن مرہ تھا۔

اصمعی کا کہنا ہے کہ قریش سے پوچھا گیا کہ تحریر لکھنا کہاں سے سیکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ حیرہ والوں سے۔ حیرہ والوں سے دریافت کیا گیا کہ تم نے تحریر کی تعلیم کہاں سے حاصل کی تو انھوں نے کہا کہ انبار والوں سے سیکھی۔

کہتے ہیں کہ جس پہلے شخص نے حیرہ والوں سے تحریر کی تعلیم حاصل کی وہ سفیان بن امیہ تھا۔ اس نے اسلم بن سدرہ سے خط کی تعلیم حاصل کی تھی۔

۴ــــ حیرہ : لخمی بادشاہوں کا دارالسلطنت جو کوفے سے مغرب میں تین میل کے فاصلے پر نجف اشرف سے جنوب مشرق کی جانب گھوڑے کی سواری کے ذریعے ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ نام آرامی ہے۔ اس کے لغوی معنی کیمپ یا چھاؤنی کے ہیں۔ عرب روایات کے مطابق حیرہ کی بنیاد بخت نصر کے عہد میں پڑی تھی۔ یہ علاقہ اناج کی پیداوار اور کھجور کے باغات کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ حیرہ کی زیتون کا ذکر قدیم شعرا نے کیا ہے۔ حیرہ کے لوگ فن کتابت بخوبی جانتے تھے اور وہیں سے یہ فن عرب میں پھیلا۔

ــــ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۸/۷۱ـ۷۲

۵ــــ ابوعبیدۃ الجراح بن عبداللہ (رض) : آپ کے دادا کا نام جراح تھا۔ جنگ بدر میں آپ کو آنحضرت (ص) نے ''امین امت'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔ چودہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ ملک شام کے علاقے میں طاعون عواس کے درمیان ۵۸ برس کی عمر میں رحلت ہوئی۔

ــــ تاریخ سنہ الاولیا جلد اول ص ۱۷۲ـ۱۷۳

۶ــــ حضرت حفصہ بنت حضرت عمر بن خطاب (رض) : ولادت : بعثت نبوی سے پانچ سال اور ہجرت نبوی سے اٹھارہ سال قبل ــــ وفات : جمادی الاول ۴۱ھ ہجری
آپ حضرت رسول اکرم (ص) کے عقد میں آنے سے قبل حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس عدی بن حذافہ السہمی کے نکاح میں تھیں۔

ــــ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۸/۴۳۰ـ۴۳۲

۷ــــ زید بن ثابت (رض) : نام زید، کنیت ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمن۔ القاب مقری، فرضی، کاتب الوحی، حبر الامۃ۔ صغر سن میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کو مختلف زبانوں منجملہ

عربی، فارسی، قبطی، وحبشی وغیرہ پر عبور حاصل تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے قرآن کریم کی کتابت کی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی آپ قرآن کی تدوین اور ضبط تحریر میں لانے والوں میں ایک تھے۔ علم قرأت وعلم فرائض پر بھی عبور تھا، عہد حضرت عمرؓ میں قاضی ہوئے۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا معروف ہے کہ قرآن کی آخری نازل ہونے والی آیت آپ ہی نے لکھی۔ آپ کتابت وحی کے علاوہ حضرت پیغمبر (ص) کے خطوط بھی لکھا کرتے تھے جو سلاطین کو ارسال کیے جاتے تھے۔ آپ کا انتقال تقریباً ۵۶ سال کی عمر میں ۴۵ھ میں ہوا۔

صفحہ ٦ : خط کشیدہ عبارت کتاب تمدن عرب جلد اول ص ۳۹۷ ـــ ۳۹۸ سے ماخوذ ہے۔

۸ ـــ یحیٰ نحوی : اس کا نام ثامس طیوس تھا۔ مصر کے شہر اسکندریہ کا باشندہ اور شاواری کا شاگرد تھا۔ مصر کے ایک گرجا گھر میں پادری تھا اور فرقہ یعقوبیہ سے جو عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے، منسلک تھا۔ یحیٰی بے شمار کتابوں کا مصنف ومترجم ہے۔ اس نے فلسفہ، طب، منطق اور صرف ونحو میں کئی قابل ذکر کتابیں تالیف کرنے کے علاوہ ارسطو اور جالینوس کی کتابوں کے ترجمے بھی کیے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص (رض) کے فتح مصر کے وقت وہ باحیات تھا۔

تاریخ الحکما ص ۴۵۷ ـ ۴۶۴ ؛ الفہرست ابن الندیم۔ ترجمہ اردو: محمد اسحٰق بھٹی ص ۵۹۸

۹ ـــ جسٹینین : مشرق کا شاہنشاہ تھا۔ اُس نے اُس معروف قانون کو جمع کیا جو آج تک اس کے نام سے مشہور ہے۔ سال ولادت ۴۸۳ء سال وفات ۵۶۵ء۔

ـــ تمدن عرب ص ۱۵۸

۱۰ ـــ ارسطو (۳۸۴ ق م ـ ۳۲۲ ق م) مشہور فلسفی، شمالی یونان کے شہر، ستاگیرا میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ سکندر اعظم کے دادا کا درباری طبیب تھا۔ ارسطو کے والدین اس کے بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔ سترہ سال کی عمر میں وہ ایتھنز آیا۔ یہاں اس نے افلاطون کی مشہور اکادمی میں تعلیم حاصل کی، پھر وہ اسی اکادمی میں معلم ہوگیا۔ وہ افلاطون کا بڑا معتقد تھا۔ افلاطون کی وفات کے بعد وہ اکادمی سے علیحدہ ہوگیا اور ایشیائے کوچک کے ساحل پر لیسبوس کے جزیرے کے بالمقابل واقع شہر اسوس آگیا۔ اس نے تین برس تک یہاں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے پھر وہ لیسبوس چلا گیا۔ ۳۴۲ ق م مقدونیا کے شاہ فی لپوس کی دعوت پر مقدونیا آگیا اور سکندر

کا اتالیق ہوگیا۔ اس وقت سکندر کی عمر تقریباً چودہ برس تھی۔ سکندر کی تخت نشینی کے بعد وہ پھر ایتھنز آگیا۔ یہاں اس نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس نے مدرسہ میں کتب خانہ اور میوزیم بھی قائم کیا۔ اس کی حیثیت استاد، محقق، مفکر اور مصنف کی ہے۔ اس کا انتقال جزیرۂ ایوبوئیا کے شہر خالکس میں ہوا۔ اس کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں بوطیقا کا تعلق ادب سے ہے جس کا اردو میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ مشاہیر ادب یونانی (قدیم دور) ص ۶۰-۷۰،

ارسطو کی کتاب "سیاسیات ارسطو" کا اردو ترجمہ سید نذیر نیازی نے کیا جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کیا۔ اس ترجمہ کی اساس IMMANUAL BEKKER کی مرتبہ اور WILLIAM ELLES کی مترجمہ کتاب ہے۔ (مغرب سے نثری تراجم ص ۲۹۲)

۱۱۔ <u>جالینوس</u> : قسطنطنیہ کے قریب واقع ایک شہر فرغامس میں حضرت عیسیٰ (ع) سے ۵۹ سال اور بقراط کی وفات سے ۶۶۵ سال بعد متولد ہوا۔ اس کا شمار یونان کے اطبائے کبار میں ہوتا ہے۔ اس نے علوم منطق، طب، ریاضی، ہندسہ اور فلسفہ وغیرہ کی تعلیم سترہ سال کی عمر میں مکمل کرلی تھی۔ بقراط سے بے حد متاثر تھا اور اس کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ علم تشریح و جراحی میں بھی اسے مہارت حاصل تھی۔ اس نے طب، منطق، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ علوم میں بے شمار کتابیں تالیف و تصنیف کیں جن میں سے اکثر و بیشتر کا صرف نام ہی ملتا ہے۔ اس کی تصنیف کردہ کتابوں میں چند کے نام یہ ہیں :

کتاب بنکیس۔ اس میں جالینوس نے اپنی تصنیفات کی فہرست درج کی ہے۔

کتاب المراتب القرأۃ۔ کتاب الفرق، کتاب الصناعۃ الصغیرہ، کتاب النبض الصغیر، شفاء الامراض، کتاب فی العظام، کتاب فی العضل، کتاب فی العصب، کتاب فی العروق، کتاب العلل والاعراض وغیرہ۔ جالینوس نے بقراط کی کئی کتابوں کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ کتاب خانہ رضا رام پور میں "مجموعۂ سبع رسائل" کے نام سے سات رسالوں کا ایک مجموعہ موجود ہے جس میں جالینوس کے پانچ رسالے ملتے ہیں۔ پہلا رسالہ تحریم الدفن ہے۔ دوسرا رسالہ فی معرفۃ الطب وانقسامہ۔ تیسرا رسالہ فی اساس الطب۔ چوتھا رسالہ الطبائع صفۃ خلق الانسان اور پانچواں رسالہ فی البول ہے۔ مؤخر الذکر رسالے کا ایک اور نسخہ اسی مجموعے

کے آخر میں ملتا ہے۔ جبکہ تحریم الدفن کا دوسرا نسخہ اسی کتب خانے میں موجود حکیم محمد یوسف بن عبداللطیف طبیب کے رسالے صادقیہ شرح قبریہ (سنہ تصنیف ۹۵۴ھ) کے ہمراہ مجلد ہے۔ اس رسالے میں مردے کو دفن کرنے میں تاخیر کرنے کے طبی دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

— فہرست کتب عربیہ کتاب خانۂ رضا مجلد ثالث ص ۱۵۵، ۱۸۵ و ۱۸۹

۱۲— ڈیاس گریڈس: مشہور یونانی طبیب اور علم نباتات کا جاننے والا تھا، اس نے بعض معتبر کتابیں خواص ادویہ بنانے پر لکھی ہیں۔ اس کا زمانہ ۲۰۰ء تھا۔ — تمدن عرب ص ۳۹۹

۱۳— ابن اثال: دمشق کا نامور عیسائی طبیب، امیر معاویہ (رض) کا ملازم۔ اس کو زہر یلی ادویات کی تیاری اور شناخت میں بڑا ملکہ تھا۔ اپنے فن کی مہارت کے سبب حضرت امیر معاویہ (رض) سے تقرب ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی کے ذریعے سے بہت خطرناک دشمنوں کا کام تمام ہوا کرتا تھا۔ یہ خالد بن ولید (رض) کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ — قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۸

— ترجمہ اردو عیون الانبا فی طبقات الاطبا، جلد اول ص ۲۳۱-۲۳۷

۱۴— حکیم ماسرجویہ: یہ بصرہ کا رہنے والا یہودی تھا اور سریانی جانتا تھا۔ اس نے اہرن اعین (اہرون الاسکندرانی) معروف بہ اہرون القس کی کتاب کناش کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کی تصانیف میں کتاب فی الغذا اور کتاب فی العین کے نام ملتے ہیں۔ اس کے بیٹے عیسیٰ کی بھی طب کے موضوع میں تالیفات ہیں۔

— تاریخ ادبیات در ایران جلد اول (باب سوم) ص ۱۱۱

— ترجمہ اردو عیون الانبا فی طبقات الاطبا، جلد اول ص ۳۰۵

۱۵— جمال الدین قفطی (م ۶۴۶ھ/ ۱۲۴۸ء) جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبدالواحد الشیبانی القفطی ۵۶۸ھ/ ۱۱۷۲ء میں قفط میں پیدا ہوا۔ اس کے والد یوسف (م ۶۲۴ھ) اسی جگہ ملازمت سے منسلک تھے۔ جمال الدین نے ابتدائی تعلیم قاہرہ کے مدرستہ العلوم میں حاصل کی اور علوم مروجہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، ہیئت، ہندسہ، منطق اور تاریخ کا مطالعہ کیا۔ اس کے والد جب بیت المقدس کے قاضی بن کر وہاں گئے تو جمال الدین بھی ان کے ہمراہ بیت المقدس گیا اُس وقت وہ پندرہ برس کا تھا۔ شہر پر الملک العادل کے قبضے

کے بعد اس کے والد وہاں سے حرّان چلے گئے۔ یہاں اسے وزارت کا عہدہ ملا لیکن وہ بہت جلد اس سے الگ ہو کر حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ حج کے بعد وہ یمن چلے آئے۔ اس طرح جمال الدین بھی اپنے والد کے ہمراہ ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرتا رہا لیکن تعلیم اور مطالعہ پر اس کی خاص توجہ تھی۔ جمال الدین نے کچھ دنوں تک حلب میں مہتمم صیغۂ مالیات کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کی حیثیت علمی اعتبار سے بہت بلند ہے۔ اس نے کئی کتابیں تالیف کیں جن میں تاریخ الحکما کافی مشہور ہے۔ اس کتاب کا انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے ۱۹۴۵ء میں اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے جسے ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے کیا ہے۔

۱۶۔۔۔ ابن الندیم (م ۳۸۰ھ) ابوالفرج محمد بن اسحاق الوراق البغدادی المعروف بہ ابن الندیم والندیم کا شمار ماہر فن کتابیات و کتاب شناس میں ہوتا ہے۔ اس کا تعلق چوتھی صدی ہجری سے ہے اور اس کی شہرت کی وجہ اس کی کتاب الفہرست ہے۔ یہ فہرست بقول ابن الندیم: عرب و عجم کی تمام اقوام کی کتابوں کی (منتخب) فہرست ہے جو انھوں نے عربی زبان میں مختلف علوم و فنون میں یادگار چھوڑی ہیں۔ اس میں کتابوں کے نام، مصنفین کتب کے حالات، ان کے طبقات، ان کے نام و نسب، تاریخ ولادت، مدت حیات، وفیات، ان کا وطن، مناقب و مثالب اور ہر علم کے آغاز سے ہمارے زمانے ۳۷۷ھ تک اس کی ترقی کا بیان ہے"

یہ کتاب اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

ملاحظہ کریں: مقالہ ـــ ابن الندیم الوراق اور ان کی کتاب الفہرست

از: محمد عبدالحلیم چشتی، فکر و نظر (اسلام آباد) ج ۳۲ ش ۲ (اکتوبر دسمبر ۱۹۹۴ء) ص ۲۱-۴۴

۱۷۔۔۔ ہارون الرشید (۱۴۵ھ/۷۶۳-۱۹۳ھ/۸۰۸ء) خلفائے بنی عباس کا پانچواں خلیفہ۔ اس کا پورا نام ہارون بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ بائیس برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ بیت الحکمت جیسا معروف ادارہ اسی کا قائم کردہ تھا جس نے بعد میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کے دربار سے بھی بڑے بڑے علماء و ادبا وابستہ تھے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

ــ الہارون، مترجمہ و مولفہ مصباح الدین احمد بینکی، مطبوعہ قومی پریس دہلی ۱۳۱۹ھ

ـــ خلیفہ ہارون الرشید اور اس کا عہد : رئیس احمد جعفری (ندوی)

مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۶۰ء ، اشرف پریس لاہور۔

ـــ شبلی : المامون جلد دوم ۱۳۰۷ھ

۱۸ـــ بیت الحکمت : ایک علمی ادارہ جس کی بنیا د خلیفہ مامون نے جندی شاپور کی قدیم درس گاہ کی طرز پر بغداد میں رکھی تھی۔ اس کا بنیادی مقصد یونانی زبان کی فلسفیانہ اور علمی تصانیف کا عربی میں ترجمہ کرانا تھا۔ ادارے کے ناظم سہل بن ہارون اور سلم تھے اور سعید بن ہارون ان کا معاون تھا۔ ادارے میں مترجمین کی ایک جماعت مشغول کار تھی جن میں مشہور بنوالمنجم تھے علاوہ ازیں خوشنویسوں اور جلد سازوں کی بھی بڑی تعداد مصروف کار تھی۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں : اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۵/۱۹۳-۱۹۴

۱۹ـــ یحییٰ : ابوالفضل یحییٰ بن خالد برمکی ۱۱۹ یا ۱۲۰ ہجری میں ہشام بن عبدالملک کے عہد میں پیدا ہوا۔ بڑا ہو کر ہارون الرشید کا اتالیق اور پھر وزیر بنا۔ یحییٰ بڑا ذکی اور علم وفضل والا تھا۔ اس کا انتقال ۱۹۰ھ میں ستر برس کی عمر میں ہوا۔ یحییٰ کے علمی کارنامے بھی کچھ کم نہیں۔ اس نے سنسکرت، فارسی اور یونانی زبانوں کی مفید کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے کروائے، مجلس مناظرہ کا اہتمام کیا اور علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کا ایک عظیم کتب خانہ بھی تھا۔

ـــ البرامکہ : مصنفہ محمد عبدالرزاق کانپوری ص ۱۵۵-۲۶۰

۲۰ـــ مامون الرشید (۱۷۰ ـــ ۲۱۸ھ) عباسی خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) کا بیٹا اور ولی عہد ۱۹۸ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے عہد میں علوم وفنون کی نمایاں ترقی ہوتی اور مختلف علوم وفنون کی دیگر زبانوں کی کتابوں کے عربی میں تراجم ہوئے۔ بڑے بڑے علماء وفضلا اس کے دربار سے وابستہ تھے اور بیت الحکمۃ میں تصنیف وتراجم کے کاموں میں مشغول تھے۔

ـــ المامون : مولانا شبلی نعمانی مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ (۱۸۸۹ء)

۲۱ـــ ابوالفرج اصفہانی (م ۳۵۶ھ) ابوالفرج علی بن الحسین الاصفہانی چوتھی صدی کا زبردست

عالم اور آل بویہ کا معاصر تھا۔ اس کی معروف کتاب الاغانی ہے۔ اس کتاب میں شعرا اور موسیقی دانوں کا تذکرہ ہونے کے ساتھ اس عہد کے امرا اور اہم شخصیات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ایران میں اس کا فارسی ترجمہ بھی شائع ہوا ہے جسے ڈاکٹر محمد حسین مشایخ فریدنی نے کیا ہے۔

— الفہرست ابن الندیم ص ۲۶۵

۲۲— قابوس وشمگیر (م ۴۰۳ھ) شمس المعالی قابوس بن وشمگیر بن زیار دیلمی کا شمار خاندان زیاری کے امرا اور معروف ادبا میں ہوتا ہے۔ عضدالدولہ کے عہد میں وہ گرگان کا حاکم تھا۔ ۴۰۳ھ میں مخالفین کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔

اس کی معروف کتاب کمال البلاغہ ہے جو اس کے رسائل پر مشتمل ہے۔ اس کے فارسی اور عربی اشعار بھی ملتے ہیں۔ گنبد قابوس میں اس کی قبر ہے۔ یہ عمارت اسی کی بنوائی ہوئی ہے اور ایران کی چوتھی صدی ہجری کی عمارتوں میں ایک اہم عمارت ہے۔ یہ گرگان میں واقع ہے۔

۲۳— بنو حمدان: ۳۳۰ھ میں حلب میں بنو حمدان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس سلسلہ کی سب سے مشہور شخصیت سیف الدولہ کی ہے جو سیف و قلم دونوں کا دھنی تھا۔ اس کے دربار سے بڑے بڑے حکما اور علما و شعرا مثلاً فارابی و متنبی وغیرہ وابستہ تھے۔

۲۴— آل بویہ: ایران کا ایک حکمران خاندان جو ۳۲۲ھ سے ۴۴۷ھ تک تقریباً ۱۲۵ سال حکمراں رہا ہے۔ مورخین عجم اس کو دیالمہ بھی کہتے ہیں۔

۲۵— بوعلی سینا: شیخ الرئیس بوعلی سینا کا شمار اپنے وقت کے طبیبوں، حکیموں اور فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ سینا کی ابتدائی پرورش و پرداخت بخارا میں ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تکمیل کر لی اور سامانی بادشاہ نوح بن منصور کا علاج کرنے کے بعد وہ مامونوں کے دربار میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے خوارزم چلا جاتا ہے۔ جہاں خوارزم شاہ علی بن مامون حاکم تھا۔ اس کے درباریوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ گرگان کے بعد رے اور ہمدان جاتا ہے۔ ہمدان میں تقریباً نو سال قیام کے دوران شمس الدولہ دیلمی کو مرض قولنج سے نجات دلاتا ہے۔ اس طرح وہاں وزارت کے عہدے تک پہنچتا ہے۔ شمس الدولہ کے بعد اس کے بیٹے کی حکومت کے دوران علاء الدولہ کاکویہ سے خط و کتابت کے الزام میں قید خانہ جانا پڑتا ہے۔ جیل سے رہائی کے

بعد اصفہان پہنچتا ہے اور علاء الدولہ کاکویہ کی خدمت میں رہتا ہے۔ ۴۲۸ھ میں جب شیخ الرئیس، علاء الدولہ کے ساتھ ہمدان جاتا ہے تو وہیں اس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ شیخ الرئیس کا مزار ہمدان میں ہے۔

بوعلی سینا کی بے شمار تالیفات ہیں۔ اس کی کتابوں کی تعداد ۲۴۰ تک بتائی جاتی ہے۔ اس کے آثار کا دنیا کی دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بوعلی سینا کی معروف کتابوں میں کتاب شفا، قانون، اشارات، نجات، دانش نامۂ علائی وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

۲۶ــ عضدالدولہ : خاندان بنو امیہ کا بادشاہ تھا۔ ستمبر ۹۷۸ء مطابق ۳۶۶ھ میں فارس و عراق کی حکومت پر اپنے باپ رکن الدولہ کا جانشین ہوا۔ پھر اپنے چچازاد بھائی عزالدولہ فخرالدولہ کو ۹۷۸ء مطابق ۳۶۶ھ میں قتل کیا اور اس کے بجائے خلیفہ الطائع باللہ خلیفۂ بغداد کے عہدۂ وزارت یا امیرالامرائی کا منصب دار ہوا۔ حضرت علی علیہ السلام کا روضہ نجف اشرف میں تعمیر کرایا اور بغداد اور دوسرے مقدس شہروں میں عالی شان عمارتیں بنائیں۔ دوشنبہ ۲۷ مارچ ۹۸۳ء مطابق ۸ شوال ۳۷۲ھ بہ عمر ۴۷ سال انتقال کیا۔ اس کے جنازے کی نماز خلیفۂ وقت نے پڑھائی۔ ــ قاموس المشاہیر ۲ / ۸۵

المقدسی نے عضدالدولہ دیلمی کا کتب خانہ شیراز میں دیکھا تھا۔ اس کتب خانے کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ عضدالدولہ کے عہد تک مختلف علوم و فنون کی ایسی کوئی کتاب نہ ہو گی جو تالیف ہوئی ہو اور اس کا نسخہ اس کے کتب خانے میں نہ ہو۔ ہر علوم کی کتابوں کے لیے ایک کمرہ مخصوص تھا۔

ــ تاریخ ادبیات در ایران جلد اول (باب سوم) ص ۲۶۱

۲۷ــ سیف الدولہ : ابوالحسن علی [بن عبداللہ] بن حمدان، حمدانی خاندان کا عظیم ترین حکمران اور امیر حلب، اپنی فوجی سرگرمیوں، یونانیوں سے کش مکش اور علما اور فضلا کی سرپرستی کے لیے مشہور تھا۔ وہ ۳۰۳ھ/۹۱۵ ــ ۹۱۶ یا ۳۰۱ھ میں پیدا ہوا اور ۳۵۶ھ میں حلب میں بہ عارضۂ حبس البول وفات پائی۔ اسے میا فارقین میں اس کی والدہ کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

وہ دور اندیش، شجاع، فیاض اور مدبر حکمران تھا۔ اس کے علاوہ شعر و شاعری کا

بھی شوق رکھتا تھا۔ اس نے علم وادب کی سرپرستی بھی کی۔ اس کے دربار سے فارابی جیسا باکمال دانشور وابستہ تھا۔ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی کا خود نوشت نسخہ اسے پیش کیا تھا اور متنبی جیسے عظیم شاعر نے اس کی مدح وستایش کی ہے۔

ــــ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۱۱/۵۲۲ ــ ۵۲۵

۲۸ــــ ابونصر محمد بن محمد الفارابی (م ۳۳۹ھ) فارابی کا شمار ایرانی فلسفہ دانوں میں ہوتا ہے۔ وہ ماوراء النہر کے ایک چھوٹے سے شہر فاراب میں ۲۵۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے آباواجداد کا پیشہ سپہ گری تھا لیکن فارابی کو اس سے چنداں رغبت نہ تھی وہ حصول علم کے لیے بغداد گیا۔ وہاں اس نے عربی زبان اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی، نیز ارسطو کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد وہ حلب اور دمشق گیا۔ وہاں سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان (م صفر ۳۵۶ھ) کے دربار سے وابستہ ہوکر تصنیف وتالیف کے کاموں میں مشغول ہوگیا۔ فارابی کو ارسطو کی کتابوں کی شرح لکھنے کی وجہ سے "معلم ثانی" کے خطاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے عہد کے تمام علوم میں استاد تھا۔ اس نے ریاضی، موسیقی، طب وغیرہ میں بیشمار کتابیں تالیف وتصنیف کی ہیں۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب حکمائے اسلام میں فارابی کی ۱۱۳ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ ــــ حکمائے اسلام ص ۱۰۸ ــــ ۱۲۱

صفحہ ۱۰ : خط کشیدہ عبارت رسائل مولانا شبلی ص ۲۹ سے ماخوذ ہے۔

۲۹ــــ ابن مقلہ (۲۷۲ ــــ ۳۲۸ھ) اس کا پورا نام، ابوعلی محمد بن علی بن حسین بن مقلہ بیضاوی اور لقب 'قدوۃ الکتاب' ہے۔ وہ عباسی خلیفہ مقتدر باللہ (حک: ۲۹۵ ــــ ۳۲۰ھ) کا وزیر تھا۔ وہ دیگر علوم وفنون میں مہارت وتبحر رکھنے کے علاوہ خطاطی اور خوش نویسی میں شہرۂ آفاق ہے۔ اس نے خط کوفی میں مہارت دکھانے کے علاوہ چھ دیگر خطوط ثلث، نسخ، ریحان توقیع، رقاع اور محقق کی ایجاد کی۔ عباسی خلیفہ الراضی باللہ کے حکم سے اسے ۳۲۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔ ابن مقلہ کا لکھا ہوا مصحف شریف کا ایک نادر مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ جو خط نسخ میں ہے اور ۹۳۹ء/۳۲۸ھ سے دو تین سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں :

— تذکرۂ خوش نویسان : غلام محمد ہفت قلمی ص ۲۲-۲۳-۲۴

— صحیفۂ خوش نویسان : احترام الدین شاغل عثمانی ص ۲۶-۳۳

— تاریخ مختصر خط و سیر خوش نویسی در ایران : ص ۶۶-۶۸

— تذکرۃ الکاتبین : غلام محمد ہفت قلمی (قلمی) ص ۵

۳۰— ابن بوّاب (م ۴۲۳ھ) ابن مقلہ کے بعد خطاطی اور خوش نویسی میں دوسرا بڑا نام ابن بوّاب کا ہے اس کا پورا نام ابوالحسن علاء الدین علی بن ہلال معروف بہ ابن بوّاب ہے۔ ابن بوّاب نے خط نسخ کی تہذیب و تزئین و تنقیح کی اور اس کے لیے اصول و قواعد وضع کیے۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں۔

— تذکرۂ خوش نویسان غلام محمد ہفت قلمی ص ۲۲-۲۳

— صحیفۂ خوش نویسان احترام الدین شاغل ص ۷-۹

— تاریخ مختصر خط . . . علی راہجیری ص ۷۰-۷۱

صفحہ ۱۱ : خط کشیدہ عبارت، رسائل مولانا شبلی ص ۳۳-۳۴ سے ماخوذ ہے۔

۳۱— شاپور بن اردشیر : ابونصر شاپور بن اردشیر نے جو صمصام الدولہ و بہاء الدولہ دیلمی کا وزیر تھا، ۳۸۳ھ میں بغداد میں دارالعلم قائم کیا۔ اس دارالعلم میں ایک عظیم کتب خانہ بھی تھا جو ۴۴۷ھ میں بغداد پر سلاجقہ کے قبضے کے دوران تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کتب خانے میں دس ہزار سے زائد کتابیں تھیں۔ — تاریخ ادبیات در ایران، جلد اول (باب سوم) ص ۲۶۲

۳۲— ابوریحان بیرونی (۳ ذی الحجہ ۳۶۲ھ — ۲ رجب ۴۴۰ھ) بیرونی کا شمار حکمائے اسلام بالخصوص ریاضی دانوں میں ہوتا ہے۔ وہ خوارزم میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد شمس المعالی قابوس بن وشمگیر (م ۴۰۳ھ) کے دربار سے وابستہ ہو گیا اور اس بادشاہ کے نام پر ۳۹۱ھ میں کتاب آثار الباقیہ تالیف کی۔ وہ پھر خوارزم واپس آ گیا اور یہاں خوارزم شاہیان آلِ مامون کے دربار سے منسلک ہو گیا۔ دربار میں اس کو بڑا احترام حاصل تھا جب سلطان محمود غزنوی نے گرگانج کو فتح کیا تو بیرونی کو بھی اپنے ساتھ غزنین لے گیا۔ ابوریحان بیرونی سلطان محمود غزنوی کی ہندوستان پر لشکر کشی کے دوران اس کے ساتھ تھا اور یہاں اس نے

ہندوستانی علما سے تعلقات بڑھائے اور ان کے علوم و عقائد سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس نے سنسکرت سیکھی۔ علاوہ ازیں اسے عبرانی اور سریانی زبانوں سے بھی کسی قدر واقفیت تھی۔ لیکن اسے عربی اور فارسی پر مکمل عبور تھا۔ وہ اپنے عہد کا نابغہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے ہیئت، نجوم، تاریخ و جغرافیہ اور طب وغیرہ میں کئی اہم تالیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ اس کی معروف کتابیں یہ ہیں: ہندوؤں کے عقائد کے بیان میں تحقیق ماللہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ، ہیئت و نجوم میں قانون مسعودی، الدستور، الجماہر فی معرفۃ الجواہر، التفہیم لاوائل صناعۃ التنجیم، آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ۔

۔ معجم الادبا جلد ششم؛ اخبار الحکماء شہرزوری؛ طبقات الاطبا۔ ابن ابی اصیبعہ؛
۔ تتمۃ صوان الحکمۃ؛ مختصر الدول؛ مشاہیر عالم از ماسٹر عبداللہ خاں؛ حکمائے اسلام حصہ اول از مولانا عبدالسلام ندوی؛ قاموس المشاہیر جلد اول؛
۔ فرہنگ ادبیات فارسی از زہرا خانلری؛ تاریخ ادبیات در ایران ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا۔

۲۳۔ ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) مشہور سیاح۔ اس کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ تھا۔ وہ طنجہ میں پیدا ہوا لیکن عمر کا زیادہ تر حصہ سیر و سفر میں گزارا اور مصر و شام، فلسطین، مکہ، ایشیائے صغیر، ایران، افغانستان، ہندوستان اور چین وغیرہ کے سفر کیے اور ۷۵۴ھ میں مراکش واپس آ گیا اور اپنا سفرنامہ مکمل کیا۔ اس کا سفرنامہ تحفۃ النظار و غرایب الامصار یا رحلۃ ابن بطوطہ کے نام سے مشہور ہے جس کا اردو اور فارسی ترجمے ہو چکا۔

۔ فرہنگ ادبیات فارسی ص ۱۱

۲۴۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ ۔ ۱۰۳۷ھ) بیجاپور کا بادشاہ۔ اپریل ۱۵۸۰ء مطابق صفر ۹۸۸ھ میں نو برس کچھ مہینے کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کی ذاتی کوششوں سے بیجاپور علم و ادب کا ایک مستقل مرکز بن گیا۔ محمد قاسم فرشتہ اسی کے دربار سے وابستہ تھا۔ ظہوری اور ملک قمی جیسے باکمال شاعر و نثرنگار بھی اسی کے درباریوں میں شامل تھے۔ ۴۸ سال کی طویل حکمرانی کے دور میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے بے شمار علمی، ادبی اور تاریخی کام انجام دیئے۔ فرشتہ نے اس کے اوصاف نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اسے خوش نویسی،

موسیقی اور شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ فارسی اور دکھنی زبانوں میں شعر کہتا اور موسیقی میں ایک بلند پایہ کتاب نورس تصنیف کی جو دکھنی زبان کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے خطاطی کے نمونے سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں محفوظ ہیں جنہیں پروفیسر نذیر احمد صاحب نے شاہ خلیل اللہ خوشنویس پر اپنے مضمون کے ساتھ شائع کر دیا ہے ۔ قاموس المشاہیر ۱/ ۱۶-۱۷ ۔ نذر ذاکر، ۴۲۳-۴۴۴ ۔ تحقیقی مطالعے از پروفیسر نذیر احمد ص ۳۶-۳۸

۳۵۔ کتاب نورس: علم موسیقی سے متعلق دکھنی زبان میں ایک مختصر منظوم کتاب ہے۔ اس کا پورا نام 'کتاب نورس' ہے۔ اس میں راگ، راگنیوں کی تصریح اور عنوان کے تحت ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گیت لکھے گئے ہیں۔ ہر گیت کا موضوع مختلف ہے۔ سال تصنیف کا علم نہیں لیکن پروفیسر نذیر احمد صاحب نے بعض قرائن کی بنا پر اس کا سنہ تکمیل ۱۰۰۵ھ اور ۱۰۰۸ھ کے درمیان بتایا ہے۔ ملک قمی اور ظہوری نے اس کتاب کا دیباچہ فارسی میں لکھا لیکن ظہوری کا دیباچہ بہت مشہور ہوا۔ پروفیسر نذیر احمد صاحب نے نو مختلف مخطوطات کی مدد سے اس کا اصل متن اور ترجمہ تیار کیا جو شائع ہو چکا ہے۔

رام پور رضا لائبریری میں بھی اس کتاب کا ایک نسخہ ہے جو ۱۲ محرم ۱۲۸۴ھ/ ۱۷ مئی ۱۸۶۷ء بمقام کلکتہ، عبدالحلیم کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں ۳۷ صفحات ہیں۔ ۔ تحقیقی مطالعے ص ۳۶-۷۰ و ۷۱-۸۸

۳۶۔ رضا لائبریری رام پور میں بابر کے ترکی دیوان کا جو نسخہ موجود ہے وہ چھوٹے سائز پر ہے اور اس کا سال کتابت ۹۳۵ھ ہے۔ سر ورق پر ۹۶۵ھ کی بیرم خاں کی تحریر ہے۔ صفحہ ۲۰ پر جہاں کتاب ختم ہوتی ہے، ترکی میں ایک رباعی خود بابر کے قلم سے لکھی ہوئی ہے جس کے حاشیے پر شاہجہاں کی یہ یادداشت موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تحریر بابر کی ہی ہے۔

این رباعی ترکی و اسم مبارک بہ تحقیق خط اعلیٰ حضرت، فردوس مکانی بابر بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ است، حررہ شاہ جہان بن جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ بن ہمایوں بادشاہ بن بابر بادشاہ۔

دیوان کے آخری صفحہ پر مختلف امرا کے دستخط اور تحریریں بھی موجود ہیں۔ رضا لائبریری جرنل

شمارہ ۳ (۱۹۹۶ء) میں اس نسخے

۳۷ — منتخب عزیزی: یہ اخلاق و سیاست میں محمد عزیز الدولہ بن جہاندار شاہ بن محمد معظم شاہ معروف بہ عزیز الدین ابو العدل عالمگیر ثانی کی تالیف ہے جو فارسی میں ہے۔ لائبریری میں موجود مخطوطہ حافظ محمد علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کی تاریخ کتابت ۱۱۰۷ھ ہے اور اوراق کی تعداد ۶۶۳ مخطوطے کا نمبر ۱۸۰۱ ہے۔ — فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۵۵۴

۳۸ — سواطع الالہام: یہ ابو الفیض فیضی فیاضی (م ۱۰۰۴ھ) کی تصنیف ہے۔ سواطع الالہام عربی میں پورے کلام پاک کی بے نقط تفسیر ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۰۰۲ھ ہے جس کی تاریخ معمائی کاشی نے سورۂ اخلاص سے نکالی ہے۔ اس کے صلے میں اسے دس ہزار روپیہ انعام ملا تھا — رضا لائبریری رام پور میں بخط نسخ اس کا ایک مکمل و مجلد خوش خط مخطوطہ موجود ہے۔ یہ تفسیر مطبع منشی نولکشور لکھنؤ سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۹ — میر غلام علی آزاد بلگرامی: میر غلام علی آزاد بلگرامی بارہویں صدی ہجری کی ہندوستان کی ایک نامور شخصیت ہے۔ آپ ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ / ۹ جون ۱۷۰۴ء کو محلہ میدان پورہ، بلگرام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام میر سید نوح (م ۱۱۲۵ھ) ہے۔ ابتدائی تعلیم بلگرام میں ہی حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں میر عبد الجلیل بلگرامی، میر طفیل محمد بلگرامی، شیخ عبد الوہاب طنطاوی، شیخ محمد حیات سندھی مدنی اور سید محمد شاعر بلگرامی کا نام نمایاں ہے جن سے آزاد نے مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ آزاد کو عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل تھا اور ان دونوں زبانوں میں شاعری کیا کرتے تھے۔ آزاد کا شمار اپنے عہد کے عظیم علما و فضلا میں ہوتا ہے۔ انھوں نے عربی اور فارسی میں کئی تالیفات یادگار چھوڑی ہیں جن میں سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، مظہر البرکات، دواوین عربی، ضوء الدراری شرح صحیح البخاری، شفاء العلیل فی اصلاح کلام ابو الطیب المتنبی، شمامۃ العنبر فی ما ورد فی الہند من سید البشر، السبعۃ السیارہ، مرآۃ الجمال وغیرہ اور فارسی میں مآثر الکرام تاریخ بلگرام، سرو آزاد، خزانۂ عامرہ، ید بیضا، غزلان الہند، سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات، دیوان، روضۃ الاولیا، شجرۂ طیبہ، شرح قطعہ نعمت خان عالی شیرازی کے علاوہ انیس المحققین اور مآثر الامرا کی ترتیب و تدوین بھی آزاد

میر غلام علی آزاد بلگرامی کی تحریر کا نمونہ　　رضا لائبریری رام پور

بلگرامی کی مرہون منت ہے۔ آزاد ۱۱۵۲ھ میں حج سے مشرف ہونے کے بعد نواب آصف جاہ کی دعوت پر دکن تشریف لے گئے اور اورنگ آباد میں قیام کیا۔ نواب نظام الدولہ شہید سے آزاد کے مراسم بڑے دوستانہ تھے۔ آزاد نے ۴۸ سال دکن میں قیام کیا اور ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ میں چوراسی سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ ان کا مزار اورنگ آباد سے ۱۸ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع خلد آباد (یا روضہ شریف) میں حسن دہلوی کے مزار کے قریب واقع ہے۔

۴۰ — میر عبدالجلیل بلگرامی : میر عبدالجلیل اپنے وقت کے نابغہ تھے۔ ان کی ولادت ۱۰۷۱ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱۳۸ھ میں شاہجہاں آباد میں ہوئی لیکن وہ اپنے وطن ہی میں دفن کیے گئے۔ انھیں عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں پر کامل عبور تھا۔ شاعری میں واسطی تخلص کیا کرتے تھے۔ اورنگ زیب کی طرف سے سندھ میں وقائع نویس اور میر بخشی گری کے عہدے پر فائز تھے۔ علوم دینیہ مثلاً حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ کے علاوہ تاریخ، موسیقی و شاعری میں بھی بڑا دخل تھا۔ آپ کی ہی تربیت کا ثمرہ تھا جو مولانا آزاد بلگرامی جیسا شخص وجود میں آیا۔ میر عبدالجلیل کے آثار میں مثنوی امواج الخیال در وصف بلگرام، گلزار فتح شاہ، طوی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر، مثنوی پدماوت، جواہر الکلام (لغت منظوم، عربی، فارسی، ترکی و ہندی) انشائے جلیل، انشائے عقد الثمین، مثنوی در جشن طوی محمد فرخ سیر، رسالہ تعریب، رسالۂ موسیقی، رسالۂ ریاض النعیم فی احوال نبی الکریم وغیرہ شامل ہیں۔

۴۱ — مولانا سید ناصر حسین صاحب : آپ مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ بروز پنجشنبہ بمقام لکھنؤ ہوئی چونکہ آپ کی پیدائش حضرت اسحاق نبی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے دن ہوئی تھی اس لیے آپ کے چچا نے آپ کا اسم گرامی اسحاق اور والد نے ناصر حسین رکھا۔ آپ کی کنیت ابو الفضل اور لقب نجم الدین ہے۔ اپنے وقت کے تمام رائج علوم میں کافی دست گاہ بہم پہنچائی تھی سولہ سال کی عمر میں منصب اجتہاد پر فائز ہوئے۔ علم کلام میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ شیعہ علما میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کی تصنیفات ہیں :

نفحات الازہار فی فضائل الائمہ (۱۲ ضخیم جلدیں)

کتاب فی اثبات رد الشمس لعلی علیہ السلام

کتاب مسئلہ فاطمہ بنت الحسین

کتاب مفرد فی مسئلہ وجواب السورہ

کتاب اسباغ النائل فی تحقیق المسائل (چند جلدوں میں) کے نام شامل ہیں۔

آپ کا کتب خانہ ناصریہ دنیا بھر میں اپنی نادر و نایاب کتابوں اور قلمی نسخوں کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ افسوس کہ اس کتب خانے کی فہرست شائع نہیں ہو سکی۔

— تذکرۂ بے بہا فی تاریخ العلما ص ۴۳۶ – ۴۴۱

○

کتب خانہ
عہد نواب علی محمد خاں

کتاب خانہ

عالی جناب ہلال رکاب شاہنشاہ کٹھیرؒ مؤید من اللہ نواب علی محمد خانؒ صاحب بہادر غازی و بت شکن طاب ثراہ۔

جس وقت بارہویں صدی ہجری کی ابتدائی تاریخ روہیل کھنڈ پر نظر ڈالی جائے تو یہ صاف طور پر نظر آئے گا کہ گو سلطنت دہلی برسوں سے مسلمانوں کے قبضہ میں تھی سنبھل، بدایوں اور امروہہ میں عمال شاہی رہتے تھے۔ مگر اس برائے نام حکومت کا کوئی بیّن اثر موجود نہیں ہے۔ بدایوں سے دو تین ہی منزل پر شمال کی طرف دیکھو تو ہمالیہ کے دامن تک ہندوؤں کی ایک ایسی سلطنت نظر آئے گی جو کبھی دہلی کی اسلامیہ سلطنت کی مطیع نہیں ہوئی اور اس کے خزانہ سے کوئی محاصل ملکی سلطنت کے بیت المال میں داخل نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کل روہیل کھنڈ مختلف جنگ جُو اور سرکش قوموں کی پناہ کے لیے ایک قدرتی قلعہ بھی نظر آئے گا جہاں نہ کوئی تمدنی نظم ہے اور نہ کوئی سیاسی قانون ہے۔ سالہا سال کی افتادہ زمین پر جنگلی خودرو درخت لہلہا رہے ہیں۔ جنگ جُو اور سرکش اور ایسی قومیں جو کبھی کسی سلطنت کی حکومت کی عادی نہیں ہیں اپنی گزر کے لیے کہیں کہیں دانے بکھیر کر مایحتاج پیدا کر لیتی ہیں۔ زمین کو جنگلی بوٹیوں کی برسوں سے قدرتی پانس مل رہی ہے۔ تھوڑے سے تردد میں سال بھر کا چین حاصل ہو جاتا ہے کچھ آوارہ گرد بنجاروں کے پڑاؤ نظر آئیں گے جو اپنے بیلوں کی پیٹھ پر ہر قسم کا اناج ملک کے ایک حصّے سے دوسرے حصّے میں پہنچاتے ہیں

اور موقع پاکر لوٹ مار سے بھی دریغ نہیں کرتے اور ایک باضابطہ حکومت کے احکام میں خلل اندازی کے لیے ہر وقت مستعد ہیں۔

ایسے ملک کے لیے ایک ایسے حکمراں کی ضرورت تھی جس کے رگ و پے میں عرب کا خون ہو اور اُس کے عادات و اخلاق میں اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر اور پرتو کامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کو کسی ملک کی سرسبزی منظور ہوتی ہے تو وہاں ایسے ہی حکمراں پیدا کر دیتا ہے چنانچہ اولادِ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نواب سید علی محمد خاں بہادر غازی و بت شکن کو غیب سے روہیل کھنڈ کی حکومت عطا ہوئی۔

نواب غفران مآب کے خصائل و عادات اطوار طریق اور طرز و روش پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی عیاں ہے کہ ذرّیت اہل بیت طاہرین کی طرح اگر ایک طرف معرکہ آرائی اور بت شکنی کا شوق ہے تو دوسری طرف خواہ مخواہ کی خوں ریزی سے بھی نفرت ہے۔ ۱۷۴۲ء میں راجہ ہرنند[۳] نے بے وجہ اور بغیر سبب کے جنگ کی چھیڑ چھاڑ کی۔ اس وقت نواب غفران مآب نے کوئی پہلو مصالحت اور رفع نزاع کا باقی نہیں چھوڑا۔ یہ خاص اثر اس قومی خون کا تھا جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی لیکن جب لڑائی کا موقع آگیا تو وہ رن پڑا جس کی داستانیں تاریخوں[۴] میں آج تک موجود ہیں۔ یہ عربی خون ہی کا تو اثر ہے کہ اس لڑائی میں دشمن کی طرف سے جو لوگ کام آئے یا زخمی ہوئے ان کو دفن کرایا اور مرہم پٹی کی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں: عبدالنبی[۴] خاں اور دلیر خاں[۵] کی لاشیں پالکی میں ڈال کر ان کے گھر بھیج دیں۔ ہندوستان میں ہزاروں معرکے ہوئے مگر کسی فاتح نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا۔

یہ عربوں ہی کی انتقام خواہ طبیعت کا جوش تھا کہ سردار داؤد خاں[۶] بہادر کے عوض کے لیے فوجوں کے پرے لے کر الموڑہ کی اُن تنگ گھاٹیوں تک دشمنوں کو بھگایا جہاں کبھی اسلامی فوجیں نہیں پہنچی تھیں اور بت خانوں کو اس طرح برباد

---

۵ حالات جنگ ہرنند مرتبہ شخصی در آنولہ بقید تاریخ واقعات بصورت روزنامچہ۔

کیا کہ آج تک وہاں کے مندروں میں اس وقت کی زخمی یادگاریں خود زبان حال سے شہادت دے رہی ہیں۔

یہ اُس عرب نژادی ہی کا سبب تھا کہ تیس سال کی حکمرانی میں گو ایک مہینے بھی جنگ و جدل سے مطمئن ہو کر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا مگر کروڑوں روپیہ تعمیر میں صرف کر ڈالے، عمارات کا شوق خاص عرب کے سلاطین کا شیوہ ہے۔ ابھی چھتر کے قلعہ پر ڈیڑھ[ـــه] کروڑ روپے صرف کر دیے گو جنرل کنہنگم اپنے تخمینہ میں اس سے کم لاگت بیان کرتے ہیں مگر کوئی اُن سے یہ تو پوچھے کہ ٹوٹے پھوٹے ڈھیروں سے تخمینہ لگانے کا انجینئری میں کون سا معیار ہے۔ خیر اگر یہاں ڈیڑھ کروڑ کی جگہ ایک ہی کروڑ روپیہ صرف ہوا تو دیکھنا چاہیے بسولی کا قلعہ پختہ سرائے، جامع مسجد، دریائے سوت کا پل، سوت کے کنارے اولیاء اللہ کے مزاروں کے عالی شان گنبد، شیش محل[x] اور سینٹ کا قلعہ، شہر پناہ، کرت[*] پور کی شہر پناہ، پختہ تالاب، محلات، جن کے اب تک ڈھیر موجود ہیں۔ عالی شان مسجد، بیل[※] پور کا قلعہ۔ آنولہ میں سید احمد کے محل، قلعہ کی عمارتیں قلعہ کے سامنے والی مسجد پکی، کٹرے کی فصیل اور تمام جنگل میں سترہ سو مسجدوں کے گنبد، جابجا عمارتوں کے ویرانے۔ فرید پور کا قلعہ وغیرہ کس عہد میں بنے اور کس سلطان کے حکم سے تیار ہوئے اور اُن کی لاگت کا کیا تخمینہ کیا جائے۔

سلطنت کو بھی خدا نے کیا قوت عطا کی ہے کہ والی ملک کے رنگ میں ہر فرد بشر رنگ جاتا ہے۔ اہل کاروں نے بھی عمارتیں بنانا شروع کر دیں۔ بریلی میں مان[xx] رائے کا کٹرہ موجود ہے۔ مراد آباد میں کان مل کے وسیع محل ابھی سلامت ہیں[ـــه]۔ ان عمارتوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ جس گھر کے ادنیٰ سے دیوان کے یہ شاہانہ ٹھاٹھ تھے تو خود اس کے مالک [آقائے] سلطنت کی کیا شان ہو گی۔ آثار قدیمہ کی نگہداشت کا بھی یہ پاس و لحاظ تھا کہ

ـــه بریلی گزیٹر ص ۸۲۳ ٥ بدایوں گزیٹر ص ۱۴۳ x بدایوں گزیٹر ص ۱۴۶ * بجنور گزیٹر ص ۴۳۹

※ بریلی گزیٹر ص ۵۰۳ ـــه بریلی گزیٹر ص ۷۵۳ xx بریلی گزیٹر ص ۷۲۱

امروہہ کی سدّو والی مسجد بنائی تو معزالدین کیقباد نے مگر اس کی مرمت کا فخر نواب غفران مآب کو حاصل ہوا۔

ملک کی سرسبزی کا اس قدر خیال تھا کہ آنولہ کے متصل نہر بھی نکالی۔ یہ نہر آنولہ کے نیچے ہی ہے اور نواب ندی کے نام سے معروف ہے۔ غرضکہ جس پہلو سے اس عظیم الشان سلطنت پر نظر ڈالیے، ہر ایک پہلو سے وہی عربی خوبو نظر آئے گی۔

انتظام ملک میں عہدہ داروں کو دیکھو۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاںؒ جیسا عالم وفاضل اور مرد میدان دیوان کل ہے۔ سردار خاں کمال زئی اور شیخ سعادت اللہ بدایونی بخشی الممالک محمد سعادت اللہ خاں بہادر کے لقب سے بخشی فوج ہیں۔ راجہ کنور سین بخشی دوم ہیں۔ راجہ مان رائے دیوان کل کے پیش کار اور راجہ کلیان چند دیوان سلطنت ہیں۔ دولا ساہ خزانچی ہیں جن کی وجہ سے چندوسی ایک ادنیٰ گانوں کے درجہ سے شہر بلکہ تجارت کی منڈی ہو گیا۔ راجہ بخت* مل ہلدور والے اسی سلطنت کی چکلہ داری کی بدولت راجہ کہلائے اور اب تک ان کی اولاد میں یہ خطاب باقی ہے۔

سرداروں میں ملا محسن خاں امان زئی۔ دوندے خاں، بشارت خاں، پائندہ خاں اکوزئی، خان زادہ کاظم خاںؒ شیدا خٹک، صدر خاں، عبدالستار خاں، پرسول خاں وغیرہ اپنے وقت کے رستم موجود ہیں۔

حکماء میں سید احمد گیلانی، حکیم فیض محمد، مولوی سید** دائم علی وغیرہ وغیرہ۔ دُور دُور کے طبیب دربار کا زیور بن رہے ہیں۔ شعر و شاعری کا یہ چرچا تھا کہ زرگر بھی شاعر ہو گئے۔ میر بلہو صنعت کا کلام اس کا شاہد عادل ہے۔ شکوہ سلطنت میں سرخ بانات کے خیمے بھی موجود جو خاص سلاطین تیموریہ کا دستور تھا۔

درویشوں میں سید محمد معصوم نومحلے والے، سید حسن شاہ ابن علی شاہ وغیرہ حاضر ہیں۔

ﮥ بریلی گزیٹر ص ۵۲۳ ○ تاریخ اصغری امروہہ ص ۱۱۱ × تذکرہ حکومت المسلمین مولفہ وحید الدین بدایونی ⁕ بجنور گزیٹر ص ۳۳۴ ※ مرادآباد گزیٹر ص ۱۸۵ ﮥ تاریخ اخبار حسن ×× تاریخ فرخ آباد مولوی ولی اللہ

ان سامانوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا اور زبانی روایات سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت کا کوئی کاغذ آج یہاں موجود نہیں ہے جس سے کتب خانے کے صحیح حالات معلوم کر سکیں۔ حافظ رحمت خاں کی شکست کے بعد کل کٹھیر پر ایک ایسی آفت آئی کہ اس سلطنت کا علمی سرمایہ بھی تلف ہو گیا۔ البتہ اس عظیم الشان کتب خانہ کی دو جلدیں کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ نہایت خوش خط اور بہت ضخیم جواہر التفسیر کا ہے۔ اُس پر یہ عبارت لکھی ہوتی ہے: "این جواہر التفسیر را میران سید جلال صدر علیہ الرحمہ بنواب غفران پناہ تکلیف نمودہ بود۔"

خلاصۃ الانساب[۱۱] ایک کتاب حافظ رحمت خاں کی تصنیف سے ہے۔ اُس میں بھی دو ایک جگہ جواہر التفسیر کی عبارت نقل کی ہے اس سے اور بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ کتاب اُسی کتب خانہ کی ہے۔ دوسری کتاب نہایت خوش خط صحیح بخاری شریف ہے اُس پر نواب خلد آشیاں کے دست خاص کا کتبہ موجود ہے کہ یہ کتاب ریاست کی موروثی ملکیت ہے۔

اگر آج کو سلطنت اودھ بھی سلامت ہوتی تو یہاں کی بہت سی کتابوں کا پتا مل جاتا۔ تاریخ جام جہاں نما مولوی قدرت اللہ اس بات کی گواہ ہے کہ اس وقت کٹھیر میں بہت سے علماء جمع تھے۔ یہ سب علماء اُسی دامنِ دولت سے وابستہ تھے جہاں علما ہوں اور کتابیں نہ ہوں یہ بہت ہی بعید از قیاس ہے۔

نہایت الوصول ایک عربی کتاب موجودہ کتب خانہ پر حافظ رحمت خاں کی مہر ثبت ہے۔ اس مہر ۱۱۶۸ھ کندہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آقا کی حیات تک کوئی مہر اُن کی نہ تھی اور ۱۱۶۲ھ کے بعد اسی سنہ میں نواب غفران مآب کی رحلت ہوتی ہے اپنی مہر کھدوائی۔

کیا عبرت کا مقام ہے کہ حافظ رحمت خاں کے برابر ہی عنبر علی خاں کی مہر ۱۱۸۸ھ کی ثبت ہے۔ یہ وہی سنہ ہے جس میں حافظ رحمت شہید ہوئے اور عنبر علی خاں اودھ

کی سلطنت کا سر دار ہے۔ شاید یہ کتاب بھی نواب غفران مآب کے کتب خانہ کی ہو۔
نواب غفران مآب کی رحلت کے وقت اگر نواب عرش منزل محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر دار السلطنت میں موجود ہوتے تو جس سلطنت کی بنیاد محض تیس سال کی مدت میں رکھی گئی تھی وہ اودھ اور نظام کے رقبۂ حکومت سے کہیں زیادہ اور بہت ہی باقاعدہ ہوتی۔

نواب غفران مآب کے علمی ذوق کا پتا اُن کے اخلاف کے علم و فضل سے بہت صحیح طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ نواب محمد عبداللہ خاں[۱۴] صاحب بہادر کا دیوانِ فارسی موجود ہے۔ اوّل سے آخر تک اہلِ زبان کے کلام کا مزہ آتا ہے۔ حالانکہ شعر گوئی میں وہ کسی کے شاگرد نہ تھے خود فرماتے ہیں۔

صلاح کس نخواہد عاصیا اشعار بے فکرم   کہ نبود احتیاج باغباں گلہای خود رو را

اِس سرے سے اُس سرے تک پورا کلام ایک پھولا پھلا سدا بہار باغ ہے مضمون عالی، بندشیں چست۔ اور کوئی شعر محاورہ بندی سے خالی نہیں۔ اِس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ نواب غفران مآب کے عہد میں آنولہ کے اندر فضلا کا کوئی بہت بڑا مجمع ہوگا جہاں ایسے ایسے جوہر قابل پیدا ہوئے اور لطف یہ ہے کہ چودہ برس کی عمر سے شعر گوئی شروع کر دی تھی۔ فرماتے ہیں ؎

مجو از باب سخن عاصی نخواہم اشتہار   ورنہ میگشتی بعمر چاردہ اشعار ما

یہ بات اہلِ زبان ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ اپنے دلی جذبات کو کلام میں صاف صاف کہہ جاتے ہیں۔ ہندی شعرا کو یہ بات بہت کم نصیب ہوئی۔ کابل کے قیام کے زمانہ میں وطن کی یاد دیکھو کس خوبی سے کی ہے ؎

سوادِ ہند ای عاصی بچشم نور می بخشد   ندارم آرزوی سرمہ خاک صفاہان را
مگر ز صوب نیستان کہ زد بگوشِ دلم   فغان سینۂ ما نغمہ ہای چنگ و رباب

دوسرے شعر میں ملاحظہ ہو کس لطف سے بَن گڑھ[۱۵] کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہی دلی جذبات تو شاعری کی جان ہیں اور ایسے ہی موقعوں پر شاعر کی قادر الکلامی کا اظہار

ہوتا ہے۔

یہ عیاں ہے کہ نواب غفران مآب نے جس قدر ملک فتح کیا وہ سب ان کے دست و بازو کا اثر تھا۔ نہ وہاں مرہٹوں کی امداد تھی اور نہ انگریزوں کی۔ آخر میں شجاع الدولہ بہادر انگریزوں کی پناہ میں آئے اور اقتدار حاصل کیا۔ دوسروں کی احسان مندی نواب غفران مآب کے غیور اخلاق کو کب اچھی معلوم ہوتی۔ اس کی نسبت نواب عبداللہ خاں صاحب بہادر کیا خوب فرماتے ہیں ؎

ہمچو مہر از خویش نام دودمانم روشن است　　　　از دم عیسیٰ نیفروزم چراغ خویش را

آج کتب خانہ میں آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط موجود ہے۔ اس میں صاحبزادہ نصراللہ خاں اور غازی الدین خاں کو نوشت و خواند کی تاکید کی ہے۔ عبارت کی خوبی کے سوا خط میں وہ حسن ہے کہ اس وقت بھی ہزاروں میں ایک آدھ ہی کو یہ حسن رقم نصیب ہوا ہوگا۔ اگر خوشنویس حاضر دربار نہ ہوتے تو یہ کمال کہاں سے پیدا ہوتا۔

نواب عرش منزل محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر نوراللہ مرقدہ کے فضائل علمی اور اتباع سنت نبوی کی داستانیں آج تک زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کی تفصیلی کیفیت آپ کے عہد میں بیان ہوگی۔ باقی اور جس قدر صاحبزادے تھے گویا قدرت سے انھیں کمالات ظاہری اور باطنی کی جاگیر مل چکی تھی۔ ہر علم میں کامل اور ہر فن میں طاق تھے۔ یہ سارا اثر نواب غفران مآب کی تعلیم کا تھا جن کے دربار میں ہر طرح کے کامل موجود تھے۔

انصاف شرط ہے علمی معلومات کوئی فطرتی چیز نہیں ہے کہ بغیر کسب و اکتساب کے حاصل ہو جائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ صرف دو چار اہل کمال کے جمع ہو جانے سے اس قدر علمی مذاق پیدا ہو جائے کہ ہر ایک زبان میں مادری زبان کا لطف آجائے۔ بلکہ یہ بات وہاں نصیب ہوتی ہے جہاں ہر گلی کوچہ میں علما اور فضلا کا مجمع ہو اور کوئی صحبت اہل کمال سے خالی نہ ہو۔

نواب غفران مآب کی عالی دماغی اور شاہانہ روش فوجی انتظام سے بھی عیاں

ہے۔ بن گڑھ کے شاہی محاربہ میں آنند رام مخلص[15] بھی ساتھ تھا اور روزانہ کے حالات
بطور روزنامچہ لکھتا جاتا تھا۔ وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے کہ نواب غفران مآب
کی فوج میں ہر ایک دہ باشی اور صد باشی پیادوں کے پاس چھوٹے چھوٹے مختلف
رنگ کے نشان تھے۔ جو اصحاب تزک تیموری دیکھ چکے ہیں وہ فوراً سمجھ لیں گے کہ یہ وہی
تیموری فوج کا طرز ہے۔ شاہانِ مغلیہ نے اس قدیم طرہ کو بھلا دیا۔ مگر اس عربی نژاد
سلطان نے از سرِ نو مردہ رسم کو زندہ کیا۔

افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی، تیس برس کی مدت حکومت، اس میں بھی ایک لمحہ کو
نچلا بیٹھنا نصیب نہیں ہوا اگر اسی قدر یا اس سے نصف زمانہ کی اور مہلت ملتی تو
دنیا کی تاریخ میں ایک دوسری سلطنت عظمیٰ قائم نظر آتی، جس طرز و روش پر اس
سلطنت کو قائم کیا تھا وہ ایسی مستحکم تھی کہ جس کے جاگیردار بھی سلاطین شمار کیے جاتے۔

کتب خانے میں عجائب المخلوقات کا ایک نہایت خوش خط قلمی نسخہ عربی
زبان کا موجود ہے اور با تصویر ہے اُس پر حکیم سید احمد گیلانی کے بیٹے کے ہاتھ کی یہ
عبارت لکھی ہوئی کہ والد مرحوم کے ورثہ میں سے یہ کتاب مجھے ملی ہے۔ اللہ اکبر جس سلطان
کے طبیبوں کے گھر ایسی نادر کتابیں موجود ہوں اُس کے اپنے کتب خانہ میں کیا کچھ
نہ ہوگا۔ نواب غفران مآب کے مرضِ موت میں حکیم سید احمد گیلانی ہی معالج تھے۔

جن لوگوں کو تاریخ کا مذاق ہے وہ جانتے ہی ہوں گے کہ ہمایوں نامہ کا وجود
ہندوستان سے تقریباً معدوم ہے۔ مگر دیکھیے یہ کتاب بھی اس سلطنت کے خاندان میں
موجود تھی۔ ۲۰ رمضان ۱۲۶۴ھ کو جنت آرام گاہ نے ہمایوں[17] نامہ، اکبر نامہ[18]، جہانگیر نامہ[19]،
تاریخ خزانۃ العالم، تاریخ نادر، خلاصۃ التواریخ[20]، تاریخ خان[21] جہانی اور مجمع محفل
رام پور سے ریلسن صاحب بہادر صدر بورڈ اکبرآباد کو بھیج دیں۔ روانگی کا خرچ سرکاری دفتر
میں لکھا ہوا ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ ظاہر ہے کہ ہمایوں نامہ عام طور پر
تو دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ غالباً وہ وراثتہً ہی پہنچا ہوگا۔

آنولے میں کسی شخص نے ہرنند کی لڑائی کے حالات سنہ ۲۳ جلوس محمد شاہی میں

بطور روزنامچہ لکھے۔ نواب سید محمد احمد علی خاں صاحب بہادر بردا اللہ مضجعہ کو وہ ورق کہیں سے مل گئے۔ انھوں نے صاف خط میں لکھوا کر رکھ چھوڑے تھے۔ چنانچہ کتب خانہ میں موجود ہیں۔ مگر مصنف کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ طرزِ تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصنف نے جلوس محمد شاہی کی پوری تاریخ لکھی ہوگی جس کے اجزا پریشان ہوکر سنہ ۲۳ جلوس محمد شاہی کے اجزا رہ گئے اور اس عہد کی وہ بہت ہی مفصل تاریخ ہوگی۔ مگر ابھی تک اور اجزا کا پتا نہیں چلا۔
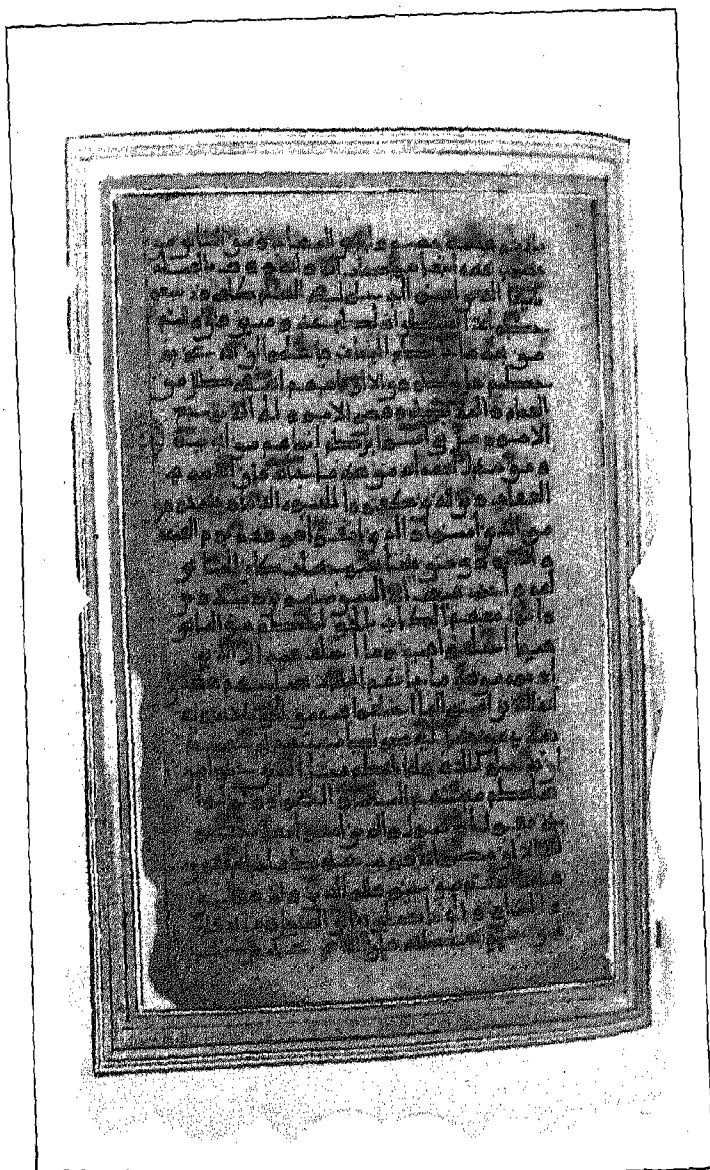
مخطوطہ مصحف شریف منسوب بہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

رضا لائبریری رام پور
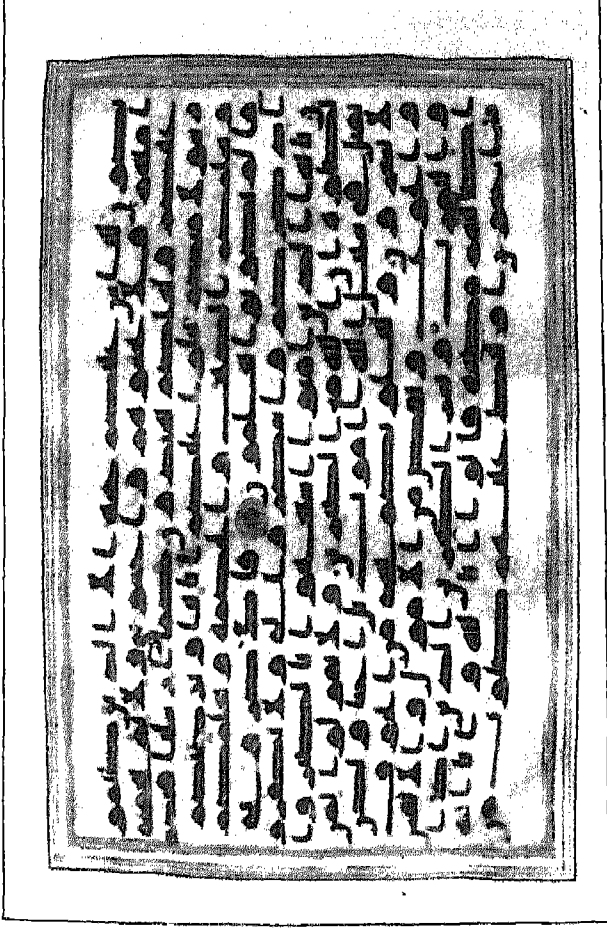
مخطوطه قرآن کریم ـــــ جو اونٹ کی جھلی پر لکھا ہوا ہے اور جس کی کتابت حضرت علی علیہ السلام سے منسوب ہے۔

حواشی

۱۔ کٹھیر : ۱۰۰۴ء میں کٹھیریہ نامی سورج بنسی راجپوتوں کا خاندان قنوج سے نکالے جانے کے بعد اس حصہ ملک پر آباد ہوا . . . اس حصہ ملک کا نام جس میں سنبھل، امروہہ، بدایوں، بریلی وغیرہ آباد ہیں، کٹھیر یہ مشہور ہوگیا تھا۔ لفظ کھیڑ کے معنی سخت زمین کے ہیں۔ اس لیے جو قبیلے یہاں آکر آباد ہوئے، کھیڑیہ کہلائے۔ تفصیلات کے لیے رجوع کریں :

۔ تاریخ کھیڑ روہیل کھنڈ ص ۹

۔ تاریخ روہیل کھنڈ ص ۱-۴

۔ اخبار الصنادید ۱/ ۵۰-۵۴

سلطنت مغلیہ کے آخری دور میں مختلف قبیلوں کے افغانوں نے تلاش معاش میں ہندوستان کا رخ کیا اور ایسے وقت میں وہ یہاں آئے جب بدنظمی کا دور دورہ تھا۔ یہ افغان ملکِ کھیڑ میں آباد ہوتے گئے۔ ان ہی افغانوں کی وجہ سے کھیڑ، روہیل کھنڈ کہلانے لگا چونکہ یہ افغانستان کے روہ علاقے کے رہنے والے تھے اس لیے روہیلہ کہلائے۔

۔ تاریخ امروہہ ص ۴۹

۲۔ نواب علی محمد خاں بہادر : ۱۷۰۶ء یا ۱۷۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ داؤد خاں کے متبنیٰ تھے۔ انتخاب یادگار (ص ۹) اور اخبار الصنادید جلد اول (ص ۸۰) میں آپ کے والد کا نام سید دلاور علی ملتا ہے اور موخر الذکر میں سلسلۂ نسب چھتیس واسطوں سے حضرت زید شہید ابن امام زین العابدین علیہ السلام تک بیان کیا گیا ہے۔ نواب علی محمد خاں ذی فہم تھے اور انھیں فنونِ سپہ گری میں مہارت حاصل تھی۔ داؤد خاں کے انتقال کے بعد آپ صغر سن میں ان کے جانشین مقرر ہوئے اور اپنی مدبری سے بہت جلد اپنا دائرۂ اقتدار بڑھانے کے ساتھ حکومت کو مستحکم بنانے کی راہ میں کئی اقدامات کیے۔ نواب کا دار الحکومت آنولہ تھا۔

اکتالیس سال کی حیات پائی اور تقریباً اکیس سال تک حکومت کی۔ انتخابِ یادگار

(ص ۱۲) کے مطابق چودہ برس کی عمر میں مسند نشین ہوئے تھے۔ شوال ۱۱۶۲ھ/ستمبر ۱۷۴۹ء میں آنولے میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ''آہ ہے افغان'' سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ نواب علی محمد خاں کی اولاد میں چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں مختلف ازواج سے تھیں۔

— اخبار الصنادید جلد اول ص ۷۹ — ۱۹۶

— انتخاب یادگار ص ۹ — ۱۴

۳ — راجہ ہرنند: راجہ ہرنند قوم کھتری ۱۱۵۳ھ میں قمرالدین خاں وزیر محمد شاہ کے حکم سے مرادآباد اور سنبھل کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کی تاریخ تقرری ۱۰ر مارچ ۱۷۴۰ء/۲۷ر ذی الحجہ ۱۱۵۲ھ بتائی جاتی ہے۔ اسے نواب علی محمد خاں سے پرخاش تھی، اس نے وزیر مذکور کو نواب کے خلاف بھی بھڑکایا اور نواب کے ایلچی کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ نواب سے جنگ دریائے ارل کے کنارے ۱۱۵۴ھ/۱۷۴۲ء میں ہوئی اور راجہ ہرنند اور اس کے دیگر سردار اس جنگ میں مارے گئے۔ واقعات جنگ نواب علی محمد خاں و راجہ ہرنند کے نام سے، اصفحات پر مشتمل فارسی کا ایک رسالہ رضا لائبریری میں موجود ہے جس کے کاتب سید عنایت علی رام پوری ملازم کتب خانہ ہیں۔ — اخبار الصنادید ۱/۱۲۲ — ۱۳۵

۴ — عبدالنبی خاں: ملیح آباد کا رہنے والا اور شاہ آباد کلاں (ضلع ہردوئی) اور بریلی کا حاکم تھا۔ اس کے باپ کا نام سنجر خاں تھا۔ یہ راجہ ہرنند اور نواب علی محمد خاں کی جنگ میں مارا گیا۔ اس نے تین بار نواب پر اپنی بندوق سے گولی چلائی تھی، لیکن ہر بار نشانہ خطا ہو گیا۔

— اخبار الصنادید ۱/۱۳۰ و ۱۳۴

۵ — دلیر خاں: عرف ڈلو خاں، عبدالنبی خاں کا بھائی، ہرنند فوج کا رکن اعظم۔ راجہ ہرنند اور نواب علی محمد خاں کی جنگ میں شامل تھا۔ یہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔ عبدالنبی خاں اور دلیر خاں کی لاشیں نواب نے آنولے بھجوا کر تجہیز و تکفین کروائی تھی۔

— اخبار الصنادید ۱/۱۳۲ — ۱۳۴

۶ — داؤد خاں: شاہ عالم خاں کے غلام اور متبنیٰ کے طور پر مشہور ہیں۔ کٹھیر میں افغانوں کے کارناموں سے متاثر ہو کر دولت و ثروت کمانے کی غرض سے ۱۷۰۷ء/۱۱۱۹ھ میں اس علاقے میں آئے۔ ملکی حالات کی ابتری کے پیش نظر یہاں آکر حکومت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلے گھوڑوں کی تجارت شروع کی اور آہستہ آہستہ اپنی جمعیت میں اضافہ کرتے رہے۔ داؤد خاں نے

اپنی ہمت و جرأت اور جنگجو طبیعت کی وجہ سے علاقے میں گہرا اثر قائم کر لیا اور دیکھتے دیکھتے ایک نامور سردار بن گئے۔ لیکن ۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء میں دیبی چند راجہ کمایوں نے انھیں حیلے سے قتل کر ڈالا۔ نواب علی محمد خاں نے ۱۷۴۴ء میں راجہ کمایوں پر فوج کشی کی اور داؤد خاں کے قتل کا انتقام لیا۔

— اخبار الصنادید ۱/۵۵۔ ۷۹۔ ۱۴۱

۷— کان مل: رائے کان مل کو نواب علی محمد خاں نے تمام ریاست کا دیوان مقرر کیا تھا۔ اس کے نام سے مراد آباد میں ایک محل مشہور ہے۔ دیوان کان مل کی دولت و ثروت کا ایک واقعہ بھی اخبار الصنادید میں درج ہے۔ جس کے مطابق دیوان نے اپنے بیٹے کی شادی میں نواب کو دعوت دی اور ایک لاکھ روپے نذر کیے۔ — اخبار الصنادید ۱/۱۴۸۔ ۱۴۹

۸— حافظ رحمت خاں: حافظ الملک حافظ رحمت خاں روہیلہ سرداروں میں اپنی دانشوری، بہادری اور تدبر کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل شخصیت ہے۔ وہ ۱۷۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم وغیرہ موضع تور شہامت پور میں ہوئی۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ تواریخ سے پتا چلتا ہے کہ نواب علی محمد خاں نے متواتر خطوط بھیج کر حافظ صاحب کو روہ (افغانستان) سے بلایا۔ حافظ رحمت خاں کے ہمراہ شیخ کبیر اور گل شیر خاں وغیرہ مخلص اور جاں نثار دوست بھی آ گئے۔ نواب علی محمد خاں نے آنولے سے باہر آ کر حافظ صاحب اور ان کے دوستوں کا استقبال کیا۔ روہیل کھنڈ کے علاقے پر علی محمد خاں کے تسلط اور اقتدار کو مضبوط و مستحکم کرنے میں حافظ رحمت خاں نے اپنی بہادری، جواں مردی، دوراندیشی اور ایثار سے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ حافظ صاحب نے کئی بڑے معرکے سر کیے اور علی محمد خاں کی وفات کے بعد بھی ملک کی عنان اپنے ہاتھ میں رکھی۔ نواب سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد روہیل کھنڈ کی حکومت حافظ رحمت خاں کے ہاتھوں میں آ گئی۔ حافظ صاحب کی حکومت کا یہ دور تاریخ روہیل کھنڈ کا سب سے اہم دور ہے۔ جس میں روہیلہ قوم کو کافی ترقی ہوئی۔

حافظ صاحب نے کٹرہ میران پور کی لڑائی میں جو ۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ/۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو ہوئی جام شہادت نوش کیا۔ حافظ صاحب کی کتابوں میں فارسی میں خلاصۃ الانساب نام

کی ایک کتاب ملتی ہے۔ جس میں مصنف نے اپنے بزرگوں کے نام و نسب وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اس کتاب کے قلمی نسخے رام پور رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ ان کی ایک دوسری کتاب "تواریخ رحمت خانی" ہے۔ اس میں یوسف زئی قبیلے کے کابل پر تسلط اور ہندوستان آمد کے تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۶۲۲ء میں پشتو میں لکھی گئی تھی جس کا حافظ رحمت خاں نے ۱۷۷۰ء میں آسان اور بامحاورہ فارسی میں ترجمہ کیا۔

—حیات حافظ رحمت خاں مصنفہ سید الطاف علی
مطبوعہ ۱۹۳۳ء

۹— دوندے خاں: عزت الدولہ، دلاور الملک نواب دوندے خاں بہادر بہرام جنگ ۱۷۰۴ء میں تور شہامت پور علاقہ رورہ (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حسن خاں تھا۔ ان کا تعلق یوسف زئی روہیلہ پٹھانوں سے تھا۔ وہ حافظ رحمت خاں کے حقیقی چچازاد بھائی اور روہیلہ سردار نواب نجیب الدولہ کے خسر تھے۔ بچپن وطن مالوف میں بسر ہوا۔ تعلیم کی ابتدا علوم دینیہ کی تحصیل سے ہوئی۔ فنون سپہ گری اور شہسواری میں مہارت حاصل تھی۔ داؤد خاں کے ملک کٹھیر (روہیل کھنڈ) پر قبضے کے بعد افغانستان سے افغانوں کا قافلہ اس علاقے میں آنے لگا۔ دوندے خاں بھی رورہ سے یہاں آگئے اور اپنی بلند ہمتی و شجاعت کے باعث بہت جلد نمایاں حیثیت حاصل کر لی اور ان کا شمار داؤد خاں کے بعد دوسرے درجے کے سرداروں میں ہونے لگا۔ داؤد خاں کی موت کے بعد نواب علی محمد خاں (بانی ریاست رام پور) کی جانشینی میں بھی دوندے خاں نے ایثار سے کام لیا اور بجائے خود سردار بننے کے علی محمد خاں کو جن کی عمر اس وقت چودہ[۱۴] سال تھی سردار بنایا۔ نواب علی محمد خاں کو دوندے خاں جیسے جری اور بہادر سپہ سالار سے اپنے مقبوضات و تصرفات میں اضافے کا موقع ملا۔ دوندے خاں کی ایما پر حافظ رحمت خاں کو بھی ہندوستان بلا لیا گیا۔ دوندے خاں نے حافظ رحمت خاں اور نواب علی محمد خاں کے ساتھ کئی بڑے بڑے معرکے سر کیے اور روہیلوں کے اقتدار میں اضافہ کیا۔ ۱۷۷۱ء میں نواب دوندے خاں کا طویل علالت کے بعد ۶۷ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ان کو بسولی میں دفن کر دیا گیا۔ یہ بدایوں سے ۲۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بسولی دوندے خاں کی جاگیر تھی۔ دوندے خاں نے بسولی میں چند مسجدیں، حمام اور دو تین پختہ عمارتیں بنوائی تھیں۔

نواب دوندے خاں کے چار بیٹے، مرزا خان، محبوب اللہ خاں، فتح اللہ خاں اور عظیم اللہ خاں تھے فتح اللہ خاں کی شادی حافظ رحمت خاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ بھائیوں میں ناچاقی اور نا اتفاقی کو روکنے کی غرض سے حافظ رحمت خاں نے ان کی ریاست کو چار مساوی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر دوندے خاں کا بڑا بیٹا شجاع الدولہ اور انگریزوں سے مل گیا اور پوری مملکت کی تباہی کا باعث بنا۔

ــ نواب دوندے خاں از سید الطاف علی بریلوی

ــ اخبار الصنادید ۱/۳۸۹

ــ حیات حافظ رحمت خاں ص ۱۵۸ــ ۱۵۹

۱۰ــ کاظم خاں شیدا: افغانوں کے خٹک قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ خوش حال خاں خٹک کے قرابت دار۔ فارسی اور پشتو کے شاعر۔ زاہد، عابد اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ بلند ہمت اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ نواب علی محمد خاں کی تاریخِ وفات "ہے ہے افغان" سے نکالی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی تاریخیں کہیں جو ان کے دیوان مخزونہ کتاب خانہ رضا رام پور میں ملتی ہیں۔ لائبریری میں شیدا کے پشتو دیوان کے دو نسخے موجود ہیں۔ ان کا انتقال غالباً ۱۱۹۴ھ میں ہوا "دل نظیر" سے تاریخ نکلتی ہے۔

ــ تذکرۂ کاملانِ رام پور ص ۳۳۲ ــ ۳۳۶

ــ انتخاب یادگار ص ۱۸۵ــ ۱۸۶

۱۱ــ میر للو صنعت: شاہ جہاں آباد کے رہنے والے اور سادات حسینی سے تھے۔ زید بن علی سے سلسلۂ نسب ملتا ہے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ تکملۃ الشعرا اور انتخاب یادگار میں ان کے مختصر حالات ملتے ہیں۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور کے مصنف نے لکھا ہے کہ "آپ کا دیوان اردو قلمی کتب خانہ ریاست (رضا) میں موجود ہے۔ ۲۷۴ صفحہ ہیں"۔ ۱۲۳۷ھ کے بعد انتقال ہوا۔ رضا لائبریری میں اسی تخلص کے ایک اور شاعر شیخ کریم الدین بن شیخ نتھو زرگر مراد آبادی متخلص بہ صنعت (م ۱۲۶۵ھ) کے بھی تین اردو دواوین اور ایک مثنوی کا مخطوطہ موجود ہے۔ یہ قدرت اللہ شوق کے شاگرد تھے۔

ــ تذکرۂ کاملانِ رام پور ص ۴۰۵

ــ انتخابِ یادگار ص ۲۰۳

۱۲۔ سید حسن شاہ : ابن سید علی شاہ ترمذی۔ عہد نواب علی محمد خاں میں ترمذ سے آکر آنولہ میں مقیم ہوگئے۔ نواب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ سید حسن شاہ نے ۱۱۶۲ھ کی فرخ آباد والوں کی شورش کے دوران نواب سعداللہ خاں کی جان بچائی تھی۔ جب نواب سعداللہ خاں مسند نشین ہوئے تو انھوں نے سید حسن کو مع اہل وعیال رام پور بلا لیا اور نہایت عزت وتکریم کی۔

۔ تذکرۂ کاملان رام پور ص ۱۰۸۔۱۱۰

۔ حیات حافظ رحمت خاں ص ۴۵

۱۳۔ خلاصتہ الانساب : از حافظ رحمت خاں بن شاہ عالم خاں

یہ فارسی میں افغانوں کی تاریخ ہے جس میں حافظ صاحب نے اپنا حسب ونسب بھی بیان کیا ہے اور اپنے بزرگوں کے تفصیلی حالات رقم کیے ہیں۔ اس کتاب کے چھ مخطوطے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں۔ ۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانۂ رضا ۶۴۹/۱۔۶۵۰

۱۴۔ نواب عبداللہ خاں : نواب علی محمد خاں کے سب سے بڑے بیٹے۔ ۱۱۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۶ برس کی عمر میں سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے ۵ صفر ۱۱۸۱ھ میں انتقال ہوگیا۔ نواب عبداللہ ہی نواب علی محمد خاں کے وسیع علاقے روہیل کھنڈ کی تقسیم کا باعث بنے تھے۔ ان کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ وہ سخت مزاج اور حاکمانہ شعور سے عاری تھے۔ کم عمری سے شعر وشاعری کا شوق تھا۔ عاصی، آزاد اور مبتلا تخلص کرتے تھے۔ صاحب اخبار الصنادید لکھتے ہیں :

"نواب سید عبداللہ خاں کو ابتدائے سن شعور میں شعر کا شوق ہوا تھا۔ ترتیب کلام کی طرف توجہ نہ تھی جو غزل موزوں ہوئی کسی کو دے دی۔ ان کے انتقال کے بعد میر فیض علی ابن میر حسن متوطن دہلی نے کہ ڈیڑھ برس پیشتر سے خدمت اشعار نویسی پر نوکر تھے، کلام موجود کو کہ کسی میں عاصی، کسی میں آزاد، کسی میں مبتلا تخلص تھا، ترتیب دیا اور ایک دیوان مرتب ہوگیا۔ شعرا کے قدم بہ قدم چلتے تھے۔ مگر خود پسندی نے کلام کو بدمزہ کر دیا تھا اور ان کی درویشانہ طبیعت کی طرح ایک شعر میں بھی شعلہ نہیں۔"

رضا لائبریری رام پور میں نواب عبداللہ کا فارسی دیوان "دیوان عاصی" کے نام سے موجود ہے ۔ نمبر ۳۷۱۸ بخط فیض علی مکتوبہ ۱۱۹۲ھ، ۲۴۱ اوراق۔

۔ اخبار الصنادید ۲۷۶/۱۔۲۹۴ ۔ انتخاب یادگار ص ۱۹۔۲۱

۱۵۔۔ بن گڑھ : بن گڑھ عرف یوسف نگر، یہ علاقہ آنولے اور بدایوں کے درمیان میں واقع ہے۔ یہاں ایک قلعہ بھی تھا جسے محمد شاہ بادشاہ دہلی کی نواب علی محمد خاں پر لشکرکشی کے دوران نواب مذکور نے اپنی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔ محمد شاہ کی اس لشکرکشی کے چشم دید واقعات آنند رام مخلص نے اپنے روزنامچہ میں تحریر کیے ہیں۔ اس کا مخطوطہ بخط مصنف مکتوبہ ۱۱۵۸ھ/۴۵-۱۷۴۴ء رضا لائبریری میں موجود ہے۔ یہ کتاب ''سفرنامۂ مخلص'' کے نام سے ڈاکٹر سید اظہر علی کی تصحیح و حواشی کے ساتھ ہندوستان پریس رام پور سے ۱۹۴۶ء میں شائع ہو چکی ہے۔

۔۔ اخبار الصنادید ۱/۱۵۱۔ ۱۲۶

۱۶۔۔ آنند رام مخلص : مخلص سودھرہ ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس کی ولادت ۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء میں ہوئی۔ اس کے والد کا نام راجہ ہردے رام تھا۔ مخلص اپنے وقت کا زبردست انشاپرداز، مورخ اور شاعر گزرا ہے۔ اس کی وفات ۱۱۶۴ھ میں ہوئی۔ اس کی تصانیف میں پری خانہ، چمنستان، ہنگامۂ عشق، کارنامۂ عشق، مرآۃ الاصطلاحات، رقعات، بدایع وقایع، گلدستۂ اسرار، سفرنامہ اور دیوان اشعار فارسی شامل ہیں۔ دیوانِ مخلص کے دو نسخے اور ایک بیاض کا مخطوطہ رام پور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ بدایع وقایع کا بھی ایک مخطوطہ رام پور رضا لائبریری کے ذخیرۂ لوہارو میں موجود ہے۔ مولوی محمد شفیع نے بدایع وقایع کے اقتباسات شائع کر دیئے تھے جسے ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی کتاب ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ میں صفحہ ۲۵۰-۲۸۷ شامل کرلیا ہے۔ سرجادوناتھ سرکار نے اسے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا جس کا ٹائپ شدہ نسخہ نیشنل لائبریری کلکتہ میں موجود ہے۔

۔۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند ۱۵۹/۳۔ ۲۰۰۔ سفرنامۂ مخلص (مقدمہ) ص ۷ - ۲۹

۔۔ ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ ص ۱۴۱-۱۴۵، ۱۵۰-۱۶۱

۱۷۔۔ ہمایوں نامہ یا احوال ہمایوں بادشاہ : از گلبدن بیگم (م ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۳ء) جو بابر کی بیٹی اور ہمایوں کی بہن تھی۔ اس نے ۹۹۵ھ میں جب اس کی عمر ۶۶ سال کی تھی، یہ کتاب لکھی۔ اس میں فرغانہ میں بابر کی مسندنشینی سے لے کر مرزا کامران تک کے حالات بہت سادگی اور روانی سے لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۲ء میں مسز بیورتج کے ذریعے انگریزی میں ترجمہ کی گئی اور لندن سے شائع ہوئی۔ رشید اختر ندوی نے اس کا اردو ترجمہ ۱۹۶۶ء میں لاہور سے شائع کیا۔

۔۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند ۴/۴۸۱-۴۸۴ ۔۔ تاریخ نویسی فارسی در ہند و پاکستان ص ۹۸-۱۰۲

۱۸۔ اکبر نامہ : تصنیف ابوالفضل علامی (م ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء) اکبر کے عہد کی معروف تاریخ ہے جسے ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے ۹۹۳ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۱۰۱۰ھ میں مکمل کیا۔ یہ کتاب ابوالفضل نے دو جلدوں میں مکمل کی لیکن تیسری جلد نامکمل رہ گئی۔ پہلی جلد میں اکبر کی ولادت، حسب و نسب تیمور، بابر اور ہمایوں کا ذکر ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں اکبر کے عہد کے واقعات لکھے ہیں۔ یہ لکھنؤ، کانپور اور کلکتہ سے شائع ہو چکی ہے اور اس کے ترجمے بھی انگریزی اور اردو میں ہو چکے ہیں۔ ہنری بورریج کا انگریزی ترجمہ مکمل ہے جس کے مختلف ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے مخطوطے رضا لائبریری میں بھی ہیں۔

۱۹۔ جہانگیر نامہ : تصنیف: نورالدین محمد جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ) یہ کتاب مختلف ناموں منجملہ: اقبالنامہ جہانگیری، بیاض جہانگیری، واقعات جہانگیری، کارنامہ جہانگیری، توزک جہانگیری، مقالاتِ جہانگیری، تذکرۂ جہانگیری، جہانگیر نامۂ سلیمی، تاریخ سلیم شاہی اور تاریخ سلیمی کے ناموں سے بھی معروف ہے لیکن مصنف نے اسے 'جہانگیر نامہ' کا نام دیا ہے۔

یہ جہانگیر کی خود نوشت سوانح حیات ہے جس میں اس نے اپنے عہد کے سترہویں سال کے وسط تک کے حالات لکھے ہیں۔ یہ کتاب سرسید احمد خاں کی تصحیح کے ساتھ علی گڑھ سے 'توزک جہانگیری' کے نام سے ۱۸۶۳ء میں اور لکھنؤ سے ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی۔ ایک ایڈیشن ایران سے بھی 'جہانگیر نامہ' کے نام سے محمد ہاشم کی تصحیح کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس کے اردو، ہندی اور انگریزی میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

۲۰۔ خلاصۃ التواریخ : کتابوں اور فہرستوں میں اس نام کی متعدد اور مختلف تاریخی کتب کا ذکر ملتا ہے۔ اس لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ نواب نے مسٹر ریلےسن کو خلاصۃ التواریخ کا جو نسخہ بھیجا تھا وہ کس کی تالیف تھی۔ ذیل میں اس نام کی چند کتابوں کا احوال درج کیا جاتا ہے۔

- خلاصۃ التواریخ : از سجان رائے بٹالوی (زندہ در ۱۱۱۰ھ/۹۹-۱۶۹۸ء) یہ مشہور کتاب ہے جس پر مغربی اور مشرقی محققین و مورخین نے خاص طور پر توجہ دی ہے۔ کتاب میں ہندوستان کی زمانۂ قدیم کی تاریخ سے لے کر اورنگ زیب کی تخت نشینی کے چالیسویں سال (۱۱۰۸ھ) تک کے واقعات و حالات ملتے ہیں۔ یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بہ تصحیح ظفر حسن خاں بہادر دہلی سے ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعض حصوں کا ترجمہ میر شیر علی افسوس

(م ۱۲۲۴ھ) نے 'آرائش محفل' میں شامل کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اردو ترجمہ پروفیسر ناظر حسن زیدی نے کیا جو مرکزی اردو بورڈ لاہور سے ۱۳۸۶ھ میں شائع ہوا۔ اس کتاب کے کچھ حصوں کا انگریزی میں سر جادو ناتھ سرکار اور ہنری ایلیٹ نے بھی ترجمہ کیا ہے۔ رضا لائبریری رام پور میں اس کے آٹھ مخطوطے ہیں۔ ــ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۶۰۸

ــ فہرست مشترک ۱۰/۴۵۹

ــ ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ ص ۸۵-۹۲

ــ تاریخ نویسی فارسی در ہند و پاکستان ص ۴۶۵-۴۷۲

● انتخاب خلاصۃ التواریخ : یہ سجان رائے کی تاریخ کا ایک انتخاب ہے جسے دل محمد شاہ پسروری (شاعر فارسی گوے پنجاب، م ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء) نے کیا ہے۔ پسروری نے مقدمے میں کچھ تصرف کر کے حالات پیامبران، آفرینش کائنات اور اس کی مدت عمر کے بارے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد نیز پسرور کے جغرافیائی حالات کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔

● ضمیمہ خلاصۃ التواریخ سجان رائے : جے کشن داس مہرہ قانون گو (گجرات) مصنف "راج درشنی" در تاریخ جموں (ریو ۳/۹۵۵) و "صاحب نامہ" در تاریخ پنجاب (ریو ۳/۹۵۲) و فوائد تاریخیہ، تحفۃ الہند، نصاب صنعت باری و منشآت منشی یا مجمع القوانین نے سجان رائے کی خلاصۃ التواریخ کا ایک ضمیمہ لکھا تھا جس کا مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ ــ فہرست مشترک ۱۰/۴۶۴

● خلاصۃ التواریخ : از قاضی محمد ظفر الدین بن قاضی ابو حامد۔ قاضی صاحب نانوتہ سرکار سہارن پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں خلاصۃ التواریخ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو صدر اسلام کی تاریخ کے علاوہ بزرگوں کے احوال پر مشتمل ہے۔ ان کی ایک اور کتاب 'نسب نامہ و احوال اجداد شاہ عالم' بھی ہے جسے ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء میں تالیف کیا تھا۔ اس کا مخطوطہ کتاب خانہ گنج بخش اسلام آباد (پاکستان) میں موجود ہے۔

ــ فہرست مشترک ۱۰/۵۱۴

- خلاصۃ التواریخ : از کلیان سنگھ۔ یہ تاریخ ہندوستان میں عہد مغلیہ کے آغاز سے شروع ہوکر ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۲ء تک کے حالات وواقعات کے ذکر پر ختم ہوتی ہے۔ کتاب دو حصوں میں ہے۔ دوسرے حصے میں اکبر شاہ ثانی کے عہد تک کے ناظمان بنگال کے حالات وواقعات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ — تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند ۱۴۶/۵
- خلاصۃ التواریخ = زبدۃ التواریخ : از محمد رحیم (زندہ در ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) یہ کتاب تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے جس میں مختلف شعرا کے کہے ہوئے قطعات تاریخ درج ہیں۔ اس کا آغاز رحلت پیغمبر (ص) سے ہوکر تاریخی ترتیب سے ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء پر اختتام ہوتا ہے۔ اس میں زیادہ تر ہندوستان سے متعلق تاریخی واقعات اور لوگوں سے متعلق کلام ہے۔ اس کا قلمی نسخہ کتاب خانۂ گنج بخش اسلام آباد میں موجود ہے۔

فہرست مشترک ۱۰/۷۲.

- خلاصۃ التواریخ : از محمد فضل امام بن محمد ارشد خیر آبادی۔ یہ ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۸ء میں دہلی میں فتویٰ نویسی پر مامور تھے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، سات ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے ہیں' ایک لاہور میوزیم میں اور دوسرا کتاب خانہ گنج بخش اسلام آباد میں۔ — فہرست مشترک ۱۰/۱۳۵ و ۵۵۳
- خلاصۃ التواریخ : اسی نام اور موضوع پر ایک کتاب قاضی احمد ابراہیمی قمی وزیر خراسان نے ۹۹۹ھ/۹۱-۱۵۹۰ء میں تالیف کی تھی۔ — فہرست مشترک ۱۰/۱۶۸

۲۱— تاریخ خان جہانی — ومخزن افغانی : تالیف خواجہ نعمت اللہ سامانی بن حبیب اللہ ہروی۔ مصنف ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء میں باحیات تھا۔ اس کا باپ اکبر کے دربار کا ملازم تھا اور وہ خود بھی کچھ عرصے تک خانخاناں کے کتب خانے میں ملازم رہ چکا تھا۔ ۱۰۰۶ھ/۱۵۹۸ء میں جہانگیر کے ملازمین کے زمرے میں شامل ہوا اور وقایع نویسی کے منصب پر مامور کیا گیا۔ اس کے بعد جہانگیر کے سپہ سالار خان جہان لودی (متوفی ۱۰۴۰ھ/۳۱-۱۶۳۰ء) کا ملازم ہوگیا۔ اور اس کی ملازمت کے دوران ہی اس نے یہ تاریخ لکھی۔ اس تاریخ کی تالیف کا کام ۲۰ر ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲ء میں شروع کر کے ۱ر ذی الحجہ ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۳ء

میں مکمل کیا۔ اس کا موضوع برصغیر کے افغانوں کی تاریخ ہے۔

یہ کتاب ڈھاکہ یونیورسٹی کے استاد، ڈاکٹر سید محمد امام الدین کے مقدمہ کے ساتھ دو جلدوں میں ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۲ء میں پاکستان ایشیاٹک سوسائٹی ڈھاکہ سے چھپ چکی ہے۔ اس کتاب کے اردو، پشتو اور انگریزی میں تراجم بھی شائع ہوئے ہیں۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور نے ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ میں ڈاکٹر بشیر حسین کے اردو ترجمے کو شائع کیا تھا۔ کتاب پر ڈاکٹر بشیر حسین کا عالمانہ مقدمہ بھی شامل ہے۔ افضل خاں خٹک نبیرۂ خوش حال خاں خٹک نے 'تاریخ مرصع' کے نام سے اس کتاب کا پشتو میں ترجمہ کیا۔ افضل خاں نے اپنے ترجمے میں احوال قبیلۂ یوسف زئی کا اضافہ کرنے کے ساتھ معروف پشتو شاعر خوش حال خاں خٹک کے احوال بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔ یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا اور اس کا قلمی نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ ایک ترجمہ انگریزی میں ہو چکا ہے۔ اس کا قدیم ترین مخطوطہ مکتوبہ ۱۰۳۸ھ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں بھی ملتے ہیں۔

— فہرست مشترک ۱/۶۲۴-۶۲۵
— تاریخ نویسی فارسی در ہند و پاکستان ص ۲۳۵-۲۴۰
— تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند ۴/۵۶۱
— مقالہ ایس۔ ایم۔ امام الدین (بزبان انگریزی) مطبوعہ اسلامک کلچر ۱۹۴۷ء ص ۳۷۱۔

يعني تفسيره ومن قال بعد النون فيحمل معنى التشديد الحجة وانما هو من قبله ومن بعده
كقوله جاءتهم الرسل من بين ايديهم ومن خلفهم وقوله قد خلت النذر من بين يديه
ومن خلفه والسادس الاعمال والشهوات كقوله فزينوا لهم ما بين ايديهم وما خلفهم قال
الزجاج يعني اعمالهم وشهواتهم في الدنيا وقال مجاهد ما بين ايديهم من الدنيا وما خلفهم
من الآخرة وقال ابن عباس ما بين ايديهم امر الآخرة وما خلفهم امر الدنيا وقال يمان ما بين
ايديهم كفرهم في الآخرة وما خلفهم شهواتهم في الدنيا وقال الحسن ما بين ايديهم من هجرتهم الى الله
وما خلفهم تكذيبهم محمدا صلى الله عليه وسلم والسابع ما بين يديه ما يأتي اليه باخبار الماضية
وما خلفه اخبار الكائنة كقوله لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه قال ابن عباس
اراد بالباطل ابليس لا يستطيع ان يزيد في القرآن ولا ان ينقص منه وقيل لا يقدر
ابليس ان يأتي محمدا صلى الله عليه وسلم قبل جبريل في صورته ولا خلفها وقال الحسن
اراد ان يشهد اول القرآن آخره وآخره اوله باب المحق على وجهين احدهما الذهاب
بالبركة كقوله يمحق الله الربا والثاني الاهلاك كقوله ويمحق الكافرين باب المؤمن على اربعة
احدها المقر كقوله والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته والثاني المخلص كقوله لا يتخذ المؤمنون
الكافرين اولياء من دون المؤمنين وقوله في النساء فاولئك مع المؤمنين وقوله اولياء
من دون المؤمنين والثالث الموحد كقوله في التوبة والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء
بعض وقوله وعد الله المؤمنين والمؤمنات وقوله انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت
قلوبهم وقوله هم المؤمنون حقا في الانفال في موضعين والرابع الصادق في وعده
ووعيده كقوله السلام المؤمن المهيمن قال ابو حذيفة يعني الصادق وقال الحسن يعني الذي
يؤمن بنفسه وكلماته وكتبه وقال الكلبي الذي يؤمن خلقه من ظلمه وقال مقاتل
الذي يؤمن اولياءه وقال القتيبي المحقق لما وعد باب الميت على وجهين احدهما
الذي لا روح فيه كقوله يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي في آل عمران والانعام
ويونس والروم يعني النطفة من الانسان والانسان من النطفة وقيل النخلة من الحبة والسنبلة
من الحنطة وقيل الدجاجة من البيض والبيض من الدجاجة والثاني الذي فيه الروح ولكن يموت
في ثاني الحال كقوله انك ميت وانهم ميتون باب المحراب على وجهين احدهما موضع الصلاة
كقوله كلما دخل عليها زكريا المحراب والثاني المسجد كقوله وهو قائم يصلي في المحراب وقوله
فخرج على قومه من المحراب وقوله يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وقوله اذ تسوروا
المحراب باب المسلم على ثلاثة اوجه احدها المطيع كقوله ربنا واجعلنا مسلمين لك والثاني
المخلص كقوله في البقرة حنيفا مسلما وفي الانعام وانا اول المسلمين والثالث المقر
كقوله ونحن له مسلمون وقوله واشهد بانا مسلمون في آل عمران والمائدة باب المكر
على ثلاثة اوجه احدها الارادة كقوله ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين يعني ارادوا قتل
عيسى واراد الله قتل صاحبهم نطيانوس والله خير الماكرين يعني اقوى المريدين وقوله

مخطوط کتاب الوجوہ مصنفہ ابی عبد اللہ اسمٰعیل بن احمد عبد اللہ نیشاپوری
استاذ الخطیب البغدادی (م: ۴۳۰ھ / ۱۰۴۲ء)

کتب خانہ

عہد نواب فیض اللہ خاں

جناب نواب سید فیض اللہ خاں بہادر، عرش منزل

کتب خانہ

جنابِ مستطاب نواب سید محمد فیض (اللہ)[1] خاں صاحب بہادر عرش منزل نوّر اللہ مرقدہٗ

نوابِ غفران مآب کی بقائے حکومت کے لیے آپ کی ذات گویا نوحِ ثانی ہے۔ اور عہد حکومت کی شان و شکوہ عباسی سلطنت کے عروج کا نمونہ ہے۔ لال ڈانگ[2] کے معاہدہ میں پندرہ لاکھ روپے کا ملک آپ کے قبضہ میں رہا۔ لال ڈانگ کے مصارف کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کل کٹھیر میں افغان کو سانس لینے کی بھی فرصت نہ تھی۔ چاروں طرف سے رعایا پریشان ہوکر آپ کے دامن دولت میں جا چھپی۔ پہاڑ کی دشوار گزار راہیں، رسد کی قلت، مجمع کی کثرت، پہاڑوں سے رسد کا جمع کرانا، یہ ایسی مشکلیں تھیں جن میں روپے کی جگہ اشرفیاں اور اشرفیوں کی جگہ جواہر خرچ کر کے ہزاروں بندگان خدا کی جانیں بچائیں۔ رام پور میں نزولِ اجلال فرماتے ہی چاروں طرف سے کل روہیل کھنڈ کے رئیس اور رئیس زادے دامن دولت کا سہارا ڈھونڈتے چلے آئے۔ ملک میں نئے انتظام کی بدولت جاگیروں کا کیا ذکر ہے، ملکیں بھی ضبط ہو گئی تھیں۔ اصل والیِ ملک کے جانشین آپ ہی تھے۔ ہر ایک شخص در دولت پر آ پڑا۔ سبحان اللہ عربی جوشِ حمیت ملاحظہ ہو کہ گو پندرہ لاکھ کا ملک ہے اور وہ بھی بدنظمی کے ہاتھوں سراسر پائمال، مگر دوست یا دشمن، آشنا یا ناآشنا، جو آتا ہے سینے سے لگا لیتے ہیں اور حسب حیثیت ماہانہ مقرر کر دیتے ہیں۔ دوندے خاں کے بیٹے محب[3] اللہ خاں وغیرہ پریشان ہو کر دہلی گئے، بہت سی ٹھوکریں

---

[1] اصل نسخہ میں "فیض خاں" ہے۔

کھائیں مگر کہیں ٹھکانا نہ لگا۔ پھر پھرا کر موروثی آقا کے آستانے پر آ پڑے، یہاں دریا دلی فطرتی جوہر تھا، دو ہزار روپے ماہانہ گزارے کے لیے مقرر کر دیے۔

بخشی سردار خاں کے بیٹے احمد خاں وغیرہ تو شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کے بڑے ہی دوست تھے۔ مدتوں لکھنؤ پڑے رہے کسی نے بات تک نہ کی۔ آخر اسی آقا کے گھر کا سہارا ڈھونڈا جہاں سے باپ نے منصب پایا تھا۔ یہاں سے ان سب کے لیے بھی تنخواہ مقرر کر دی گئی۔

فتح خاں خانساماں کے بیٹے محمد اعظم خاں وغیرہ اور شیخ کبیر کے بیٹے مقیم خاں وغیرہ آئے، ان کے لیے بھی دس دس ہزار روپے سالانہ مقرر ہوتے۔ سیف الدین خاں خلف پرمول خاں کے پندرہ ہزار روپے سال مقرر فرماتے۔

اپنے خاندان کے لیے تو بہت ہی کچھ کیا۔ جہاں غیروں کے ساتھ یہ فیاضی تھی وہاں اپنوں کا کیا کہنا۔ سب کے لیے علیحدہ علیحدہ سالیانے مقرر کیے۔ یہ موٹی موٹی رقمیں ہیں جن کے تذکرے اخبار حسنؒ وغیرہ میں موجود ہیں۔ اس وقت کے دفتر آج موجود نہیں ہیں ورنہ داد و دہش کی رقمیں سلاطین کے مصارف سے ٹکر کھاتیں۔ کل روہیل کھنڈ برباد ہو چکا تھا، اگر کوئی ٹھکانا تھا تو یہی ریاست تھی۔ آج کوئی بتائے کہ سارے روہیل کھنڈ کے رئیس اور رئیس زادوں کی دستگیری اس ریاست کے سوا کس نے کی؟ اس وقت کی آبادی اور چہل پہل کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہر کا کل محیط اہل شہر کے لیے بہت ہی تنگ ہو گیا تھا۔ بلاسپور دروازہ کے باہر باغ تک آبادی تھی موضع بمن پوری شہر کا ایک محلہ قرار دیا جاتا تھا۔

دربار میں دیکھیے ایک طرف بڑے بڑے سورما زرہ بکتر سے درست پرے کے پرے باندھے صرف اس حکم کے منتظر ہیں کہ اشارہ ہو تو ابھی دہلی تک مطلع صاف کر دیں۔ دوسری طرف علما، فضلا، زاہد اور درویش علمی اور دینی مسائل کی بحث میں سرگرم ہیں۔ درس گاہیں کھلی ہوئی ہیں۔ ملا غفرانؒ بن آخون تاتیب، بحرالعلوم مولانا عبدؒ العلی، مولوی قدرتؒ اللہ ساکن موی صاحب تاریخ جام جہاںؒ نما، مولوی

شرف الدین[۹]، قاضی سید نور الحق منعم کھاتہ[۱۰] والے ، مولانا سید اکبر شاہ[۱۱]، مولوی عبدالعزیز[۱۲] نجیب شاہ شاکر شاہ آبادی مؤلف مجمع القواعد ، مولوی برہان الدین ، مولانا محمد حسن[۱۳] صاحب شرح سلم ، ملا نظام الدین لکھنوی کے بھتیجے ، مولوی غلام طیب[۱۴] ساکن بہار قائم چاند پوری[۱۵] مشہور شاعر، مولوی محمود[۱۶] شاگرد مولوی برکت اللہ الہ آبادی وغیرہ بڑی چھوٹی ایک ہزار درس گاہوں میں معقول و منقول کی درس و تدریس میں سرگرم ہے ایک وسیع مدرسہ کے علاوہ شہر کی کل مسجدیں مدرسہ بنی ہوئی ہیں ۔ دُور دور کے طلبا آتے ہیں اور معدن علم سے کسب فنون کے جواہر دامنوں میں بھر کر لے جاتے ہیں ۔ خانقاہوں میں شاہ نوازش علی[۱۷]، فیض اللہ آخوند زادہ[۱۸] مرید جناب مرزا مظہر صاحب، شاہ عبدالکریم صاحب عرف ملا فقیر آخوند[۱۹]، شاہ عبداللہ صاحب[۲۰] بغدادی، شاہ جمال اللہ صاحب[۲۱] وغیرہ طالبان راہ طریقت کی تعلیم میں مصروف ہیں اور از دیاد ملک کی دعائیں مانگتے ہیں ۔

شفاخانوں میں حکیم میر ضیاء الدین[۲۲]، حکیم بایزید خاں[۲۳] شاگرد حکیم علوی خاں[۲۴] حکیم صدر الدین خاں ، حکیم محمد محسن[۲۵] رجو مرزا جہاندار شاہ اور نواب آصف الدولہ کی تحریری سفارش مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۱۹۸ھ کے ذریعہ سے ملازم ہوئے تھے، حکیم شاہ باز خاں[۲۶]، حکیم کبیر سنبھلی[۲۷]، حکیم احمد علی خاں[۲۸] سنبھلی ، حکیم محمد زماں ، حکیم مرزا عاشور[۲۹] بیگ ، حکیم دوست محمد خاں[۳۰]، حکیم عطاء اللہ[۳۱] قریشی ۔ (پہلے نواب غازی الدین کے مصاحب تھے) وغیرہ وغیرہ مریضوں کی تیمار داری میں مصروف ہیں ۔

شاعروں میں کاظم خاں[۳۲] شیدا (ہزار روپے ماہانہ کے ملازم) عبرت[۳۳]، عشرت[۳۴]، نظیر شاہ خاں[۳۵] شاد، فدوی لاہوری[۳۶]، میر محمد نعیم[۳۷] پروانہ علی شاہ[۳۸] وغیرہ بلبل ہزار داستان کی طرح چہک رہے ہیں

لوازمۂ سلطنت میں مصور بھی ہیں ۔ الٰہی بخش مصور یکتائے روزگار موجود تھا ۔ صاحبزادہ کریم اللہ خاں[۳۹] بہادر نے اپنی تصویر اسی شخص کے قلم کی بنائی ہوئی بطور یادگار نواب اگسٹس بروک کلاں بہادر بنارس کو دی تھی ۔

پہلوانوں کے اکھاڑے میں مرزا نادر بیگ دہلوی شہ زوری اور داؤ پیچ کے

جوہر دکھا رہے ہے۔ ان کی اولاد اب بھی ریاست میں موجود ہے۔

دھن سنگھ[۴۰] کیبشر شاہ آبادی کو دیکھو کہ برج بھاشا میں کبت تصنیف کر کے انعام واکرام سے مالا مال ہو رہا ہے۔

علما اور درویشوں سے یہ حُسنِ اعتقاد تھا کہ شاہ عبداللہ صاحب بغدادی جب شہر میں آئے، آپ نے تھوڑی دُور تک اُن کے میانے کو کندھا دیا۔

اتقا اور پرہیز گاری کا یہ عالم کہ اپنی صاحبزادیوں کو بھی نہیں دیکھتے تھے۔ جب والیِ ملک کا یہ حال ہو تو وہاں کی رعایا کو منہیات کی کس طرح جرأت ہو سکتی۔ اللہ اللہ کیا زمانہ ہے جس کو دیکھو یا تو سپاہیانہ ورزشوں میں مصروف ہے اور یا علم و کمال کے اکتساب میں مشغول ہے۔

فتاوائے عالمگیری[۴۱] کے بعض مسائل میں علما کو اختلاف ہے۔ حضرت نے اپنے دربار کے علما کو فتاویٰ لکھنے کا حکم دیا اور تاکید یہ تھی کہ مسائل میں حجت باقی نہیں رہے۔ وہ فتاویٰ تین جلدوں میں لکھا گیا اور فتاویٰ فیض[۴۲] اللہ خانی نام رکھا۔ ایک نسخہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

اس وقت کے کتب خانہ کی کوئی فہرست موجود نہیں ہے اور نہ کتابوں سے کوئی پتا چلتا ہے مگر معتبر روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ کتابیں بہت سی موجود تھیں۔ البتہ اُن کے نام بتانا مشکل بلکہ محال ہیں۔

ازروئے تاریخ کے جو کتابیں اس عہد میں تصنیف ہوئی ہیں اُن کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ اور بھی پتا چلے۔

فتاویٰ فیض اللہ خانی فقہ عربی، فصول فیض[۴۳] اللہ خانی تصنیف حکیم بایزید فارسی، طب جنگ، مسائل[۴۴] ملا اغفران عربی و فارسی فقہ، جام جہاں[۴۵] نما مولوی قدرت اللہ تاریخ فارسی، تکملۃ الشعرا[۴۶] مولوی قدرت اللہ فارسی تذکرہ، پدماوت[۴۷] اردو منظوم عبرت، عشرت، مثنوی سرور دجان[۴۸] نواز فارسی، دیوان پشتو کاظم خان شیدا[۴۹]۔

حواشی

۱۔ نواب فیض اللہ خاں بہادر : نواب فیض اللہ خاں، نواب علی محمد خاں کے بیٹے تھے۔ ان کی ولادت ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء میں آنولہ میں ہوئی۔ کچھ عرصے تک افغانستان میں احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ رہے۔ نواب علی محمد خاں کی وفات کے بعد جب روہیل کھنڈ کی تقسیم بندی ہوئی تو شاہ آباد اور رام پور نواب فیض اللہ خاں کے حصے میں آئے۔ رام پور دراصل فیض اللہ خاں کا ہی آباد کردہ شہر ہے۔ پہلے اس کا نام مصطفےٰ آباد رکھا گیا۔ بعد میں یہ رام پور کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۵ء میں مسند نشین ہوئے اور رام پور کو دارالحکومت بنایا۔ نواب موصوف مدبر، علم دوست، بہادر، خداترس اور متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کے عہدِ حکومت میں علما و مشائخ کی خاصی تعداد جمع تھی۔ آپ کا انتقال تقریباً چونسٹھ سال کی عمر میں ۷ار ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۴ء کو ہوا۔ رام پور میں ہی عیدگاہ دروازے کے قریب دفن کیے گئے۔ لفظ "غروب" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے نواب محمد علی خاں مسند نشین ہوئے۔

— اخبار الصنادید ۱/۵۹۸

— انتخابِ یادگار، ۲۱-۳۸

۲— لال ڈانگ کا معاہدہ : یہ معاہدہ نواب فیض اللہ خاں اور نواب شجاع الدولہ کے مابین رجب ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء میں ہوا۔ یہ جگہ نجیب آباد سے آٹھ کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف واقع ہے۔

— اخبار الصنادید ۱/۵۹۸

— رضا لائبریری جنرل ۳/۱۸۷

— حیات حافظ رحمت خاں، ۲۴۳

۳— محب اللہ خاں : دوندے خاں کے بیٹے۔ اخبار الصنادید ۱/۳۹۰ میں دوندے خاں کے تین بیٹے محب اللہ خاں، عظیم اللہ خاں اور فتح اللہ خاں کا ذکر ہے جبکہ کتاب نواب دوندے خاں مصنفہ سید الطاف علی بریلوی ص ۷، پر دوندے خاں کے چار بیٹوں — مرزا خاں، محبوب اللہ خاں، فتح اللہ خاں اور عظیم اللہ خاں کے نام ملتے ہیں۔ اخبار الصنادید کی روایت کے مطابق حافظ رحمت خاں نے دوندے خاں

کی تمام املاک کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ محب اللہ خاں کے لیے مقرر کیا۔ محب اللہ خاں کے حصے میں مراد آباد وغیرہ کا علاقہ آیا۔ لیکن پوری ریاست پر تسلط حاصل کرنے کی لالچ نے انھیں نواب شجاع الدولہ سے ساز باز کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر شجاع الدولہ کے ہاتھوں تباہی اور قید و بند کے مصائب جھیلنے پڑے۔ انگریزوں نے ان کے لیے ۳۵ ہزار روپیہ سالانہ کے وظائف آصف الدولہ سے مقرر کروائے لیکن یہ قلیل رقم لینے سے انھوں نے انکار کر دیا اور نواب فیض اللہ خاں کے پاس رام پور چلے آئے۔

—— نواب دوندے خاں، ۱۷ — ۱۹

—— اخبار الصنادید ۱/ ۳۹۰ — ۳۹۱

۴ —— اخبار حسن : مرتبہ و مؤلفہ : محمد حسن رضا خاں بن محمد کامگار خاں ولد محمد اللہ یار خاں بن حافظ رحمت خاں نصیر جنگ بریلوی، حسب فرمائش : مسٹر تھیوفلس مایلو، تاریخ تالیف : ۱۲۵۰ھ/ ۳۵ — ۱۸۳۴ء۔ اردو میں یہ ملک کٹھیر کے رؤسا کی تاریخ ہے۔ دو چمن اور ہر چمن چار چار روشوں پر مشتمل ہے۔ اس کا مخطوطہ رام پور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ یہ کتاب حافظ صاحب کا ماخذ رہی ہے۔

—— فہرست مخطوطات اردو ۱/ ۲۶۰ — ۲۶۱

۵ —— ملا غفران : ملا محمد غفران ابن ملا تائب آخون ابن حافظ سعد اللہ خاں رام پوری تراہی خیل افغان تھے۔ ملا فقیر آخون ولایتی کے مرید و شاگرد تھے۔ بعض علمائے وقت کی خدمت میں استفادہ کیا۔ فتاوائے فقہ، سو جزو میں لکھے ہیں جو "جنگ" کے نام سے موسوم ہیں۔ سو سال کی عمر میں ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں انتقال ہوا۔ مصنف ابجد العلوم نے ان کو روایت کش کے لقب سے یاد کیا ہے۔

—— ترجمۂ اردو تذکرۂ علمائے ہند، ص ۴۵۵ — ۴۵۶

—— تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۳۰۰

۶ —— بحر العلوم مولانا عبد العلی : مولانا عبد العلی، ملا نظام الدین سہالوی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) کے فرزند تھے۔ سترہ سال کی عمر میں جملہ علوم متداولہ و متعارفہ اپنے والد سے تحصیل کر کے فارغ ہو گئے۔ حافظ الملک رحمت خاں کی حیات تک وہ شاہجہاں پور میں مقیم رہے اور حافظ صاحب کی طرف سے انھیں معقول وظیفہ ملتا رہا۔ حافظ صاحب کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں نے انھیں رام پور بلا لیا۔ یہاں آ کر وہ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ رام پور سے بوہار اور پھر بوہار سے رئیس کرناٹک نواب

والاجاہ محمد علی خاں کی دعوت پر مدراس گئے۔ وہاں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا گیا جس میں مولانا عبدالعلی طلبا کو پڑھانے لگے۔ نواب والاجاہ نے بحرالعلوم کے خطاب سے نوازا۔ مولانا کا انتقال ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ/ ۲۰-۱۸۱۹ء میں ہوا اور مدراس میں ہی دفن کیے گئے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد بھی بہت ہے جن میں چند یہ ہیں: ارکان اربعہ، حاشیہ برمیرزاہد، شرح سلم مع حاشیہ، حاشیہ برشرح صدرا شیرازی، شرح مثنوی مولانا روم، رسالہ وحدت الوجود اور تنویر المنار (شرح نورالانوار در اصول فقہ) مؤخرالذکر دونوں کتابیں فارسی میں ہیں اور ان کے مخطوطے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں۔

—— تذکرۂ علمائے ہند (ترجمہ اردو) ۳۰۴-۳۰۵

—— فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانۂ رضا ۱/۱۰۳ و ۱۷۹

۷—— قدرت اللہ شوق (م ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء): قدرت اللہ شوق موضع مؤی (ضلع بریلی) میں پیدا ہوئے جو ریاست رام پور کے زیر نگیں تھا۔ والد کا نام شیخ قبول محمد تھا۔ غلام طیب بہاری کے شاگرد تھے۔ شوق کی تصانیف ہیں —— جام جہاں نما (فارسی)، تکملۃ الشعرا (فارسی) اور طبقات الشعرا (سال تالیف ۱۱۸۸ھ/۷۷-۱۷۷۴ء) شامل ہیں۔ مؤخرالذکر اردو شعرا کا فارسی میں لکھا گیا تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ پروفیسر نثار احمد فاروقی کی تصحیح کے ساتھ لاہور سے شائع ہو گیا ہے۔ پروفیسر فاروقی نے تین تذکرے میں اس کی تلخیص بھی شائع کر دی ہے۔ اور مصنف نیز اس کی تصنیفات خاص کر طبقات الشعرا کے بارے میں قدرے تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔

—— طبقات الشعرا (طبع مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۶۸ء)

—— تین تذکرے، ۱۱ — ۳۸

—— انتخاب یادگار، ۱۸۳ — ۱۸۴

۸—— جام جہاں نما: فارسی زبان میں قدرت اللہ شوق (م ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء) کی تصنیف ہے جس کا موضوع تاریخ عالم ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، ۳۹ طبقات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ شوق نے اسے ۱۱۹۱ھ/ ۱۷۷۷ء میں لکھنا شروع کیا اور ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء میں مکمل کیا۔ رضا لائبریری رام پور میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری نے نسخۂ رضا کی مکمل فہرست شائع کر دی ہے۔

—— مقالات منتخبہ ۲/ ۷۱ — ۷۴ (مقالہ: فارسی ادب کی تاریخ از: حافظ احمد علی شوق رام پوری)

ـــ دستور الفصاحت، ۷۰ (دیباچہ مصحح)

ـــ تاریخ تذکرہ ہائے فارسی ۲/۵۸۵

ـــ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۵۷۴

۹ـــ مولوی شرف الدین : مفتی شرف الدین، علوم فلسفہ و منطق میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کا تعلق پنجاب سے تھا۔ اکثر علمائے رام پور کا سلسلۂ علم آپ پر منتہی ہوتا ہے۔ مفتی صاحب ۱۲۵۶ھ/۴۱-۱۸۴۰ء میں کلکتہ سے رام پور آتے وقت موضع فتح پور مہسوہ میں اپنے داماد محمد سعید کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے رکے تو مولوی احسان علی برادر مولوی رحمان علی صاحب تذکرۂ علمائے ہند کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ رام پور کی سیاست میں مداخلت کی وجہ سے مفتی صاحب کو کافی ذلت و رسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان کا انتقال ۱۲۶۸ھ/۵۲-۱۸۵۱ء میں ہوا۔ مولوی عبدالقادر صاحب وقائع عبدالقادر خانی، مفتی صاحب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اپنے روزنامچہ میں مفتی صاحب کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔

مفتی صاحب کی تصانیف میں بقول صاحب تذکرۂ علمائے ہند : سراج المیزان (منطق)، شرح سلّم اور بعض فتاویٰ شامل ہیں جبکہ رسالہ حل الاشکال اور رسالہ در فرائض کے مخطوطے (فارسی) کتاب خانۂ رضا رام پور میں موجود ہیں۔ عربی میں جُنگ مسائل کے نام سے فقہ میں ایک اور کتاب کا مخطوطہ بھی رضا لائبریری میں ہے۔

ـــ تذکرۂ علمائے ہند (ترجمۂ اردو) ص ۲۳۲

ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور ص ۱۷۰

ـــ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۴۴ و ۳۲۶

ـــ اخبار الصنادید ۱/۷۴۴-۷۴۵

ـــ علم و عمل ۱/۸۰-۸۱

ـــ فہرست کتب عربی موجودۂ کتب خانہ ریاست رام پور ۱/۱۸۳

۱۰ـــ قاضی سید نور الحق منعم کھاتہ والے (م ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء)۔ قاضی سید معصوم کے بیٹے۔ منعم تخلص کرتے تھے۔ ریاست رام پور کے مضافات میں واقع قصبہ کھاتہ کے رہنے والے تھے۔ اخبار الصنادید

اور انتخاب یادگار میں نشتر عشق کے حوالے سے آپ کی تصنیفات میں کلام اللہ کی ایک تفسیر اور طبقات الشعرا کے حوالے سے چار دیوان اور کئی مثنویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثنوی سرود جان نواز (فارسی) کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ اس مثنوی سے انتخاب یادگار میں ایک مختصر انتخاب بھی شامل ہے۔ آپ کی وفات اپنے وطن میں ہی ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

— تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۴۲۶ — ۴۲۷

— انتخاب یادگار، ۳۴۸ — ۳۵۴

— صبح گلشن، ۴۶۰

— اخبار الصنادید ۱/۶۰۱

۱۱ — مولوی سید اکبر شاہ: ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء میں باحیات تھے۔ نہایت پرہیزگار تھے۔

— تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۴۹

۱۲ — مولوی عبدالعزیز: عبدالقادر خاں نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے: "میں نے ان کو اس وقت دیکھا جب مشغلۂ تعلیم کو ترک کر کے زہد کی جانب متوجہ تھے مگر ان کی گفتگو سے جودتِ ذہن کا اظہار ہوتا تھا۔" حافظ احمد علی شوق نے اسے ۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء کا زمانہ بتایا ہے۔

— علم و عمل ۱/۶۹

— تذکرۂ کاملان رام پور، ۲۲۷

۱۳ — مولوی محمد حسن: مولوی محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ ابن ملا محمد اسعد۔ اپنے وقت کے بڑے جید عالم گذرے ہیں۔ منطق و حکمت میں کمال حاصل تھا۔ اسّی برس کی عمر میں رام پور میں ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء میں انتقال ہوا۔ ان کی تالیفات میں حاشیہ میر زاہد، ملا جلال و شرح سلم، حواشی صدرا، شرح مسلم الثبوت تا مبادی الاحکام، معارج العلام، غایۃ العلوم، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین شیرازی، حاشیہ شمس بازغہ و حواشی زوائد ثلثہ کے نام ملتے ہیں۔

— تذکرۂ کاملان رام پور، ۳۵۱

۱۴ — غلام طیب بہاری (م ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۲ء) مولوی وہاج الدین گوپاموی کے شاگرد اور تاریخ جام جہاں نما کے مصنف قدرت اللہ شوق کے استاد۔ اپنے وقت کے جید علما اور فضلا میں شمار ہوتے

تھے۔ رام پور میں انتقال ہوا اور یہیں مسجد عثمان کے نیچے دفن ہوئے۔ صاحب وقائع عبدالقادر خانی نے ان کی ذہانت وذکاوت کی تعریف کی ہے۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۲۹۸ ـ ۲۹۹

ــــ علم وعمل ۱/ ۷۸

۱۵ــــ قائم چاندپوری (م ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء) قیام الدین قائم اردو کے معروف شاعر، تذکرہ نویس اور سودا کے شاگرد، قصبہ چاندپور ضلع بجنور (بہ روایت انتخاب یادگار ضلع مراد آباد) کے رہنے والے تھے۔ رام پور میں صاحبزادہ یار محمد خاں بہادر کی سرکار سے وابستہ ہوئے اور یہیں انتقال ہوا۔ ان کی قبر صاحبزادہ محمد یار خاں امیر کے مقبرہ واقع مدرسہ محلہ میں ہے۔ وہ صاحب دیوان تھے۔ پہلی بار ۱۹۰۴ء میں مولانا حسرت موہانی نے دیوان قائم کا ایک انتخاب علی گڑھ سے شائع کیا تھا۔ دیوان اردو کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ اردو دیوان کے علاوہ فارسی زبان میں اردو شعرا کا ایک تذکرہ مخزن نکات بھی ان کی تالیف ہے۔ اس میں ۱۱۸ شعرا کا ذکر ہے۔ یہ تذکرہ تین طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلی بار ۱۹۲۹ء میں مولوی عبدالحق کے مقدمہ کے ساتھ انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد سے اور دوسری بار ڈاکٹر اقتدار حسن کے مقدمہ وحواشی کے ساتھ مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا۔ قائم کے اس تذکرے کا اردو ترجمہ سید محسن علی مصنف سراپا سخن نے کیا تھا۔ البتہ محسن نے دو طبقے مکمل اور تیسرے طبقے میں شاہ عالم ثانی متخلص بہ آفتاب تک کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۲۲۶؛ ــــ انتخاب یادگار، ۳۰۱

ــــ فہرست مخطوطات اردو ۱/ ۲۹۵ ـ ۴۰۱؛ ــــ شعرائے اردو کے تذکرے ۳۰۵ ـ ۳۳۰

از حنیف نقوی

ــــ دستور الفصاحت (دیباچۂ مصحح)، ۵۰ ـ ۵۹

۱۶ــــ مولوی محمود: نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں رام پور میں معقول ومنقول کے مشہور استاد تھے جن سے مولانا عبدالرحمٰن موحد لکھنوی نے چار سال چھ ماہ تک تعلیم حاصل کی۔

ــــ تذکرۂ کاملان رام پور، ۳۸۲

ـــ انوارالرحمٰن لتنویرالجنان مؤلفہ نوراللہ بن محمد مقیم الدین

مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۸۷ھ، ۲۷

۱۷ ـــ شاہ نوازش علی : علم فرائض میں مشہور تھے۔ رسالہ منظومہ بزبان فارسی متعلق فرائض ان کی یادگار ہے (روزنامچہ عبدالقادر خاں) ان کا زمانہ اواخر ۱۲ ویں صدی ہجری کا ہے۔

ـــ تذکرۂ کاملان رام پور، ۲۴۴

۱۸ ـــ فیض اللہ آخوندزادہ : میرزا مظہر جانجاناں کے مرید تھے۔

ـــ اخبارالصنادید ۱/۱/۶۰

ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۳۲۱

۱۹ ـــ شاہ عبدالکریم ملا فقیر آخوندؒ (م ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء) شاہ صاحب قطب عالم حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۴ رجب ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء کو صوبۂ پنجاب کے شہر گجرات میں ہوئی۔ اپنے زمانے کے بڑے عارف اور عالم و فاضل، صوفی بزرگ تھے۔ رام پور میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ اور قادوسیہ کے مروج تھے۔ ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء میں نواب فیض اللہ خاں کی درخواست پر رام پور تشریف لائے۔ آپ کے معاصرین میں حافظ شاہ جمال اللہ اور شاہ عبداللہ بغدادی کا نام نمایاں ہے۔ شاہ صاحب کے احوال 'مقام ملا فقیر' میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ رام پور میں آپ کا مزار 'زیارت حلقہ والی' کے نام سے مشہور ہے۔

ـــ مقام ملا فقیر (اردو) مصنفہ شبیر حسن خاں رام پور ۱۹۹۱ء

ـــ تذکرۂ کاملان رام پور، ۳۲۱ ـــ ۳۲۲

۲۰ ـــ شاہ عبداللہ صاحب بغدادیؒ : شاہ عبداللہ بغدادی قادری معروف بہ شاہ بغدادی اپنے وقت کی بہت معروف اور معزز شخصیت گزری ہے۔ نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں دہلی سے رام پور تشریف لائے۔ نواب موصوف نے بڑے عزت و احترام کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ رام پور میں ۱۴ محرم ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲ء کو انتقال ہوا۔ جہاں آپ کا مزار ہے وہ جگہ محلہ بغدادی صاحب کے نام سے آج بھی معروف ہے۔

ـــ تذکرۂ کاملان رام پور، ۸۲ ـــ ۸۴

ـــ اخبارالصنادید ۱/۶۰۰

۲۱ــــ حافظ شاہ جمال اللہؒ: ابن سید سلطان شاہ معروف بہ سید محمد روشن۔ درویش صفت بزرگ۔ مولانا شاہ قطب الدین کے مرید و شاگرد۔ اپنے پیر و مرشد سے خلافت حاصل کی اور ان کی ہدایت کے مطابق ملک کھٹیر میں افغانوں کی تربیت کے لیے تشریف لائے۔ حافظ صاحب نواب فیض اللہ خاں کے دور میں رام پور آکر فوج میں ملازم ہوگئے۔ لال ڈانگ کے واقعے میں بھی آپ نواب موصوف کے ہمراہ تھے۔ ۳ صفر ۱۲۰۹ھ کو انتقال ہوا۔ رام پور میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے حالات و کرامات کے بیان میں امام الدین خاں انورؔ رام پوری نے فارسی میں ایک کتاب مجمع الکرامات لکھی ہے جس کا اردو ترجمہ حامد حسن قادری نے کیا۔ مجمع الکرامات کے مخطوطے رضا لائبریری اور کتب خانۂ فرقانیہ رام پور میں موجود ہیں۔ جبکہ ترجمہ ۱۹۵۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۹۲ ــ ۹۹

ــــ مجمع الکرامات (ترجمہ اردو مطبوعہ)

ــــ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانۂ رضا ۱/۶۹۱

ــــ ماہنامہ ضیاء وجیہ رام پور، جون ۱۹۹۴ء

(کتب خانۂ فرقانیہ اور اس کے مخطوطات

از ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی)

۲۲ــــ حکیم میر ضیاء الدین عبرتؔ دم تقریباً ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۸۹ء) والد کا نام سید علاء الدین، وطن شاہجہاں آباد تھا۔ رام پور میں پرورش و پرداخت ہوئی۔ حکیم حاذق تھے۔ شاعری میں نواب محبت خاں ابن حافظ رحمت خاں کے شاگرد تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ عبرتؔ تخلص تھا۔ پدماوت کو اردو میں منظوم کرنا شروع کیا تھا لیکن مکمل نہ کر سکے۔ بعد میں اسے غلام علی عشرتؔ بریلوی نے مکمل کیا۔ عبرتؔ سید حسن شاہ کے مرید تھے۔ فارسی اور اردو دونوں دیوان رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۷۹ــ ۱۸۰

ــــ انتخاب یادگار، ۲۲۰

ــــ اخبار الصنادید ۱/ ۶۰۱ــ ۶۰۲

۲۳۔ حکیم بایزید خاں: حکیم بایزید خاں ولد شاہ رحمت اللہ گنگوہی ابن شاہ حافظ برخوردار۔ ۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ عربی زبان اور علم طب خصوصاً علم جراحی میں بڑی مہارت حاصل کی۔ مولانا عزیزالدین میرٹھی، حکیم قاضی ثناء اللہ بریلوی، حکیم کبیر علی خاں سنبھلی اور حکیم علوی خاں جیسے نامور اساتذہ سے علم طب کی تعلیم حاصل کی۔ حکیم بایزید، نواب فیض اللہ خاں کے معالج بھی تھے۔ علوم طب میں کئی اہم تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں چند یہ ہیں:

فصول فیض اللہ خانی معروف بہ اقتباس العلاج، جرائب النغمت درفن جراحت، فوائد النغمت درعلاج آتشک، رسالہ در معالجات حاملہ، قرابادین نافع الامراض، وخزینۃ العلاج و ریاض العمل وغیرہ۔

۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۷۶ ۔ ۷۸

۔ علم و عمل ۱/ ۸۲ (حاشیہ)

۔ اخبار الصنادید ۱/ ۶۰۱

۔ اطبائے عہد مغلیہ، ۵۸ ۔ ۵۹

۲۴۔ حکیم علوی خاں: میر محمد ہاشم ابن میر محمد ہادی علوی شیرازی۔ اصل وطن شیراز میں رمضان ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء میں ہندوستان آکر عالمگیر کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ یہیں سے "علوی خاں" کا خطاب ملا۔ اور محمد شاہ نے "معتمد الملک" کے خطاب سے نوازا۔ چاندی میں تولا گیا اور شش ہزاری منصب عطا ہوا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر ۱۱۵۶ھ/ ۱۷۴۲ء میں دہلی واپس آئے اور یہیں ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۹ء میں انتقال ہوا اور وصیت کے مطابق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے جوار میں دفن کیے گئے۔

حکیم علوی خاں نے طب میں عربی اور فارسی میں کئی اہم تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ علوی خاں کی رضا لائبریری میں موجود تصنیفات کے مخطوطے حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتاب فی احوال اعضاء النفس (عربی)؛ در معالجات و تشریح اعضائے تنفس، نستعلیق، ۱۲۵ص، ناقص الآخر ۲۔ جامع الجوامع (فارسی) ۳۔ خلاصۃ قوانین العلاج (فارسی)

۴۔ دستور علاج سوء القنیہ و استسقا (فارسی) ۵۔ علاج الحمی (فارسی)

تذکرۂ علمائے ہند (اردو ترجمہ)، ۳۵۴ ۔ ۳۵۵

ـــ طب اسلامی برصغیر میں، ۲۷۹ (مقالہ: حکیم علوی خاں کی تالیفات کا تحقیقی جائزہ
از نظام الدین احمد کاظمی)

ـــ فہرست کتب عربی موجودہ کتب خانہ ریاست رام پور ۱/۴۹۲

ـــ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۳۹۲ ـ ۳۹۵

۲۵ـــ حکیم محمد محسن خاں (زندہ در ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) دہلی کے رہنے والے تھے۔ نواب فیض اللہ خاں کے دور میں رام پور آ گئے۔ یہاں نواب مذکور کے معالج رہے۔ حکیم محسن کو خوشنویسی، موسیقی اور تاریخ سے بھی دلچسپی تھی۔ ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۳۶۹ ـ ۳۷۰

۲۶ـــ حکیم شاہ باز خاں: رام پور کے باشندے اور حکیم ثناء اللہ بریلوی کے شاگرد تھے۔ نواب فیض اللہ خاں کے دربار سے وابستہ تھے۔ ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۶۵

۲۷ـــ حکیم کبیر علی خاں سنبھلی (م ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء) نواب محمد یار خاں فرزند نواب علی محمد خاں کے ملازم۔ شاعری سے بھی شوق تھا اور کبیر تخلص کرتے تھے۔

ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۳۲۷ ـ ۳۲۸

۲۸ـــ حکیم احمد علی خاں سنبھلی: حکیم کبیر سنبھلی کے بھائی تھے اور نواب فیض اللہ خاں کے معالج۔

ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۲۶

۲۹ـــ حکیم مرزا عاشور بیگ: نواب فیض اللہ خاں کے دور میں ۱۱۸۸ھ سے ۱۲۰۸ھ/۱۷۷۴ـ۱۷۹۳ء تک رام پور میں مقیم تھے۔ حکیم بایزید کے معاصر تھے۔

ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۸۹

۳۰ـــ حکیم دوست محمد خاں (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) غوث محمد خاں کے بیٹے۔ قوم افغان بڑہیچ۔ ولادت ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء میں جھجر میں ہوئی۔ غوث محمد خاں ریاست جھجر کے نائب تھے۔ وہاں سے رام پور آ گئے۔ یہاں تعلیم مکمل کی۔ مجربات میں ایک کتاب بھی لکھی لیکن شائع نہ ہو سکی۔ رام پور میں انتقال ہوا اور یہیں دفن ہوئے۔ ـــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۲۷

۳۱ـــ حکیم عطاء اللہ عمیس (م تقریباً ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) والد کا نام حکیم غلام رسول حکمت خاں (کشمیری) نبیرۂ محسن فانی تھا۔ پہلے نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ کے مصاحب تھے۔ بعد میں نواب

فیض اللہ کی سرکار میں ملازم ہوئے۔ حکیم عطاء اللہ کی نشو و نما اور پرورش و پرداخت رام پور میں ہوئی۔ نہایت خوش خلق و حلیم الطبع تھے۔ شاہ قدرت اللہ بلیغ کے شاگرد تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ پہلے انتظار تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں غمیں اختیار کر لیا۔ 'خلد بے مثال' کے نام سے ۲۳۴ اوراق پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس میں فارسی شعرا کا ردیف وار کلام جمع کیا ہے۔ یہ نام تاریخی ہے۔ اس سے ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء برآمد ہوتا ہے۔ اس کا منظوم خطبہ لکھا۔ یہ مجموعہ انھوں نے نواب احمد علی خاں بہادر کے حکم سے مرتب کیا تھا۔

رضا لائبریری میں دیوانِ غمیں (اردو) کا ایک مخطوطہ بخط مولف اور دیوانِ فارسی کے دو مخطوطے موجود ہیں۔ اردو دیوان، رباعی اور سلام پر مشتمل ہے۔ مصنف نے جگہ جگہ حاشیے پر اشعار کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس پر دیباچہ حافظ شیخ الاسلام نے فارسی میں لکھا ہے۔

۔۔۔ انتخاب یادگار، ۲۷۲۔۔۔۲۷۳

۔۔۔ تذکرۂ کاملان رام پور، ۲۲۲ ۔ ۲۲۳

۔۔۔ رضا لائبریری جنرل شمارہ ۲/۳۸۴ (دیوان غمیں)

۳۲۔۔۔ کاظم خاں شیدا : رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۰ ۔ ص ۹۱

۳۳۔۔۔ حکیم میر ضیاء الدین عبرت (م تقریباً ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۹ء)
رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۲ ۔ ص ۱۱۲

۳۴۔۔۔ عشرت : میر غلام علی عشرت بریلوی ۔ ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں بہ عہد نواب نصر اللہ خاں رام پور آئے۔ مرزا علی لطف شاگرد سودا کے شاگرد تھے۔ رام پور میں صاحبزادہ محمد عثمان خاں و احمد خاں کے ملازم ہوئے۔ اسی دوران پدماوت کے منظوم اردو ترجمہ کو مکمل کیا جسے عبرت نے شروع کیا تھا اور ان کے انتقال کی وجہ سے وہ ادھورا رہ گیا تھا۔ نواب احمد علی خاں کے عہد میں ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں وفات پائی۔ شوق صاحب نے عشرت کا اردو دیوان ستمبر ۱۹۱۵ء میں کتب خانۂ رضا کے لیے خریدا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ مصنف کا اصل مسودہ ہے۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۳۰۱ ــــ ۳۰۲

ــــ انتخابِ یادگار، ۲۲۸ ــــ ۲۳۰

۳۵ــــ نظیر شاہ خاں شاد: ابن غلام محمد خاں۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ مراد آباد میں مولوی کریم الدین آرزو کی شاگردی اختیار کی۔ علم عروض و قافیہ میں مہارت حاصل تھی۔ فارسی نظم میں داستان لیلیٰ مجنوں تصنیف کی تھی جو ناپید ہے۔ ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء میں رام پور میں انتقال کیا۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۴۲۰

ــــ انتخابِ یادگار، ۱۷۶

۳۶ــــ فدوی لاہوری: بقول مصحفی: "صابر علی شاہ صابر کا شاگرد سرکار نواب محمد یار خاں میں ملازم ہوا، لیکن بہت جلد ملازمت سے الگ ہو گیا۔ سکرتال میں مرہٹوں کے ہاتھوں ضابطہ خاں کی شکست کے بعد مراد آباد میں وفات پا گیا۔ پچاس سال سے زیادہ عمر ہوگی۔ ہر غزل میں طویل قطعہ کہنے میں مہارت رکھتا تھا، اور شاعری میں اس کا طرۂ امتیاز یہی تھا۔ نواب ضابطہ خاں کی فرمائش پر جس سے اس کی دوستی تھی، اردو میں مثنوی زلیخا نظم کر رہا تھا لیکن یہ کام پورا نہ ہو سکا۔" مصحفی نے چند اشعار درج کیے ہیں۔

ــــ تذکرۂ ہندی۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷

ــــ تذکرۂ کلیم (قلمی مخزونہ رضا لائبریری نمبر ۱۷۸۷) ص ۱۶۸

۳۷ــــ نعیم: بقول مصحفی: "شاہ حاتم کا شاگرد، زود گو، کلام رطب و یابس سے معمور، آنولہ میں نواب محمد یار خاں کے دربار کا ملازم۔ مرض استسقا میں انتقال ہوا۔ ضخیم دیوان ترتیب دیا تھا۔"

ــــ تذکرۂ ہندی، ۲۵۹

۳۸ــــ علی شاہ پروانہ مراد آبادی: محمد قائم کے ذریعے نواب محمد یار خاں کے دربار میں ملازم ہوا۔ شعرا کی صف میں شامل تھا۔ مصحفی نے دو اشعار بطور نمونہ نقل کیے ہیں۔

ــــ تذکرۂ ہندی، ۴۵ ــــ ۴۶

۳۹ــــ صاحبزادہ کریم اللہ خاں ثروت (م ۱۳ شوال ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء) نواب فیض اللہ خاں کے بیٹے، اردو شاعری کا ذوق تھا اور ثروت تخلص کرتے تھے۔ شاعری میں عنبر شاہ عنبر سے تلمذ تھا۔ کتاب خانۂ رضا کے اردو مخطوطات میں ایک بیاض (نمبر ۱۳۷۵) موجود ہے جس کا کاتب

فضل امام ہے ۔ یہ بیاض صاحبزادہ کریم اللہ کے لیے ۱۲۴۳ھ میں لکھی گئی ۔ علاوہ ازیں فارسی مخطوطات میں "سیر کریمی" کے نام سے ایک اور مخطوطہ ہے جس کے مصنف صاحبزادہ کریم اللہ ہیں ۔ یہ دراصل ان کا سفر نامہ ہے ۔ رضا لائبریری میں سیر کریمی کے دو نسخے نمبر ۲۲۳۶ و ۲۲۳۷ ہیں اور صولت پبلک لائبریری رام پور میں ایک نسخہ موجود ہے ۔

— اخبار الصنادید ۱/۳۰۶

— انتخاب یادگار ، ۱۰۱ — ۱۰۲

— رضا لائبریری جرنل ۴۰۵/۲ (فہرست مخطوطات اردو رضا لائبریری

ازڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی)

— فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۶۵۹

— فہرست مخطوطات فارسی و عربی صولت پبلک لائبریری رام پور ، ۱۲

۴۰— دھن سنگھ : صاحب انتخاب یادگار کے بقول : "یہی نام یہی تخلص ۔ ولد تواری کشور داس ، کشور تخلص متوطن شاہ آباد ۔ ساہو کاری پیشہ ۔ پہلوان زبردست تھے ۔ کبیشر ہرے رام اور کبیشر پوکھے پورب کے رہنے والے ان کے مکان پر آکر قیام کیا کرتے تھے ۔ وہی دونوں ان کے استاد تھے ۔ ۶۹ برس کی عمر ہوئی ۔ ۲۸ جمادی الاول ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء میں ان کے مکان پر ڈاکا پڑا ۔ اکیلے انھوں نے چودہ ڈاکوؤں کو مجروح و مقتول کیا اور مارے گئے ۔"

— انتخاب یادگار ، ۱۳۸ — ۱۳۹

۴۱— فتاویٰ عالمگیری : یہ کتاب حنفی فقہ کی انسائیکلوپیڈیا ہے ۔ اصل کتاب عربی میں ہے جسے عالمگیر کے حکم سے ملا نظام برہان پوری کی نگرانی میں ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء میں علما کی ایک جماعت نے مرتب کیا تھا ۔ ان علما کے اسما اور حالات کے لیے ملاحظہ ہو معارف اعظم گڑھ ج ۵۸ شمارہ ۶ ، ج ۵۹ شمارہ ۱ و ۶ ، و ج ۶۰ شمارہ ۴ ، ۵ و ۶ ۔

اس کا اردو ترجمہ علمائے رام پور کی ایک جماعت نے مفتی لطف اللہ بن مفتی سعد اللہ رام پوری (م ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء) کی نگرانی میں انجام دیا تھا ۔ ترجمہ کا قلمی نسخہ چھ جلدوں میں کتاب خانہ رضا رام پور میں موجود ہے ۔ یہ ترجمہ نواب کلب علی خاں بہادر نے کرایا تھا ۔ رضا لائبریری میں اصل کتاب بھی مطبوعہ و قلمی صورت میں موجود ہے ۔

— فہرست مخطوطات اردو ۱/۱۱۴ — ۱۲۹

— تذکرۂ کاملانِ رام پور ، ۱۵۰

۴۲— فتاویٰ فیض اللہ خانی : فن فقہ میں اس کتاب کا مخطوطہ تین اجزا (جلدوں) میں رضا لائبریری میں موجود ہے۔

الجزء الاول — از باب الاسلام تا باب التسمیہ والکنایہ، بخط نسخ، نوشتہ شیخ محمد یوسف زئی، ۴۷۰ صفحات۔

الجزء الثانی — از کتاب البیوع تا مسائل متفرقہ بخط نسخ، وہی کاتب ۱۰۵۴ صفحات

الجزء الثالث — از کتاب الدعویٰ تا کتاب الوصایا، ۶۱۲ صفحات۔

— فہرست کتب عربی موجودہ کتب خانہ ریاست رام پور ۱/۲۲۷

۴۳— فصول فیض اللہ خانی : تالیف حکیم بایزید خاں۔ یہ کتاب اقتباس العلاج کے نام سے بھی معروف ہے۔ حکیم بایزید نے اسے ستر سال کی عمر میں تالیف کیا اور نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں مکمل کیا۔ اسی لیے اس کا نام نواب صاحب کے نام پر فصول فیض اللہ خانی رکھا۔ اس میں طب کی روایتی کتابوں کی طرح اعضائے بدن کی تشریح اور امراض کا بیان نیز ان کے علاج معالجے کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے جس کا نمبر ۱۳۸۶ اور سنہ کتابت ۱۲۶۱ھ ہے

— طب اسلامی برصغیر میں، ۲۰۳ (مقالہ بفصول فیض اللہ خانی از حکیم محمد حسین خاں شفا)

— فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانہ رضا ۱/۴۰۰

— اطبائے عہد مغلیہ ، ۵۸ — ۵۹

۴۴— جُنگ مسائل : عربی میں فقہ کے موضوع پر ملا غفران ابن ملا تائب بن حافظ سعد اللہ خاں رام پوری (م ۱۲۶۰ھ) کی تالیف ہے۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے جو مختصر الوقایہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (م ۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء) کے حاشیے پر ہے۔

— فہرست کتب عربی موجودہ کتب خانہ ریاست رام پور ۱/۱۸۳ و ۱۴۹

۴۵— جام جہاں نما : رجوع کریں حاشیہ نمبر ۸۔ ص ۱۰۷

۴۶۔ تکملۃ الشعرا : مصنف : قدرت اللہ شوق رام پوری، سنہ تالیف ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء۔ یہ فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے۔ رضا لائبریری رام پور میں اس تذکرے کے دو مخطوطے ہیں۔ ایک ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء کا مکتوبہ ہے اور دوسرا ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء کا۔ اس کا نام "تکملۃ الشعرائے جام جمشید"، تکملۃ الشعرا و مخزن در" اور "تذکرہ تکملۂ جام جہاں نما معروف بہ تذکرہ مخزن در" بھی لکھا گیا ہے۔ یہ تذکرہ ایک دیباچہ، دو مقالے اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقالۂ اول میں شعرائے عرب اور مقالۂ دوم میں شعرائے عجم کے حالات بہ ترتیب حروف تہجی لکھے گئے ہیں۔ مقدمہ میں لطائف سخن بیان کیے گئے ہیں۔ سال تکمیل احتمالاً ۱۱۹۷ھ یہ بعد۔ اس میں مصنف نے اپنے حالات اور نمونۂ کلام درج نہیں کیے ہیں۔ — دستور الفصاحت، ۱۷ (دیباچۂ مصحح)

— مقالات منتخبہ ۲/۱۵۷—۱۷۷ (مقالہ: فارسی ادب کی تاریخ از حافظ احمد علی شوق رام پوری)

— تاریخ تذکرہ ہائے فارسی ۱/۴۱۱—۴۱۲

— تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان، ۴۶۸—۴۷۱

۴۷۔ پدماوت اردو : میر ضیاء الدین عبرت شاہجہاں پوری نے ملک محمد جائسی کی معروف کتاب پدماوت کے قصے کو پوربی سے اردو میں نظم کیا تھا لیکن اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے قبل ان کا انتقال ہوگیا۔ غلام علی عشرت بریلوی (م ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء) ابن میر معظم علی مشہدی نے مولوی قدرت اللہ شوق رام پوری کی فرمائش پر اسے ڈیڑھ ماہ میں ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں مکمل کیا اور "تصنیف دو شاعر" سے تاریخ حاصل کی۔ یہ کتاب مطبع مصطفائی لکھنؤ سے جمادی الاول ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں ۷۷ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ کتاب خانۂ رضا رام پور میں عشرت کے دیوان اردو، مثنوی ریاض الحسنین اور داستان سحر البیان کے مخطوطے موجود ہیں۔

— اخبار الصنادید ۱/۶۵۴

— انتخاب یادگار، ۲۲۰—۲۲۸

— تذکرۂ کاملان رام پور، ۳۰۱—۳۰۲

۴۸۔ مثنوی سرود جاں نواز : قاضی سید نورالحق منعم کی فارسی تصنیف ہے۔ رضا لائبریری میں اس کا مخطوطہ، ۱۵۶ صفحات پر مشتمل، موجود ہے جس کا نمبر ۴۳۴۴ ہے۔ نیز رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۰

۴۹۔ دیوان پشتو شیدا : رضا لائبریری میں پشتو زبان میں دیوانِ شیدا کے دو مخطوطے موجود ہیں جن کا نمبر ۱۲ و ۱۳ ہے۔

8

عبرت و عشرت کی منظوم پدماوت کا سرورق

کتب خانہ
عہد نواب غلام محمد خاں

جناب نواب سید غلام محمد خان بہادر

کتب خانہ

عالی جناب نواب مستطاب نواب مخلص الدولہ ناصر الملک حاجی غلام محمد خاں صاحب بہادر مستعد جنگ بردَ اللہ مضجعہ

حضرت کے کمالات ظاہری اور معنوی لکھنے کے واسطے دفتر درکار ہیں۔ اخلاق حسنہ اور داد و دہش کا یہ حال تھا کہ کل رعایا کیا ہندو کیا مسلمان سب آپ کی ہی مسند نشینی کے آرزومند تھے۔ ایام شہزادگی ہی سے دربار میں عالم، فاضل، شاعر، حکیم پہلوان، بہادر اور جری سردار جمع رہتے تھے۔ مسند نشینی کے ساتھ ہی بہت سے لوگ اطراف سے آکر وظیفہ خواروں میں داخل ہو گئے۔ چونکہ خود بھی قطبی و میر قطبی تک کتابیں نکال چکے تھے اور حساب میں بہت اعلیٰ مہارت رکھتے تھے اس لیے علمی شوق بے حد بڑھا ہوا تھا۔ نواب عرش منزل نے تو علما کا ایک باغ لگا دیا تھا وہ ہرا بھرا باغ اس عہد دولت میں اور بھی سرسبز ہوا۔ اگر آپ کے قدوم میمنت لزوم سے کچھ عرصہ تک مسندِ ریاست کو اور شرف ملتا تو رام پور بھی علم و فضل میں بخارا کا جواب ہوتا۔ گو پونے چار مہینے حکومت کی مگر اس پر بھی نام نامی پر دو کتابیں تصنیف ہو گئیں۔ ایک جنگ نامہ دوجوڑہ فارسی زبان میں مولوی غلام جیلانی رفعت نے لکھا ہے جس کا نام درِ منظوم ہے۔ جنگ نامہ کیا ہے آپ کے حالات کا گویا ایک روزنامچہ ہے۔ دوسرا جنگ نامہ دوجوڑہ خلیفہ معظم عباسی کا اردو نظم میں ہے۔ شجاعت اور سخاوت قسامِ ازل نے گویا خاص آپ ہی کو عطا کی تھی۔ سخت سخت معرکوں میں باوجود قلتِ سپاہ کبھی

اضطراب کے ذرہ بھر آثار نمایاں نہیں ہوئے۔ دریا دلی میں ہفت اقلیم کی سلطنت کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی۔ بڑے چھوٹے بائیس معرکۂ جنگ آپ کو پیش آئے اور ہمیشہ فتحیاب ہوئے۔ کشمیر کے پہاڑوں میں بطریق سیاحت سیر و شکار میں مصروف تھے۔ وہاں کے سرکش حاکم نے خواہ مخواہ فساد اٹھایا۔ دشوار گزار گھاٹیوں میں پہاڑی فوجوں نے تین مقام پر گھیرا۔ دلیری اور جرأت کی بدولت دو سو آدمیوں کے ساتھ سلامت نکل آئے۔ مخالف کے سیکڑوں آدمی کھیت رہے اور اِدھر سے صرف بُت خاں اور دو تین نمک خوار تصدق ہو گئے۔

اجمیر شریف سے واپسی کے وقت جے نگر (جے پور) میں قیام تھا کہ سلطان زماں شاہ درانی بادشاہ کابل کا شقہ طلبی میں پہنچا۔ کابل میں دو سو ملازمین اور پچاس اونٹوں کی باربرداری کے ساتھ ماہ رجب ۱۲۱۲ھ میں داخل ہوئے۔ شہزادوں کی طرح خاطر و مدارات ہوئی۔ اور ترقی جاہ و مناصب سے سرفراز ہوئے اور بادشاہ نے ناصر الملک، مخلص الدولہ نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب بہادر مستعد جنگ کا خطاب عطا کیا۔ کابل میں بھی کئی موقعوں پر وہ دلاوری ظاہر ہوئی کہ سلطان زماں شاہ بھی انگشت بدنداں رہ گیا۔

موروثی ملازمین کی نسلاً بعد نسلٍ روایات سے پتا چلتا ہے کہ کتب خانے کا بہت شوق تھا۔ سفرِ حجاز اور سیاحتِ کابل وغیرہ میں بہت سے نادر نسخے مختلف علوم اور فنون کے جمع کیے تھے۔ مگر اس وقت کوئی فہرست موجود نہیں ہے جس سے کتابوں کے نام بتاتے جائیں۔

○

ـہ تاریخ احمدی مطبوعہ ۱۲۶۲ھ ص ۳۸ - ـہ تاریخ در منظوم مولوی غلام جیلانی رفعت

حواشی

۱ــــ نواب غلام محمد خاں بہادر : غلام محمد خاں ابن نواب فیض اللہ خاں ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی نواب محمد علی خاں (م ۲۱ محرم ۱۲۰۹ھ) کو معزول کر کے مسند نشین ہوئے۔ حافظ جمال اللہؒ نے ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ کو مسند نشینی کی رسم ادا کی۔ جب نواب آصف الدولہ کو نواب محمد علی خاں کے قتل کی خبر ملی تو انھوں نے انگریزی حکومت کے ساتھ مل کر غلام محمد خاں کے خلاف لشکر کشی کا فیصلہ کیا اور اس طرح روہیلوں اور نواب آصف الدولہ نیز انگریز حکومت کے درمیان دوجوڑا کے مقام پر جنگ ہوئی۔ جس میں نواب غلام محمد خاں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ جنگ ۲۶ اکتوبر ۱۷۹۴ء کو ہوئی۔ نواب غلام محمد خاں نے خود کو انگریزی لشکر کے حوالے کر دیا۔ نواب غلام محمد خاں انگریزوں کی اجازت سے بنارس سے حج بیت اللہ کے لیے گئے۔ وہاں سے کابل پہنچے، جہاں زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ درانی نے ان کی بڑی عزت و توقیر کی اور ناصر الملک مخلص الدولہ مستعد جنگ بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔ نواب غلام محمد خاں کشمیر ہوتے ہوئے نادون آ گئے، وہیں ۷ جمادی الآخر ۱۲۳۸ھ میں تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کیے گئے۔ عنبر شاہ نے 'آفتاب بہشت والا جاہ' اور مرزا لکھو عرف کرم خاں نے 'رضوان مقام' تاریخ وفات کہی۔

نواب غلام محمد خاں، پہلوان و شہ زور تھے۔ تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ علم حساب میں بھی کمال حاصل تھا۔ نواب غلام محمد خاں کے ترک وطن کے بعد نواب احمد علی خاں ابن نواب محمد علی خاں مسند نشین ہوتے۔

ــــ اخبار الصنادید ۱/۶۲۶ ــــ ۶۷۲

ــــ رضا لائبریری جرنل ۳/۱۶۱-۱۹۲ (مقالہ: تذکرۂ شجاعان روہیل کھنڈ از دلدار نصری)

ــــ انتخاب یادگار، ۳۸، ۶۵

۲ــــ جنگ نامۂ دوجوڑا (فارسی) مولوی غلام جیلانی رفعت رام پوری نے ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء میں بطرز مثنوی جنگ نامۂ نواب غلام محمد خاں تصنیف کیا تھا۔ اس کا نام دُرِ منظوم ہے۔ اس کے

مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

۳۔ غلام جیلانی رفعت : غلام جیلانی رفعت بنگش پٹھان تھے۔ مولانا بحرالعلوم لکھنوی اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد۔ فارسی میں بڑی مہارت تھی۔ مولوی حیدر علی خاں، مولوی خلیل الرحمٰن، مفتی شرف الدین، عنبر شاہ عنبر اور مولوی غیاث الدین عزت جیسے نامور علما ان کے شاگرد تھے۔ ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء میں رام پور میں انتقال ہوا۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ان کی تصانیف میں مجموعۂ رفعت (فارسی دیوان) ہشت خلد (فارسی) در منظوم (جنگ نامہ دوجوڑا، فارسی) غزال رعنا (شرح بیت دیوان حافظ، فارسی) مجمع الاشعار اور قصیدۂ عربی غیر منقوط کے نام ملتے ہیں۔ قصیدۂ عربی کا مخطوطہ پروفیسر ایوب قادری مرحوم کے کتب خانے میں ہے۔ جبکہ دیگر کتابوں کے مخطوطات رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں۔

۔ تذکرۂ کاملان رام پور، ۲۸۴-۲۸۷
۔ آثار حافظ شیرازی در کتاب خانۂ رضا
۔ تذکرۂ علمائے ہند (ترجمۂ اردو)، ۵۸۹-۵۹۰
۔ علم و عمل ۷۰/۱
۔ انتخاب یادگار، ۱۵۱-۱۵۷
۔ اخبار الصنادید ۵۲۹/۱

۴۔ جنگ نامۂ دوجوڑا : نواب غلام محمد خاں کا جنگ نامہ ہے جسے اردو میں خلیفہ معظم عباسی رام پوری متخلص بہ معظم نے مثنوی کی صورت میں نظم کیا ہے۔ سال تصنیف بعد از ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء ــــ اس جنگ نامہ کے تین مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں جن کے نمبر ۱۰۸۸، ۱۰۸۹ اور ۱۵۰۹ ہیں۔ اول الذکر بخط عبدالحکیم خاں رام پوری مکتوبہ ۱۹۰۴ء جبکہ دوسرا بخط قدرت علی قدرت رام پوری اور تیسرا نسخہ ریاست حسین خاں نے ۱۹۳۲ء میں نقل کیا تھا۔ ایوب قادری نے کراچی سے ۱۹۸۰ء میں جنگ نامہ شائع کیا ہے۔

رضا لائبریری جرنل ۳۸۹/۲

○

کتب خانہ

عہد نواب احمد علی خاں

جناب نواب سید احمد علی خان بہادر

کتب خانہ

نواب والاخطاب محمد احمد[۱] علی خاں صاحب بہادر نوراللہ مرقدہ
اس عہد میں ملکی محاصل کی کمی کی وجہ سے اہلِ کمال کی غور و پرداخت قرار واقعی
نہیں ہوئی جس گلشنِ ہمیشہ بہار کو نواب عرش منزل نے لگایا تھا اس میں خزاں
کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ آپ کو شعر و شاعری کا شوق تھا اور خود بھی کبھی کبھی کلام
موزوں فرماتے تھے۔ نواب عرش منزل کی یادگاریں سے اس وقت حکما
میں حکیم شاہ اعظم خاں[۲]، حکیم سعدالدین خاں عرف شعور آخوند زادے[۳]، حکیم
عطاء اللہ غمیں وغیرہ مغتنمات سے تھے۔

علما میں شاہ رؤف احمد صاحب[۴] تفسیر رؤفی اور مفتی شرف الدین
بڑے فاضل متبحر تھے۔

شعرا میں احمد خاں پشتو کا صاحب دیوان، مولوی محمد اکرم[۵] اور عنبر شاہ خاں عنبر[۶]
بہت قابل لوگ تھے۔ خصوصاً عنبر شاہ خاں عنبر تو ایسا جوہر فرد تھا جس کا ثانی
اُس وقت کوئی کٹھیر میں نہ تھا۔

کتابوں کی خریدکی بابت کسی قسم کے حالات نہ کہیں تواریخ سے ملتے ہیں
اور نہ زبانی روایات سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر آپ کے نام نامی پر لوگوں نے
تصنیفیں لکھی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

کلیات اردو[۷] و فارسی عنبر شاہ خاں عنبر، گلزار فصاحت[۸] پرشادی لال
جوہر، نظم مدحیہ مولوی غلام حسین، دیوانِ غمیں[۹] فارسی حکیم عطاء اللہ،
سوادِ[۱۰] عنبر و جوہر عنبر[۱۱]، عنبر شاہ خاں۔ جنگ مسائل[۱۲] عربی تألیف مفتی شرف الدین

(نواب خلد آشیاں نے اس کی تدوین مفتی محمد سعد اللہ[۱۳] صاحب سے کرائی ہے) تذکرۂ خلدِ بے مثال[۱۴] حکیم عطاء اللہ، دیوان پشتو احمد خاں، دیوان اردو[۱۵] اکبر شاہ خاں فرحت، غیاث اللغات[۱۶] بھی اسی عہد کی تصنیف ہے۔ قصہ رام و سیتا[۱۷] احمد خاں، شکار نامہ[۱۸] نواب صاحب تصنیف شاہ نامی شاعر، مثنوی مدحیہ[۱۹] تحیر شاعر، نسخۂ یاقوت حکیم احمد خاں فاخر، مثنوی نلدمن[۲۰] اردو نکہت شاعر، دہ مجلس[۲۱]۔
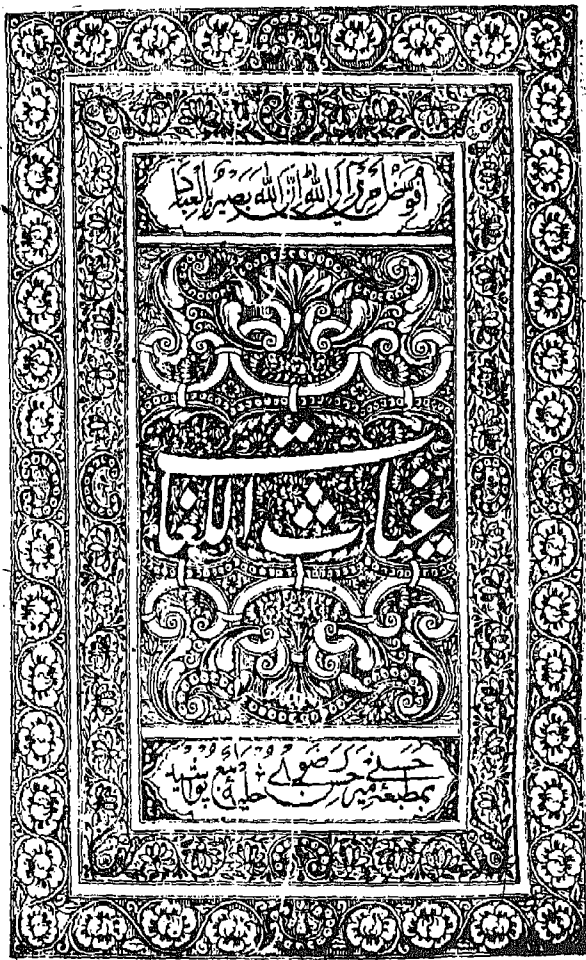
غیاث اللغات مطبوعہ ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء کے نسخے کا سرورق

یادگار انتخاب ۱۲۹۰

تالیف منشی امیر احمد صاحب امیر سلمہ اللہ

در تاج المطابع ... طبع گردید

انتخاب یادگار کی پہلی اشاعت ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء کا سرورق
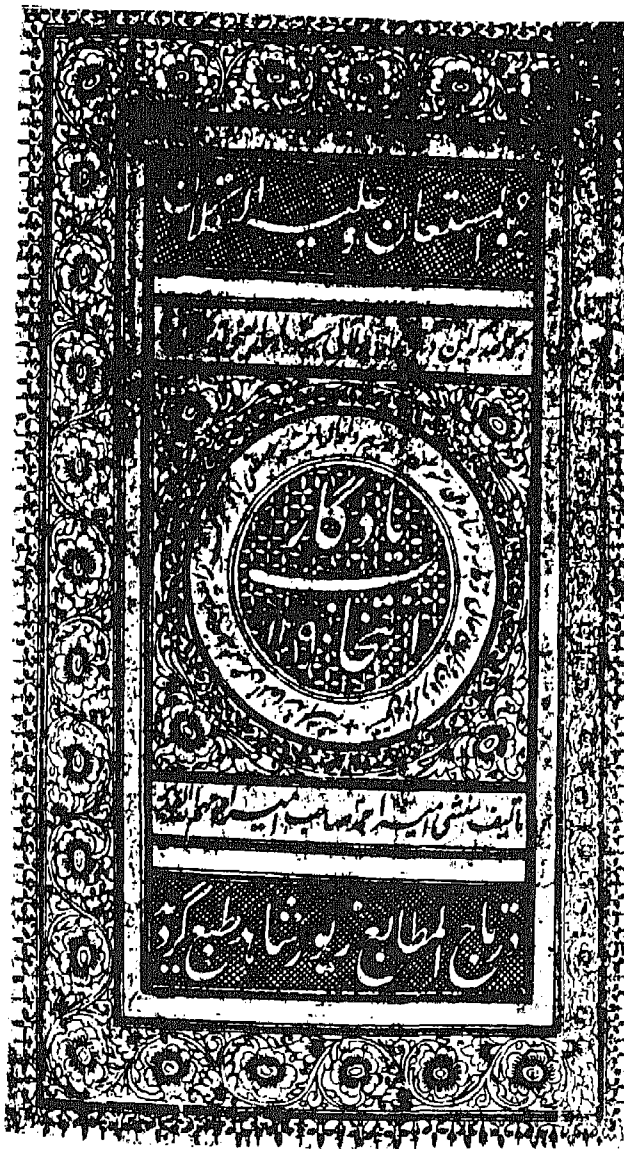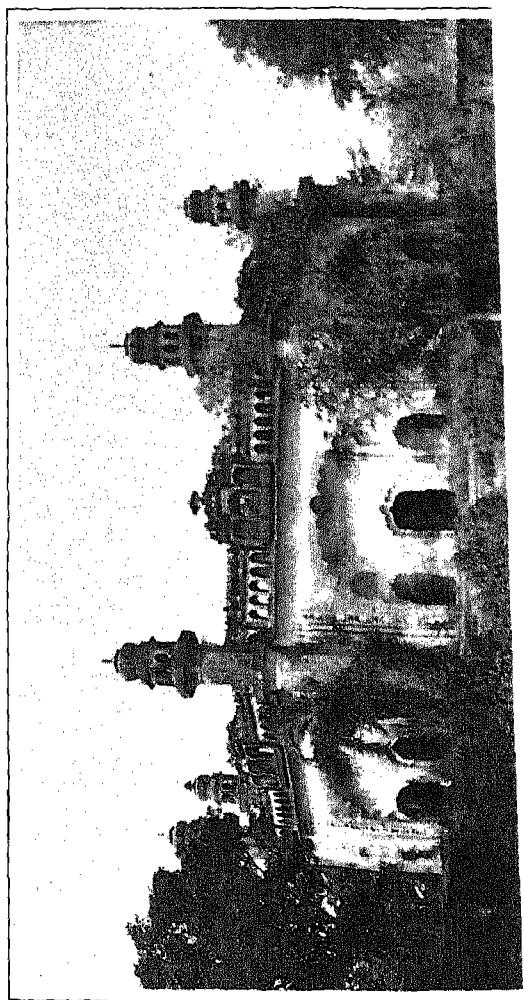
حواشی

۱ــــ نواب محمد احمد علی خاں: نواب محمد علی خاں کے بیٹے، ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ نواب غلام محمد خاں کے ترک وطن کے بعد مسند نشین ہوئے۔ مسند نشینی کے وقت اُن کی عمر نو برس کی تھی اس لیے نواب آصف الدولہ نے انگریز حکام کے مشورے سے نواب نصر اللہ خاں متخلص بہ سلطان (۱۱۶۱-۱۲۲۵ھ) کو نیابت کے لیے مقرر کیا۔ انھوں نے پندرہ برس پانچ مہینے، اکیس دن نیابت کی خدمت انجام دی۔ نصر اللہ خاں کی وفات کے بعد نواب احمد علی خاں کو اختیار کامل حاصل ہو گیا لیکن انھیں حکومت کے نظم و نسق سے زیادہ عیش و عشرت اور سیر و شکار سے دلچسپی تھی۔ ان کے عہد میں ریاست کو بڑی تباہی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس کے باوجود انھوں نے سینتالیس برس حکومت کی۔ ۲۵ر جمادی الاول ۱۲۵۶ھ/۲۶ جولائی ۱۸۴۰ء کو انتقال ہوا۔ ’غروب کوکب‘ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ اپنے مرشد حسن شاہ قادری کے پہلو میں دفن ہوئے۔ نواب محمد احمد علی خاں کو شاعری کا ذوق تھا اور رند تخلص کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں شکار اور عمارات کا بھی شوق تھا۔ انھوں نے کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔

ــــ اخبار الصنادید ۱/۶۷۳-۷۵۶

ــــ انتخاب یادگار، ۶۵-۶۷

۲ــــ حکیم شاہ اعظم خاں: ولد رضی خاں۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ سپاہی اور حکیم تھے۔ فن طب حکیم سعد الدین خاں عرف شعور آخوندزادے سے حاصل کیا۔ مشہور و معروف طبیبوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کا انتقال تقریباً ۱۲۴۳ھ میں ہوا۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ص ۱۶۴

۳ــــ حکیم سعد الدین عرف شعور آخوندزادے: نواب فیض اللہ خاں کے دربار کے اطبا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۷۲

۴ــــ شاہ رؤف احمد صاحب تفسیر رؤفی: شاہ رؤف احمد نقشبندی، مجددی، مصطفیٰ آبادی ابن شاہ

شعور احمد ــــ فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ ۱۴ محرم ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام رحمان بخش ہے۔ شاعری میں جرأت کے شاگرد تھے اور رافت تخلص کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں: مراتب الوصول، مثنوی اسرار غیب، مثنوی یوسف زلیخا، معراج نامہ، ارکان اسلام (اردو)، جواہر علویہ، رسالہ صادقہ مصدوقہ، سلوک العارفین، شراب رحیق (فارسی) اور تفسیر رؤفی (اردو) شامل ہیں۔ ارکانِ اسلام مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۷ھ میں اور تفسیر رؤفی (۲ جلد) بمبئی سے شائع ہو چکی ہے۔ جواہر علویہ کا اردو ترجمہ بھی لاہور سے چھپ چکا ہے۔ سلوک العارفین، شراب رحیق اور رسالہ صادقہ کا مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانۂ رضا جلد اول ص ۲۷۸ میں اول الذکر دونوں رسالوں کے مصنف کا نام شیخ سراج احمد درج ہے، جو شاہ رؤف کے خالو تھے۔ شاہ صاحب کا انتقال ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳-۳۴ء میں ہوا۔

ــــ اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۴۳-۱۴۷

ص ۴۴۴-۴۵۷ ــــ تذکرۂ علمائے ہند (ترجمہ اردو) ۱۹۸-۱۹۹

۵ ــــ مولوی محمد اکرم (م یکم رمضان ۱۲۴۰ھ): ابن مولوی محمد نور شیخ صدیقی۔ تاریخ پیدائش تقریباً ۱۱۷۰ھ۔ اکرم تخلص تھا۔ انتخابِ یادگار میں نمونۂ کلام شامل ہے۔ تصنیفات میں گلشنِ افضال، انشائے اکرم، مرآت الرحمٰن اور خالق باری اکرم کے نام ملتے ہیں۔ خالق باری شائع ہو چکی ہے۔ مختلف بحروں میں لغات کو خالق باری کی مانند نظم کیا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۰۵ھ ہے۔ نواب فیض اللہ خاں بہادر کے آخری عہد سے متعلق ہیں۔ ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۵۱-۵۲

۶ ــــ عنبر شاہ عنبر: عنبر شاہ خاں کا شمار اردو اور فارسی کے ماہر استادوں میں ہوتا ہے۔ دونوں زبانوں میں نثر و نظم پر قدرت رکھتے تھے۔ اردو میں آشفتہ اور فارسی میں عنبر تخلص کرتے تھے۔ اردو شاعری میں قائم چاندپوری سے اور فارسی میں قدرت اللہ شوق سے تلمذ تھا۔ رام پور میں پیدا ہوئے تھے اور مرادآباد میں ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء میں وفات پائی۔ سید خاں کے گھیر میں دفن ہوئے۔
ان کی فارسی تصنیفات میں درج ذیل رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں
جوہرِ عنبر (قواعد - ۲ نسخہ)، بہارِ عنبر (انشا - ۳ نسخہ) سوادِ عنبر (انشا - ۲ نسخہ) سراجِ منہاج (انشا - ۱ نسخہ) جوش ہوش (انشا - ۱ نسخہ) پنج گنج مسمّیٰ بہ اشراق الخیال (انشا - ۱ نسخہ)

نثر مدحیہ (انشا۔ انسخہ بخط مؤلف)، تشریق الخیال (دیوان، انسخہ بخط مؤلف) ـــ اور ـــ اردو میں

تدقیق الخیال (دیوان، بخط مصنف)۔

انتخاب یادگار اور تذکرۂ کاملان رام پور میں عنبر کی کچھ اور تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے۔

ـــ انتخاب یادگار، ۴-۲۳۶ و ۲۳۶ ـــ ۲۳۹

ـــ تذکرۂ کاملان رام پور، ۲۷۱ ـــ ۲۷۸

۷ ـــ کلیات اردو و فارسی عنبر شاہ عنبر : رضا لائبریری میں اس کا ایک دیوانِ فارسی جو ۳۸۱ اوراق پر مشتمل ہے، موجود ہے۔ اس کا نمبر ۲۸۰۴ ہے اور اس میں مصنف کا لکھا ہوا دیباچہ بھی ہے۔ یہ دیوان حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب ہے اور غزلیات کے علاوہ مثنویات و قطعات تاریخ بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

تدقیق الخیال کے نام سے عنبر شاہ کے اردو دیوان کا مخطوطہ بھی رضا لائبریری میں موجود ہے جو بخط مصنف ہے اور سنہ تصنیف ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۴۸ اوراق پر مشتمل ہے اور اس کا نمبر ۴۹۴ ہے۔

۸ ـــ گلزارِ فصاحت (فارسی) : تصنیف منشی پرشادی لعل جوہر۔ نواب احمد علی خاں کی مدح میں قصائد کا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ چار خطبوں پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ جہاں جہاں قصائد درج ہیں وہاں بحور و ارکان کے نام بھی لکھے گئے ہیں۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں ۳۷۹۱ نمبر پر موجود ہے۔ سنہ تصنیف ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء۔ سنہ کتابت ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء۔ تعداد اوراق ۵۰۔ آغاز میں کتب خانے کی قدیم مہر ہے جس میں یہ شعر درج ہے :

ہست ایں مہر کتب خانہ   والی رام پور فرزانہ

یہ مہر نواب محمد سعید خاں نے ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء میں بنوائی تھی۔

۹ ـــ دیوانِ غمیں حکیم عطاء اللہ (فارسی) تخلص غمیں، بن حکیم غلام رسول کشمیری (م ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) دیوانِ فارسی غمیں کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں جن میں ایک نسخۂ مؤلف ہے جو بخط کفایت علی ہے۔ ان کے نمبر ۳۷۷۱ ـــ ۳۷۷۲ ہیں۔

۱۰ ـــ سوادِ عنبر : عنبر شاہ کی فارسی انشا کا مجموعہ۔ اس کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

۱۱۔۔۔ جوہرِ عنبر: تالیف عنبر شاہ خاں، فارسی زبان میں عربی قواعد کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے جس کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

۱۲۔۔۔ جنگ مسائل (عربی): تالیف مفتی شرف الدین۔ فقہ کے مسائل متفرقہ بغیر ترتیب؛ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۔۔۔ فہرست کتب عربی موجودہ کتب خانہ ریاست رام پور ۱/۱۸۳

۱۳۔۔۔ مفتی محمد سعد اللہ: مفتی صاحب کی ولادت ۱۲۱۹ھ/۵۔۱۸۰۴ء میں ہوئی۔ 'ظہور حق' اور 'بیدار بخت' تاریخ ولادت ہے۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد رام پور میں تعلیم حاصل کی، پھر حصول علم کے لیے لکھنؤ گئے۔ انتیس سال تک لکھنؤ میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے۔ حج سے بھی مشرف ہوئے۔ شیخ جمال مکی سے علم حدیث کی سند لی۔ نواب یوسف علی خاں کی دعوت پر رام پور آئے۔ نواب صاحب ان کے شاگرد تھے۔ رام پور میں انھیں قضا، افتا اور مرافعہ کے عہدے دیئے گئے۔ نواب کلب علی خاں کے زمانے تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ ۲۴ر رمضان ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کو رام پور میں انتقال ہوا اور یہیں دفن کیے گئے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ رام پور رضا لائبریری میں مفتی صاحب کی کئی کتابوں اور رسالوں کے مخطوطے موجود ہیں جن میں کچھ یہ ہیں: مجموعۂ فتاوی، فتوی در مسئلہ اخذ ربا از حربی دار الحرب، میزان الافکار شرح معیار الاشعار، یوسفیہ فی علم العروض والقافیہ شرح سہ نثر ظہوری۔

۔۔۔ تذکرۂ علمائے ہند (اردو ترجمہ)، ۲۱۴۔۲۱۶

۔۔۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۵۱۔۱۵۴

۱۴۔۔۔ تذکرۂ "خلدِ بے مثال": تالیف حکیم عطاء اللہ غمیںؔ۔ فارسی شعرا کے کلام کا ردیف وار مجموعہ ہے۔ سال تالیف ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء ہے۔ اس کی ترتیب و جمع آوری احمد علی خاں کے حکم سے کی گئی ہے خطبہ اور خاتمہ منظوم ہیں۔ ۲۳۴ اوراق پر مشتمل ہے۔

۱۵۔۔۔ دیوانِ فرحت: اکبر شاہ خاں فرحت رام پوری بن ملا ملوک (م ۹ ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ) حاجی گل محمد خاں سے اصلاح لیتے تھے۔ اردو دیوان کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے جو ۱۲۳۶ھ کا مکتوبہ ہے اور ۶۸ اوراق پر مشتمل ہے۔

۔۔۔ انتخابِ یادگار، ۲۸۴

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۴۸

ــــ رضا لائبریری جرنل ۲/ ۳۸۴ (فہرست مخطوطات اردو

...... از شعائر اللہ خاں)

۱۶ــــ غیاث اللغات : تالیف مولوی غیاث الدین عزت رام پوری۔ فارسی۔ فارسی کا مشہور لغت۔ سنہ تالیف ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء ہے۔ ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء میں پہلی بار مصنف کے تصحیح کردہ نسخے کی اساس پر مطبع میر حسن رضوی لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کے بعد اس کی متعدد اشاعتیں عمل میں آئیں۔ ایران میں دو مرتبہ ــــ ایک بار پروفیسر دبیر سیاقی اور دوسری بار پروفیسر منصور ثروت کی کوششوں سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

۱۷ــــ قصہ رام وسیتا : مصنف آخوند زادہ احمد خاں غفلت رام پوری (م یکم ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء) سنہ تصنیف ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء۔ غفلت نے جو شاعر اور نثر نگار تھے، رامائن کے اُن واقعات کو جو زبان زد خاص و عام تھے، اردو نثر میں 'فسانۂ رام وسیتا موسوم بہ ظفر کام' کے عنوان سے نواب احمد علی خاں کی فرمائش پر لکھا۔ اس قصے کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں جن کے نمبر ۲۸۷ اور ۲۸۸ ہیں۔ دونوں نسخوں کا تعارف ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی نے کرا دیا ہے۔ غفلت اردو کے اچھے شاعر بھی تھے۔ مصحفی اور امیر مینائی نے ان کی شاعری کی تعریف کی ہے۔ غفلت کے اردو دیوان کا مخطوطہ بھی رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا نمبر ۴۷۹ ہے۔

ــــ ریاض الصفا، ۲۴۳

ــــ انتخاب یادگار، ۲۶۵

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور،

ــــ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ (اگست ۱۹۹۶ء ص ۱۳۳-۱۴۷

(مقالہ: رامائن کا ایک قدیم نثری مخطوطہ از ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی)

۱۸ــــ شکار نامہ : شاہ تخلص کے شاعر کی یہ ایک اردو مثنوی ہے جس میں نواب احمد علی خاں کے شکار کے واقعات نظم کیے گئے ہیں۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء اور مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ مولوی نجم الغنی خاں نے اس مثنوی کے کچھ اقتباسات اخبار الصنادید میں پیش کیے ہیں۔

ــــ اخبار الصنادید ۱/ ۳۱-۷۳۳-۷

۱۹۔۔۔ مثنوی مدحیہ تحیر : رضا لائبریری کے اردو مخطوطات میں مثنوی تحیر از غلام مصطفی بن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی متخلص بہ تحیر کا نسخہ موجود ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء ہے۔

۲۰۔۔۔ مثنوی نل دمن (اردو) تالیف میر نیاز علی بیگ نکہت دہلوی (م ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء) اس مثنوی کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۲۱۔۔۔ دہ مجلس : فارسی کی مشہور کتاب روضۃ الشہدا، مصنفہ کمال الدین حسین بن علی کاشفی سبزواری (م ۹۱۰ھ/ ۵-۱۵۰۴ء) کا غلام غوث سوختہ ساکن دیوا ضلع لکھنؤ نے اردو میں ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں ترجمہ و تلخیص کیا۔ اور نواب احمد علی خاں کے نام معنون کیا۔ کتاب کا مخطوطہ بخط سوختہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ سوختہ نے یہ ترجمہ، قیام رام پور کے زمانے میں کیا۔

فہرست مخطوطات اردو ۳۳۱/۱۔

کتب خانہ

عہد نواب محمد سعید خاں

جناب نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرام گاہ

کتب خانہ

عالی جناب ہلال رکاب نواب محمد سعیدؒ خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ اعلی اللہ مقامہٗ۔

یہ عہد دولت ریاست رام پور کی تاریخ میں گویا ہندوستان کا اکبری عہد ہے۔ آپ ہی کے قدموں کے ساتھ یہاں نظام مالی وملکی داخل ہوئے۔ اُس وقت ملک کی یہ حالت تھی کہ دس دس روپے کے ملازم عامل کے لقب سے انتظامِ مال گزاری پر مامور تھے۔ اوّل تو کل رقبۂ حکومت ویرانی کی وجہ سے قدرتی رمنا بنا ہوا تھا۔ پیداوار کچھ ہوتی تھی تو اس کا مدار کنکوت پر تھا۔ دیوانی وفوجداری اختیارات میں ایک عامل کو پولیس کے اختیارات سے لے کر پریوی کونسل کے اختیارات تک کل استحقاق حاصل تھے۔ عاملوں کے پاس صرف ایک محرّر پانچ روپے کا ملازم، سالانہ حساب ایسی ہی پرلکھتا تھا جس کا کہیں کھاتہ ہی نہیں ہے۔ پیداوار کا بڑا حصہ تو عاملوں کے صَرف میں آتا تھا، بچا کھچا خزانہ میں بھی آجاتا تھا۔ قاضی ومفتی تھے لیکن نہ رجسٹر کا پتا اور نہ مثل بند کا وجود۔ متخاصمین کا فیصلہ کھڑے کھڑے قسموں پر ہو جاتا تھا۔ عمارت شاہی کے جلو خانہ کا میدان مالی اور ملکی، دونوں صیغوں کا اجلاس عام تھا۔ قتلِ عمد گویا ایک کھیل تھا اور خانہ جنگی محض تفریح طبع کا ایک مشغلہ۔ ہر شخص قانون کا نفاذ بطور خود کرتا تھا اور کسی حکومت کے قواعد کا زیر بار ہونا نہیں چاہتا۔

اس قسم کے پُرآشوب زمانہ میں آپ نے ریاست کی مسند کو اپنے قدوم

سے عزت دی۔ جہاں برسوں سے آئین و قواعد کا یہ حال ہو وہاں دفعتہً انتظامات کا جاری کرنا کس قدر اہم کام ہے۔ جولیس سیزر نے انگلستان فتح کیا تو وہاں کی یہی حالت تھی۔ رومی قوانین کا عمل در آمد برسوں میں وہاں ہوا۔ ہندوستان میں حملہ آورانِ مغرب آئے تو انھیں بھی برسوں تک اسی قسم کی مشکلات کا سامنا رہا اور رفتہ رفتہ سوا سو برس کے بعد آئینی انتظام کر سکے۔

نواب جنت آرام گاہ کو آفریں اور ہزار آفریں کہ مسند نشینی سے تین برس کے اندر کُل ریاست کو باقاعدہ کر دیا، شاہی عمارتیں بنائیں، بازار پختہ بنوائے، برسات میں جن راستوں سے ہاتھی کا نکلنا بھی دشوار تھا وہاں کامدار جوتے پہنے لوگ چلنے پھرنے لگے۔ لنگی اور کھیسوں کی جگہ رعایا کے کاندھوں پر کشمیری دوشالے نظر آنے لگے۔

ایک روز یہ احقر مورخ اور عموی جناب محمد محمود علی خاں صاحب پرسنل اسسٹنٹ مدارالمہام صاحب بہادر اور میر محمد خاں رسالدار مرحوم نواب خلد آشیاں کے حضور میں شب کے وقت تخلیہ کی صحبت میں حاضر تھے۔ حضور فرمانے لگے۔ ہم جس وقت رام پور میں رونق افروز ہوئے تو بازار سے مٹھائی منگائی۔ تمام شہر میں تلاش کے بعد صرف لڈو ملے۔ اب انھیں توڑنا چاہا تو وہ کسی طرح نہیں ٹوٹے۔ پتھر پر رکھ کر ایک لڈو توڑا، ضرب کے صدمہ سے چھت میں جا کر لگا اور نہ ٹوٹا۔ معلوم نہیں کتنے عرصہ کے بنے ہوئے تھے۔

نواب جنت آرام گاہ نے دور دور سے حلوائی اور رکاب دار بلائے اور یہاں چند ہی روز میں ہر طرح کی مٹھائیاں عمدہ سے عمدہ ملنے لگیں۔

دیوانی، فوجداری، پولیس، تحصیل، مال گزاری کے عملے قائم کیے۔ ہر ایک محکمہ کے لیے آئین وضع فرمائے۔ وکیلِ ریاست، سپہ سالار، فوجوں کی باضابطہ درستی ہوئی، سواروں کے لیے آئینِ داغ مقرر ہوا۔ جس وقت تین سو سواروں کا ایک رسالہ "فتح جنگ" کے نام سے قائم فرمایا اس کے انتظام کے لیے کتاب

آئین معمولی مؤلفہ مسٹر جیمس اسکز بزبان فارسی جو ہندوستانی اوّل رجمنٹ برٹش گورنمنٹ کے لیے تالیف ہوئی تھی، اردو میں ترجمہ کرائی۔ مترجم کا پتا نہیں ہے۔ نسخہ کتب خانہ میں موجود ہے۔ بخشیگری میں ملازموں کے حلیے لکھے گئے۔ غرضکہ ہر ایک صیغہ اور ہر ایک دفتر قائم کیا۔ رات دن کی سرگرم کوششوں سے تین برس کے اندر اندر ہر ایک دفتر اور صیغہ میں شاہی شان و شکوہ نظر آنے لگی۔ پٹواریوں کے پاس پنجگانہ، ہفت گانہ، رجسٹر معافیات، کاشت کاروں کے کھاتے وغیرہ سب باقاعدہ کرا دیئے۔ اس وقت سے کل محکموں کا ایک ایسا عمدہ نظم ہوا کہ اس وقت جس سال کا کاغذ اور جس سال کی مثل مطلوب ہو محافظ خانہ میں پانچ منٹ کے اندر نکل آئے گی۔

ہر دل عزیزی کی یہ حالت تھی کہ انتقال کے بعد پہلے شہر کی کل حنفیہ رعایا نے نماز جنازہ پڑھی اور پھر کل شیعہ جماعت نے نماز ادا کی۔ دونوں فریق یہی سمجھتے تھے کہ حضور ہمارے ہی مذہب کے سرپرست اور معاون ہیں۔

چونکہ آپ کی معقول و منقول کی درسیہ کتابیں نکلی ہوئی تھیں اس لیے علمی مشاغل سے بھی بے حد ذوق تھا۔ نثر عاری بہت ہی خوب لکھتے تھے۔ مرزا قتیل[۵۶] سے اس فن میں مشورہ تھا۔ مسند نشینی سے قبل ہی بہت سی کتابیں جمع تھیں۔ نواب غفران مآب کے حالات میں معلوم ہی ہو چکا ہے کہ آپ نے تاریخ کی کئی نادر کتابیں ریلیسن صدر بورڈ اکبر آباد کو اپنے ذاتی کتب خانہ سے ۲۰ رمضان ۱۲۶۴ھ کو بھیجی تھیں۔ مسند نشینی کے بعد باوجود انتظامی مشکلات کے کتب خانہ کی فراہمی کا بھی بہت شوق تھا۔ قدردانی کی وجہ سے جا بجا سے کتابیں آنے لگیں اور اس کے صلہ میں مد انعام و عنایات سے بہت کچھ عطا کیا۔ کتب خانہ کے واسطے توشے خانہ میں الماریاں تیار کرا کر رکھی گئیں اور ترتیب کے ساتھ ان میں کتابیں رکھوا دیں۔ فہرست کتب تیار کرائی۔ مگر اب وہ فہرست موجود نہیں ہے۔ اس لیے کہ نواب فردوس مکاں کے آخری عہد میں توشہ خانہ کے دفتر میں آگ لگ گئی تھی اس میں دفتر کے

ساتھ فہرست بھی جل گئی۔

گو کتب خانہ کے نام سے کوئی اہل کار ملازم نہ تھا مگر ذات خاص کے ملازمین میں کئی خوشنویس، طلاساز، نقاش، وصلی ساز، جلد بند ملازم تھے۔ نئی کتابیں نقل ہوتی تھیں۔ نادر کتابوں پر سونے کا کام کرایا جاتا تھا۔ کشمیر کا خط نسخ اور نقاشی کا کام تمام عالم میں مشہور ہے۔ نواب جنت آرام گاہ نے آغا غلام رسولؐ و آغا محمد حسن کشمیری کو ریاست میں بلا کر بڑی قدردانی سے نوکر رکھا۔ یہ دونوں شخص خط نسخ اور ثلث میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور طلائی کام اور نقاشی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی ایسی قدردانی کی کہ دونوں یہیں ریاست پر تصدق ہو گئے۔ اب بھی ان کی اولاد انھیں خدمات کو کتب خانہ میں انجام دیتی ہے۔ میر عوض علی شاہ خوشنویس کو لکھنؤ سے بلا کر ملازم رکھا۔ رام پور میں اعلیٰ خوشنویسی کی بنیاد اسی عہد میں رکھی گئی۔ میر عوض علی کی وجہ سے سیکڑوں خوشنویس رام پور میں ہو گئے۔ انعام و عنایات کے ذریعہ سے جو رقم کتابوں پر صرف ہوئی وہ تو علیحدہ ہے۔ باقی محض خرید کتب میں جو مصارف اس عہد میں ہوئے ہیں وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوں گے۔

نام سنہ	تعداد (رقم) خرید کتب	افزوں	کیفیت
۱۲۵۹ھ ۱۲۶۰ھ	روپیہ آنہ پائی ۳۸۸ - ۵ - ۶		اس عہد میں ملازموں کی تنخواہیں کتب خانہ میں نہیں پڑتی تھیں وہ ذات خاص سے تنخواہ پاتے تھے۔
۱۲۶۱ھ ۱۲۶۲ھ	۷۳ - ۳ - ۶	روپیہ آنہ پائی ۴۶۱ - ۹ -	
۱۲۶۲ھ ۱۲۶۳ھ	۳۲۶ - ۸ - ۰	۷۸۷ - ۱ - ۰	
۱۲۶۵ھ ۱۲۶۶ھ	۴۸۷ - ۷ - ۹	۱۲۷۴ - ۸ - ۹	
یکم محرم ۱۲۷۱ھ لغایۃ ۳۰ دسمبر ۱۸۵۵ء	۲۱۴ - ۱۵ - ۶	۱۴۸۹ - ۸ - ۳	

[ے لفظ رقم لکھنے سے رہ گیا ہے۔ 'تعداد رقم خرید کتب' ہونا چاہیے۔]

نواب جنت آرام گاہ کے نام نامی پر تصنیف شدہ کتابیں

جواہر[9] التحقیق لغت فارسی خلیفہ غیاث الدین، ابواب التواریخ[10] سید کفایت علی کافی، لطائف و ظرائف احمد خاں طبیب، خلاصۃ[11] الانشا خلیفہ غیاث الدین، منشآت[12] عزت مولوی قمر الدین، انتظام السعید[13] سید عوض علی، قانون[14] خاندان صاحبزادہ علی حسن خاں بہادر مرحوم، طب سعیدی[15] مفرداتِ طب فارسی حکیم احمد خاں، ہدیۂ سعیدیہ[16] حکمت عربی مولوی فضل حق خیرآبادی، دیوان حسن مرزا حسنو، آئین[17] سپاہ مترجمہ از فارسی، سعید الانشا آتین محمد عباس علی۔

ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا

بتوفیقات ایزدی و تائیدات لم یزلی کتاب افادت انتساب یعنی

هدیة السعیدیة

فی الحکمة الطبیعیة

تصنیف حضرت الامام الهمام النحریر القمقام الاستاذ المطلق مولانا محمد فضل حق قدس سره

در مطبع [illegible] واقع [illegible] طبع

ہدیہ سعیدیہ کا سرورق
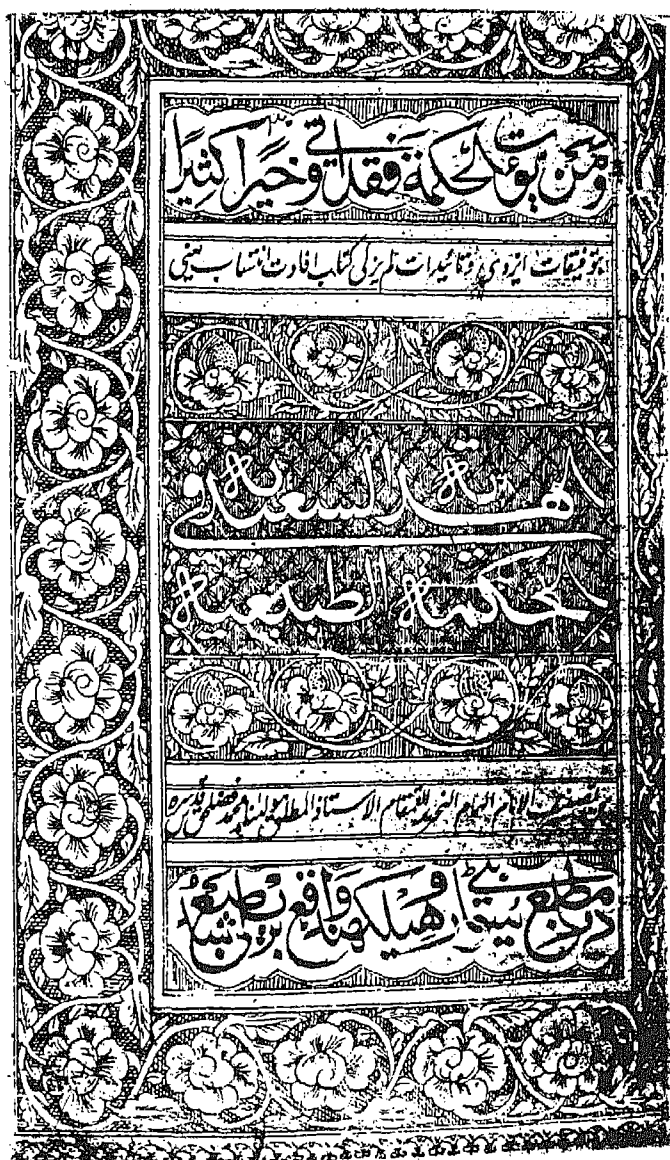
حواشی

۱۔ محمد سعید خاں : ابن غلام محمد خاں۔ ۲۰ رجب ۱۲۰۰ھ/ ۱۹ مئی ۱۷۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد ۲۱ جمادی الآخر ۱۲۵۶ھ/ ۲۰ اگست ۱۸۴۰ء کو مسند نشین ہوئے۔ مسند نشینی سے قبل ضلع بدایوں کے ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ محمد سعید خاں کا ادبی ذوق بڑا بالیدہ تھا۔ پندرہ سال اور اکیس دن کی حکومت کرنے کے بعد ستر سال کی عمر میں ۱۲ رجب ۱۲۷۱ھ/ یکم اپریل ۱۸۵۵ء کو انتقال کیا۔ 'غروب کوکب ہے' تاریخ وفات ہے۔

۔۔۔ اخبار الصنادید ۲/ ۱۔۲۲

۔۔۔ انتخاب یادگار، ۶۸۔۶۹

۲۔ جولیس سیزر : مشہور رومی سپہ سالار اور مورخ تھا۔ سال ولادت ۱۰۰ ق م۔ سال وفات ۴۴ ق م۔ ۔۔۔ تمدن عرب ۱/ ۲۰۴

۳۔ محمد محمود علی خاں : شوق صاحب کے چچا، ۱۸۴۰ء میں نجیب آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں سترہ سال کی عمر میں علی غول کے رسالے میں رسالدار مقرر ہوئے، ۱۸۶۵ء میں نائب جیلر بنے۔ ۱۸۶۶ء میں رسالہ پنجم سواران میں رسالدار ہوئے۔ ۱۸۶۷ء میں جیلری کے فرائض بھی مل گئے۔ کلب علی خاں کے عہد میں جو عمارتیں تعمیر ہوئیں وہ سب ان کی نگرانی میں تعمیر ہوئیں۔ حسن کارکردگی اور انتظامی لیاقتوں کے پیش نظر ۱۸۸۰ء میں محکمہ خفیہ بھی ان کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ کام حامد علی خاں کے دور میں بھی ان ہی کے ذمے تھا۔ ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء میں کلب علی خاں کے ساتھ سفر حج میں بھی شامل تھے۔ ۱۹۰۲ء میں مہتمم بندوبست اور پھر پرسنل اسسٹنٹ فارمنسٹر ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں ناظم مال بنائے گئے۔ ۱۹۰۷ء میں فورٹ کمانڈنگ مقرر ہوئے۔ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء کو انتقال ہوا۔ مولانا جمال الدین صاحبؒ کے مزار (واقع بریلی دروازے) کے احاطے کے صدر دروازے کے داہنی سمت چبوترے پر ان کی قبر ہے۔

۔۔۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۵۳۲۔۵۳۴

۔۔۔ اخبار الصنادید ۲/ ۲۰۷

۴۔ رسالہ فتح جنگ : محمد سعید خاں نے جب زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو فوج کی نئے سرے سے تنظیم و ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے۔ انگریزی طرز کی ایک رجمنٹ تین سو سواروں کی بنائی گئی۔ افسر اور سوار مثل ہندوستانی رجمنٹ مقرر ہوئے۔ اس رجمنٹ کا نام 'رسالہ فتح جنگ' مقرر کیا گیا۔ فتح جنگ کی کمان کے واسطے حسب تجویز گورنمنٹ آف انڈیا سردار بہادر مقرر ہوتا تھا۔ یہ قاعدہ کلب علی خاں کے عہد تک برقرار رہا۔ اس کے بعد ۱۸۷۹ء میں موقوف ہو گیا۔

—آئین سپاہ ، ۱۔۲ (قلمی)

—اخبار الصنادید ۲/ ۱۹۴ و ۱۹۷

۵۔ آئینِ معمولی : کرنل جیمس اسکنر نے ہندوستان کی رجمنٹ اول کے لیے فارسی میں 'آئین معمولی' کے نام سے قواعد و ضوابط پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی۔ نواب محمد سعید خاں نے جب 'رسالہ فتح جنگ' قائم کیا تو مذکورہ کتاب کا 'آئین سپاہ' کے نام سے اردو میں ترجمہ کروایا۔ اس کتاب میں ملکی انتظام کے لیے پانچ دفعات تجویز کی گئی ہیں۔ مترجم نامعلوم۔ البتہ ترجمہ کا مخطوطہ بخط سید امیر شاہ مکتوبہ ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۳۹ء رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۶۔ مرزا قتیل (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) مرزا محمد حسن قتیل، قوم کھتری، اپنے وقت کے فارسی کے بڑے باکمال شاعر اور نثر نویس تھے۔ شاہجہاں آباد سے کالپی گئے۔ کچھ دنوں تک وہاں عماد الملک فرزند امیر الامرا غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بن نواب آصف جاہ کی مصاحبت میں رہے۔ وہاں سے لکھنؤ آئے اور تاحیات لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ ۱۸۲۴ء/ ۱۲۴۰ھ میں انتقال ہوا۔ انشا نویسی، قواعد فارسی اور عروض و بلاغت وغیرہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں نہر فصاحت، شجرۃ الامانی، ہفت قلزم، چار شربت وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

تذکرۂ شعرائے پنجاب ، ۲۹۲—۲۹۴

۷۔ غلام رسول خاں خوشنویس (م ۱۲۹۵ھ) خط نسخ میں مہارت رکھتے تھے۔ عربی درسیات اور قرآن شریف کے املا پر مکمل قدرت حاصل تھی۔ تقریباً ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں انتقال ہوا۔ ان کی خطاطی کے نمونے کتابوں اور وصلیوں کی صورت میں رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ ۵ /اکتوبر ۱۸۸۹ء کو غلام رسول کشمیری کی جگہ ان کے بیٹے محمد علی کشمیری کا بیس روپیہ ماہوار پر تقرر عمل میں آیا جو

خوشنویسوں کی مدسے دیا جاتا تھا۔

—تذکرۂ کاملان رام پور ، ۲۹۶

— رام پور گزٹ ج ۱ ش ۱۶ ، ص ۲ بابت ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۹ء/ ۱۸ صفر ۱۳۰۷ھ

۸— میر عوض علی عدیل ملیح آبادی : والد کا نام چاند علی حسینی۔ ملیح آباد کے رہنے والے تھے ۔ خط نستعلیق میں استادِ وقت تھے۔ محمد سعید خاں نے قیام لکھنؤ کے زمانے میں اپنے صاحبزادے یوسف علی خاں کی تعلیم کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد رام پور بلا لیا۔ رام پور میں کلب علی خاں کے معلم مقرر کیے گئے۔ میر صاحب کی بدولت اس پورے علاقے میں خوشنویسی کو بڑا رواج ملا۔ اردو اور فارسی کے شاعر بھی تھے اور عدیل تخلص کرتے تھے۔ میر صاحب کا انتقال ۲۷ محرم ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء کو رام پور میں ہوا اور یہیں دفن کیے گئے۔ میر صاحب نے مختلف علوم و فنون میں اردو اور فارسی میں چند رسائل بھی تصنیف کیے ہیں جن میں :

سہل ممتنع لاثانی (املا)، رسالہ اصول نستعلیق، مثنوی نان و نعمت، صحت الملوک (طب) انتظام السعید (قانون و دستور العمل) و دستور العمل خریدنیشکر، اکثر بخط مصنف ہیں اور رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ — تذکرۂ کاملان رام پور، ۲۷۹ — ۲۸۰

— انتخاب یادگار ، ۲۲۴ — ۲۲۵

۹— جواہر التحقیق (فارسی) مصنفہ غیاث الدین رام پوری۔ جدول میں صحیح اور غلط الفاظ کی تصحیح کی گئی ہے۔ سال تالیف ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء۔ مصنف نے محمد سعید خاں کی ملازمت کے دوران جن الفاظ کی صحت نواب موصوف سے معلوم ہوتی رہی ان کو حافظہ میں محفوظ رکھا اور کلب علی خاں کی تعلیم و تربیت کے دوران ان الفاظ کو بطریق جدول تحریری شکل دی۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں بہ شمارہ ۲۵۳۶ موجود ہے۔

۱۰— ابواب التواریخ : فارسی میں علم بلاغت میں سید کفایت علی مراد آبادی متخلص بہ کافی کی تصنیف ہے جسے مصنف نے یوسف علی خاں کے نام معنون کیا ہے۔ اس کے تین نسخے نمبر ۲۶۷۶ — ۲۶۷۶ب اور ۲۶۷۶ ج رضا لائبریری میں موجود ہیں جو ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۶ء اور ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء کے لکھے ہوئے ہیں۔

۱۱۔ خلاصۃ الانشا : خلیفہ غیاث الدین کی فارسی انشا کا مجموعہ ہے۔ سال تصنیف ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء۔ اس کا مخطوطہ مکتوبہ ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۷ء بخط رتن لعل۔ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۱۲۔ منشآت عزت (فارسی) خلیفہ غیاث الدین رام پوری کے بیٹے مولوی قمر الدین نے ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں اپنے والد کے مکتوبات کا یہ مجموعہ تیار کیا اور "منشآت عزت" اس کا تاریخی نام رکھا۔ اس کا مخطوطہ بخط قمر الدین' رضا لائبریری میں موجود ہے۔ سال کتابت ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء ہے۔

۱۳۔ انتظام السعید : مصنف میر عوض علی عادل ملیح آبادی۔ محمد سعید خاں نے جب مصنف کو کلب علی خاں کی تعلیم کے لیے مامور کیا۔ اس زمانے میں ۴۴ صفحات کا یہ فارسی رسالہ انھوں نے لکھا۔ اس میں نظم و نسق اور انتظام پولیس کے موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس کا مخطوطہ جو مؤلف کا نسخہ ہے' رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۱۴۔ قانون خاندان : کتاب کا پورا نام" قانون خاندان رام پور" ہے۔ یہ فارسی میں ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء ہے۔ مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے

فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانۂ رضا ۱/ ۵۵۹

۱۵۔ طب سعیدی (نسخۂ سعیدی) یہ کتاب فن طب میں حکیم احمد خاں فاخر کی تصنیف ہے۔ اس میں مفردات ادویہ کا بیان ہے۔ سال تکمیل ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء ہے۔ اس کے نسخے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ اس کتاب میں فاخر کی عربی نظم بھی ملتی ہے۔ کتاب فارسی میں ہے۔

۱۶۔ ہدیۂ سعیدیہ : فن حکمت میں عربی زبان میں مولانا فضل حق خیر آبادی کی تصنیف ہے جسے نواب محمد سعید خاں کے نام معنون کیا گیا ہے۔ اس کے مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ یہ کتاب بریلی سے ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں شائع ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر زبید احمد نے اپنی کتاب ——— Contribution of India to Arabic Literature میں اس پر تبصرہ کیا ہے۔ رام پور کے علاوہ خدا بخش لائبریری پٹنہ اور کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد میں بھی اس کے مخطوطے ملتے ہیں۔

۱۷۔ آئین سپاہ : آئین معمولی۔ رجوع کریں حاشیہ نمبر ۵۔ ص ۱۵۰

کتب خانہ

عہد نواب یوسف علی خاں

کتب خانہ

نواب مستطاب عالی جناب نواب محمد یوسف علی خاںؒ صاحب بہادر

فردوس مکان اعلی اللہ درجاتہ۔

حضرت کا عہدِ حکومت گویا آیۂ رحمت تھا۔ عالی دماغی اور روشن خیالی بات سے ٹپکتی تھی۔ انتظامی قابلیت اور سیاست کے ساتھ حلم وفضل بھی بدرجہ کمال موجود تھا۔ مسند نشینی کے دو برس بعد سے مدبّرانہ پالیسی کے امتحان سخت کا موقع ۱۸۵۷ء کی بدولت آیا۔ یہ وہ عالم گیر وبا تھی جس نے ہندوستان کے ہر حصہ میں ایک آگ لگادی۔ کم وبیش ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں بغاوت ہوئی لیکن نواب فردوس مکاں کے حسن انتظام سے رام پور میں کچھ بھی خطرہ نہ تھا۔ اس پُر آشوب زمانہ میں انگریزوں کی حمایت کا کیا ذکر، انگریزی لکھے پڑھے بھی یورپین کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے نینی تال کے پناہ گزینوں کی جانیں بچائیں۔ سامان رسد اور نقد سے پوری امداد کی۔ نینی تال سے میرٹھ تک روزانہ انگریزی ڈاک پہنچانے کا ایسا انتظام تھا کہ چھوٹا موٹا سامان بھی بھیج دیا جاتا تھا۔ انگریز اور عیسائی جو مرادآباد میں قید تھے، چھڑایا۔ دہلی کی روزانہ خبریں منگاتے تھے۔ کل ضلع مرادآباد کا انتظام آپ ہی کے سپرد تھا۔ رام پور کے انتظام کے سوا بیرون جات میں بھی فوجیں بھیج کر نظم کو قائم رکھا۔ یہاں کے امن وامان کے حالات سن سن کر دور دراز مقامات سے ہزاروں آدمی آکر رام پور میں پناہ گیر ہوئے۔ اس زمانہ میں مکانوں کی یہ قلت تھی کہ سو روپے کو بھی مکان نہیں ملتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نواب فردوس مکان ہی نے ریاست کے پانچ لاکھ بندگانِ خدا کی جانیں بچائیں۔ ورنہ رام پور

کے چاروں طرف تو بغاوت کی آگ مشتعل تھی۔ رام پور کی رعایا کس طرح ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ سکتی تھی۔ دربار میں گویا دربارِ اکبری کے نورتن جمع تھے۔ سیکڑوں علما دامن دولت سے وابستہ تھے۔ ایک مفتی محمد سعد اللہؒ صاحب مرحوم ہی کو دیکھیے کس رتبہ کے فاضل تھے۔ آپ ہی نے انھیں لکھنؤ سے بلا کر نمک خوار بنایا اور ایسی پرورش کی کہ وہ قدموں ہی پر نثار ہو گئے۔ اُن کی اولاد بھی اب تک بندگانِ عالی حضور پُر نور دام ملکہم کے دامنِ فیض میں پرورش پا رہی ہے۔

علوم منقول و معقول میں یکتائے زمانہ تھے۔ دربار میں علما، فضلا، شاعر، طبیب، کبیشر ہر طرح کے صاحبِ کمال اور وہ بھی چوٹی کے جمع تھے۔

دربار کے اندر بھی علمی چرچے ہوتے تھے۔ نثریں پڑھی جاتی تھیں، نظم کی بحثیں نکلتی تھیں۔ یہ دربار گویا ہر طرح کے کمالات کا پھولا پھلا باغ تھا جس میں دور دراز ممالک کے اہلِ علم کے اور ماہرینِ فن کے سرسبز نہال جمع کیے تھے۔

کتابوں کی قدر دانی بھی بے حد تھی۔ اکثر لوگ نذر میں کتابیں پیش کرتے تھے اور انعام سے مالا مال ہوتے تھے۔ نادر الوجود کتابیں نقل کرائیں اور طلائی کام سے ان کو مزین کیا۔

خوش نویس خط نسخ اور خط نستعلیق بہت سے ملازم تھے۔ نقاش و طلاساز، جلد بند، وصلی ساز ہر طرح کے لوگ تنخواہیں ذاتِ خاص سے پاتے تھے۔ اس عہد دولت میں بھی کتب خانہ، توشہ خانہ ہی میں تھا اور اُس کے نام سے عملہ ملازم نہ تھا، خدمتی ہر طرح کے موجود تھے اور کام کرتے تھے تھوڑی کتابیں حضور کے پاس بھی رہتی تھیں۔ ضرورت کے وقت اور کتابیں توشے خانے سے منگا لی جاتی تھیں۔

انعام و عنایات کے لیے خرید کتب کا بھی انتظام تھا۔ اس عہد مبارک میں سالانہ مصارف خرید کتب کے ذیل کے نقشہ سے واضح ہوں گے۔

سنہ	تعداد رقم	افزون	کیفیت
	پیسے — آنہ — روپیہ		
سنہ ۵۶ء ۱۸۵۷ء	۰ — ۱۴ — ۵۱		اس مصارف میں
		پیسے — آنہ — روپیہ	
سنہ ۵۷ء ۱۸۵۸ء	۳ — ۵ — ۱۳۷	۳ — ۳ — ۱۸۹	ملازمین کی تنخواہیں
سنہ ۵۸ء ۱۸۵۹ء	۰ — ۸ — ۲۲۵	۳ — ۱۱ — ۴۱۴	نہیں ہیں محض خرید
سنہ ۵۹ء ۱۸۶۰ء	۰ — ۴ — ۲۷	۳ — ۱۵ — ۴۴۱	کتب کے مصارف
سنہ ۶۰ء ۱۸۶۱ء	۲ — ۰ — ۱۳۲	۱ — ۰ — ۵۷۴	ہیں۔
سنہ ۶۱ء ۱۸۶۲ء	۰ — ۰ — ۱۰۰۳	۱ — ۰ — ۱۵۷۷	
سنہ ۶۲ء ۱۸۶۳ء	۳ — ۱۳ — ۷۱	۰ — ۱۴ — ۱۶۴۸	
سنہ ۶۳ء ۱۸۶۴ء	۱ — ۱۵ — ۲۳۸	۱ — ۱۳ — ۱۸۸۷	
سنہ ۶۴ء ۱۸۶۵ء	۳ — ۱۰ — ۳۹۵	۰ — ۸ — ۱۱۲۸۳	
سنہ ۶۵ء ۱۸۶۶ء	۲ — ۲ — ۴۷۴	۲ — ۱۰ — ۱۱۷۵۷	

اس عہد کی تصنیف شدہ کتابیں بنام نامی نواب بہادر

آمدنامہ[3] خلیفہ غیاث الدین، گلزار[4] یوسفی منشی کنج بہاری لال حسرت، بیعتہ[5] الرحمٰن ملا نورالدین، قصہ چار درویش[6] سید احمد علی رسا، حذر المسلمین[7] حسین علی خاں، یوسفیہ[8] مفتی محمد سعداللہ صاحب مرحوم، رسالہ تشبیہ[9] مفتی محمد سعداللہ صاحب، عروض[10] با قافیہ مفتی محمد سعداللہ صاحب۔
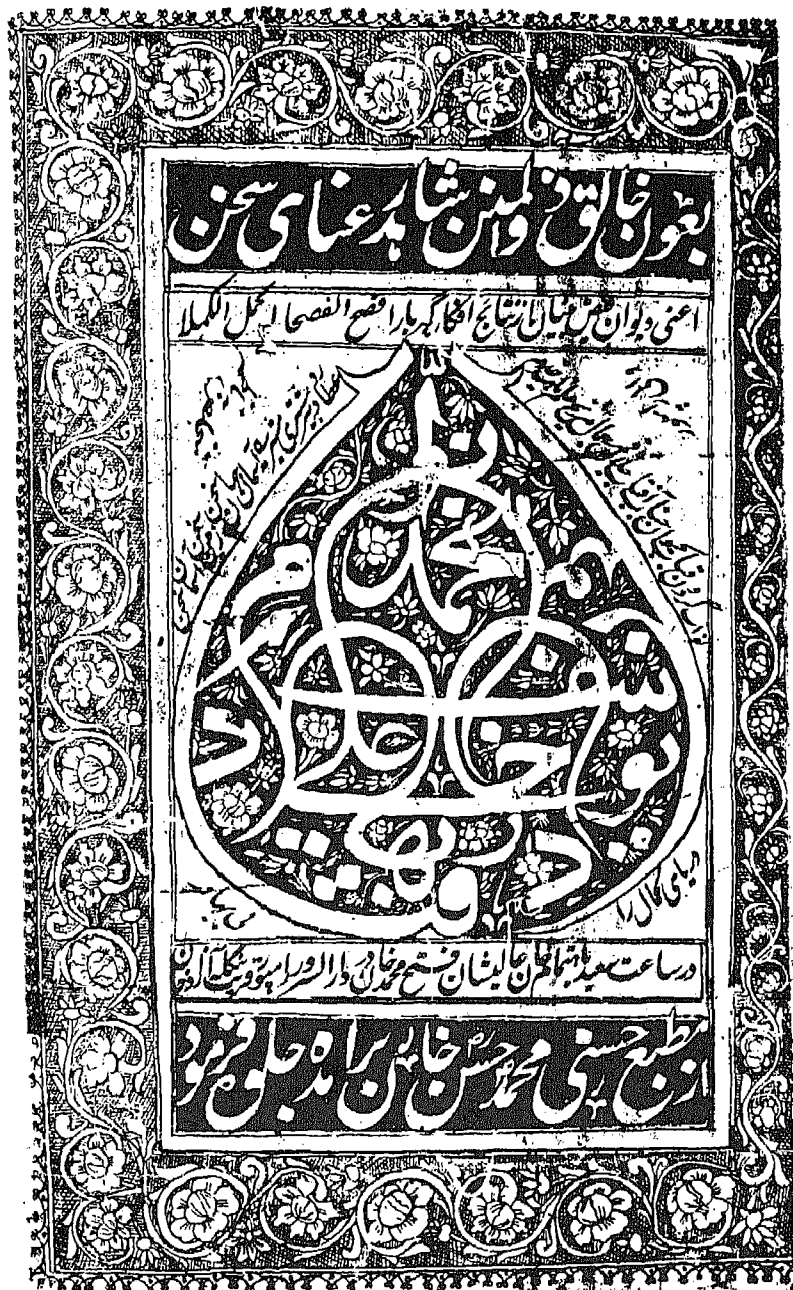
دیوان یوسف علی خان ناظم کا سرورق مطبوعہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء (باردوم)
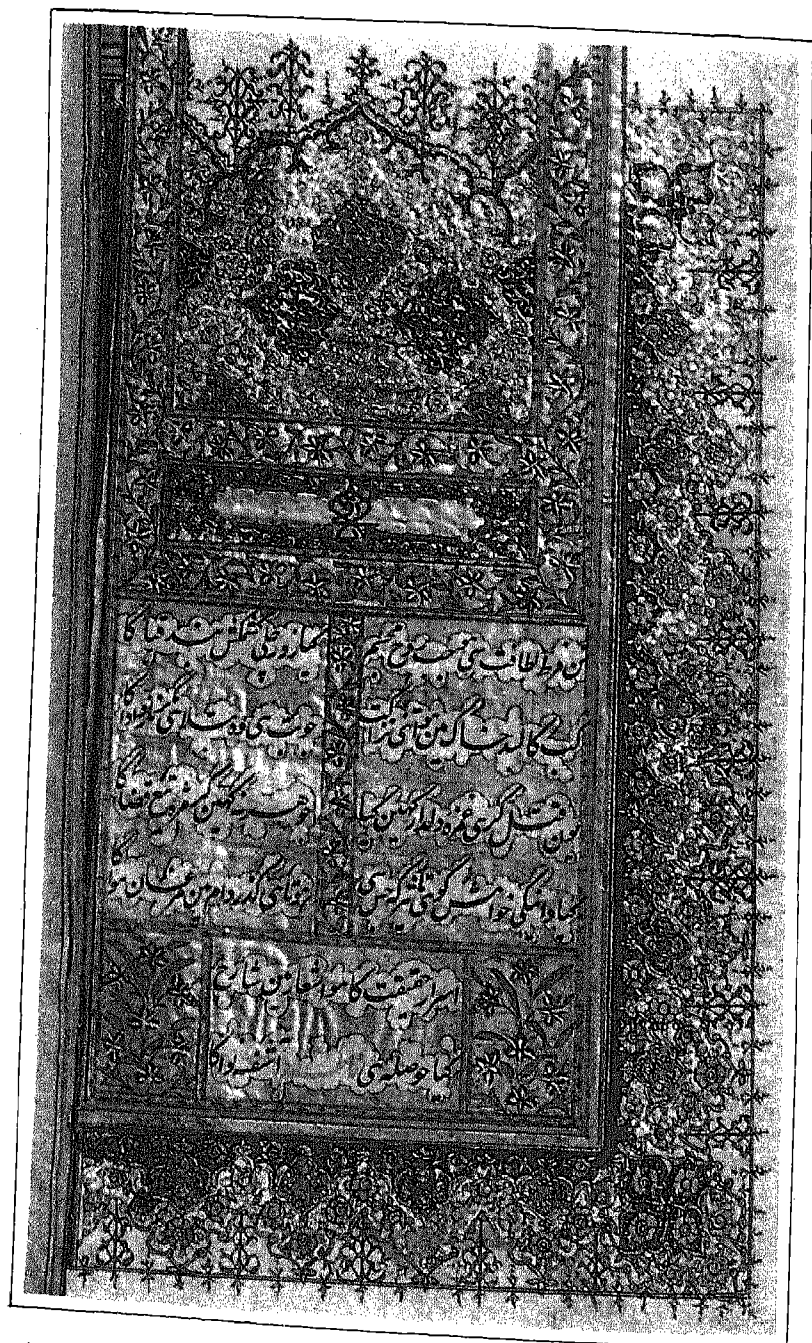
مخطوطہ کلیات ناظم قلمی کلیات یوسف علی خاں ناظم نمبر۱۰۰۶ بخط ناظر علی

حواشی

۱۔ یوسف علی خاں ناظم : محمد سعید خاں کے بیٹے، ۵ ربیع الثانی ۱۲۳۱ھ/۵ مارچ ۱۸۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ محمد سعید خاں کی زندگی میں ہی ولی عہد تسلیم کر لیے گئے تھے لیکن ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء میں باپ کی وفات کے بعد باضابطہ مسند نشین ہوئے۔ یوسف علی خاں کا دور ایک پُر آشوب دور کہا جا سکتا ہے۔ انھیں شاعری کا ذوق تھا پہلے مومن پھر غالب اور آخر میں مظفر علی اسیر لکھنوی سے کلام پر اصلاحیں لیں۔ ناظم تخلص کرتے تھے۔ دیوان کے کئی مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ ایک مخطوطہ جس کا نمبر ۴۶۵ ہے، نہایت خوشخط نستعلیق میں مطلا و مذہب اور رنگین گل بوٹوں سے مزین ہے۔ اس کے شروع میں ناظم کی ایک قلمی تصویر بھی ہے۔ یہ تصویر مکاتیب غالب مرتبہ مولانا عرشی مطبوعہ بمبئی ۱۹۳۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس نسخے کے کاتب محمد ناظر علی تلمیذ سید عوض علی الحسینی گردیزی ہیں جنھوں نے ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں اس کی کتابت کی تھی اور طلاکاری و تذہیب کاری مرزا محمد حسن ولد ملا محمد علی خوشنویس کشمیری نے انجام دی۔ دیوان ناظم ایک بار ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں اور دوسری بار ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں مطبع حسنی رام پور سے شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے انتخابِ کلام ناظم" شائع کیا اور مسرت حسین آزاد نے جمادی الاول ۱۳۹۰ھ/جولائی ۱۹۷۰ء میں "الفاروق" رام پور کا "ناظم نمبر" نکالا۔ اس شمارے میں کلامِ ناظم کا ایک انتخاب شامل ہے جو حکیم محمد حسین خاں شفا نے کیا تھا۔ ناظم کا انتقال ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ/ ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء کو ہوا۔

— انتخاب یادگار ، ۶۹ — ۸۲

— اخبار الصنادید ۲/ ۲۳ — ۱۳۱

۲ — مفتی محمد سعد اللہ : رجوع کریں: کتب خانہ در عہد نواب احمد علی خاں حاشیہ نمبر ۱۳ ص ۱۲۸

۳ — آمدنامہ (فارسی) تصنیف غیاث الدین ۔ مصنف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ کلب علی خاں کی تعلیم کے لیے یوسف علی خاں کے حکم سے یہ کتاب اس نے لکھی تھی۔ اس کا مخطوطہ بخط محب اللہ بن عباد اللہ، مکتوبہ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء، رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۴۔ گلزار یوسفی : فارسی انشا میں کنج بہاری لال حیرت رام پوری (م ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) ابن رائے دولت سنگھ کی تصنیف ہے۔ سنہ تصنیف ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء۔ اس کا مخطوطہ بخط مصنف رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۹۲۵ ہے۔ حیرت رام پوری کے فارسی دیوان کا مخطوطہ بھی لائبریری میں ہے جو ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء کا مکتوبہ ہے۔ اوراق ۲۴۴ اور نمبر ۳۸۲۵ ہے۔

۵۔ بیعۃ الرحمٰن (عربی) مصنف نورالدین بن اسمٰعیل۔ ۱۰ صفحات کا رسالہ ہے جو ایک مجموعہ میں شامل ہے۔ اس مجموعے کو حافظ احمد علی خاں شوق نے لکھنؤ کے واجد حسین کتاب فروش سے رضا لائبریری کے لیے خریدا تھا۔ یہ مجموعہ کا پانچواں رسالہ ہے۔

۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۴۳۱

۶۔ قصہ چار درویش سید احمد علی رسا (م ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء) مؤلف انتخابِ یادگار کے مطابق، احمد علی رسا ابن سید امام الدین۔ ۵۶ برس کی عمر ہے۔ مزاج وارستہ، طبیعت رنگین، سخن شناس، سخن آفریں، شیخ علی بخش بیمار (م ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء) کے شاگرد ہیں۔ بہت کچھ کہا مگر آزادہ طبعی سے دیوان مرتب نہیں کیا۔ رضا لائبریری کے اردو مخطوطات میں ایک کتاب 'کہانی چہار شہزادہ' موجود ہے جو یوسف علی خاں کے عہد میں تصنیف ہوئی۔ ایک اور کتاب 'طلسم ظہورث دیوبند' کے مصنف کی حیثیت سے انبا پرشاد کے ساتھ احمد علی رسا کا نام بھی ملتا ہے۔ تاریخ اچھی کہتے تھے۔

۔ انتخاب یادگار، ۱۴۶

۔ مسدس بے نظیر، ۵۰

۷۔ حذر المسلمین (اردو) مصنفہ حسین علی خاں ابن غلام حسین خاں عرف میاں فقیر شاہ۔ یہ کتاب فن کشتی میں ہے اور اس کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۱۶۹ھ/۵۵-۱۷۵۶ء برآمد ہوتے ہیں۔ یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے اور ہر فصل میں چند طریقے بتائے گئے ہیں۔ کتاب یوسف علی خاں کے عہد میں مکمل ہوئی ہے۔ یہ مطبع حسنی رام پور سے رمضان ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں ۱۴۰ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔

۸۔ یوسفیہ فی علم العروض والقافیہ : تالیف مفتی سعد اللہ، سنہ تصنیف ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء۔ یہ رسالہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے اسی سال طبع ہوا تھا۔ رضا لائبریری میں مذکورہ کتاب کا جو مخطوطہ موجود ہے اس کے آخر میں مصنف کا ایک فارسی رسالہ درکیفیت رباعی منسلک ہے۔

۹ــــ رسالہ تشبیہ : یہ رسالہ بھی مطبع علوی لکھنؤ سے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں چار دیگر رسائل کے ہمراہ طبع ہو چکا ہے۔

۱۰ــــ عروض با قافیہ (عربی) یہ یوسفیہ فی علم العروض والقافیہ کی شرح ہے جسے خود مصنف مفتی سعد اللہ نے کی تھی۔ یہ شرح مطبع منشی نولکشور سے شائع ہو چکی ہے۔

سرورق تاج فرخی (مطبوعہ)

کتب خانہ
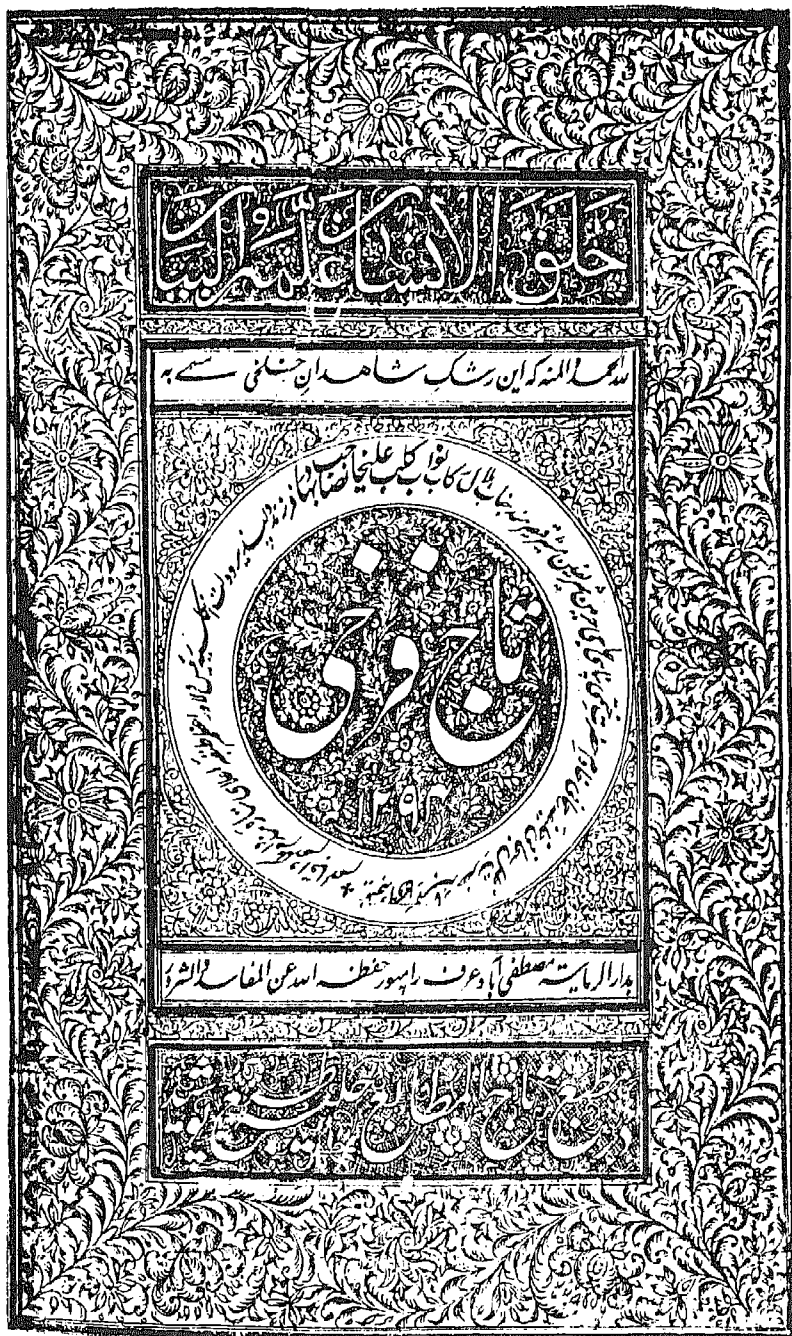
عہد نواب کلب علی خاں

جناب نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیانی

عالی جناب ہلال رکاب حاجی حرمین شریفین نواب محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں طاب ثراہ۔

نواب خلد آشیاں کا عہدِ مقدس، شاہجہانی دربار کا نمونہ تھا۔ ملک میں ہر طرف امن وامان، پیداوار کی ترقی، آبادیِ ملک میں روز افزوں وسعت، دفاتر کی اصلاح، شاہانہ جلوس کی ترتیب اور اس کے ساتھ ہی بذاتِ خاص ریاست کے کل جزئی و کلی انتظامات کی نگرانی فرماتے تھے۔ حسن انتظام میں آئین اکبری کو اور تدابیر ملکی میں یورپ کے اہل الرایوں کو بے وقعت کر دیا۔

علوم و فنون کی اشاعت کی سرپرستی کے ساتھ صنائع اور بدائع کے رواج کی بھی ترقی ہر وقت مدنظر تھی۔ جس طرح کہ ایک علم و فن کے عالم جمع کیے۔ اُسی طرح دستکاری کے بھی ماہرین اور کاملین فراہم فرمائے۔ مدرسۂ عالیہ اور وابستگان دربار میں علومِ عربیہ کے ہر ایک علم کے کامل الفن اور مسلم الثبوت استاذ موجود تھے مفتی محمد سعد اللہ مرحوم، مولانا محمد ارشاد حسین مرحوم، شمس العلما مولانا عبدالحق خیرآبادی، مولوی عبدالعلی ریاضی داں وغیرہ وغیرہ وہ لوگ ہیں جن کی قابلیت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج گئے۔ حکما میں حکیم ابراہیم لکھنوی، حکیم علی حسین خاں، حکیم حسن رضا خاں، حکیم علی نقی خاں، حکیم ہادی حسن خاں لکھنوی وغیرہ یکتائے زمانہ تھے۔ شعرا میں منشی امیر احمد صاحب امیر استاد نواب خلد آشیاں، فصیح الملک مرزا خان داغ، حکیم سید ضامن علی جلال، سید اسمٰعیل حسین منیر، آفتاب الدولہ قلق، امیر محمد زکی بلگرامی، منشی مظفر علی خاں صاحب اسیر، منشی احمد حسین خاں عروج، منشی امیر اللہ تسلیم

وغیرہ وہ استاد ہیں جن کو تمام ہندوستان استاد مانے ہوئے ہے۔
صنعت وحرفت کو اس درجہ فروغ دیا کہ دہلی لکھنؤ کی کیا حقیقت ہے یورپ کے صناعی کے بازار کو ماند کر دیا۔
ان سب عام انتظامات کے ساتھ خود بھی فاضلِ متبحّر، مورخ کامل، شاعرِ بے عدیل، ناثرِ بے بَدَل تھے۔ دیوان تاجِ فرخی[17] حضرت کا فارسی دیوان وہ ہے جس کو ایرانیوں نے اپنے سر کا تاج بنایا۔ نثر فارسی میں ترانۂ غم[18]، قندیل حرم[18]، شگوفۂ خسروی[19] تین ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں کہ انشا پردازی کا خاتمہ کر دیا۔ پانچ دیوان اردو کے نشید خسروانی[20]، دستنبوی خاقانی[21]، درۃ الانتخاب[22] اور توقیع سخن[23]، مضامین رفیع[24] اور ایک افسانہ بلبلِ نغمہ سنج[25] تصنیف فرما کر اردو شاعری کی عزت افزائی کی۔ شاعری میں متروکات الفاظ کا ایسا اہتمام کیا ہے کہ کوئی شخص اُس اہتمام اور انتظام کے ساتھ ایک غزل بھی نہیں لکھ سکتا۔ یہ سب تصنیفیں آپ کی حیات ہی میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ چین و ختا[26] کی تاریخیں عربی اور فارسی زبانوں میں جس قدر بھی موجود ہیں وہ باہم متناقض اور حالات کی ان میں زیادہ تفصیل نہیں ہے۔ آپ نے بذات خاص اس تاریخ کو فارسی میں لکھنا شروع کیا تھا۔ اگر زمانہ مہلت دیتا تو یہ بھی ایک عجیب وغریب تاریخ ہوتی۔ تھوڑی سی لکھی گئی اور ناتمام رہ گئی۔ امیر حمزہ صاحبقران کی داستان کو اردو نثر میں رنگین عبارت کے ساتھ بھی تھوڑا سا لکھا تھا۔ چند ہی اجزا لکھنے پائے تھے کہ رحلت فرمائی۔
معلوم ہوتا ہے[27] کبھی انگریزی پر بھی توجہ فرمائی تھی۔ دو ایک کتابوں پر اسم مبارک انگریزی میں تحریر فرمایا ہے اور طرزِ کتابت سے نئے نئے شوق کا پتا چلتا ہے مگر آیندہ اُس کی تکمیل کے آثار نظر نہیں آتے۔ ایّامِ ولی عہدی ہی سے صحبت میں علمار کا جلسہ رہتا تھا۔ کتابوں کا یہ شوق تھا کہ دہلی، لکھنؤ، لاہور سے خاص ملازم بھیج کر کتابیں منگواتے تھے۔ ولی عہدی کی اکثر کتابوں پر دستِ خاص سے لکھا ہوا ہے کہ آج اس کتاب کے دستیاب ہونے سے جو مجھے خوشی ہوئی ہے کبھی ایسی مسرت

نہیں ہوئی۔ بعض کتابوں پر لکھا ہے کہ فلاں شخص کے ذریعہ سے یہ کتاب دستیاب ہوئی۔ بعض پر کتاب کی قیمت تحریر ہے۔ مہر خاص ایام ولی عہدی کی مستطیل ہے اور اس پر محمد کلب علی خاں بہادر کندہ ہے۔ یہ مہر ۱۲۶۶ھ کی کھدی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سولہ برس کے سن سے کتب خانہ کے اہتمام کا خیال دامن گیر تھا اس لیے کہ ۱۲۵۰ھ سال ولادت ہے۔ کتب خانۂ ولی عہدی کی ایک دوسری مہر سرخ روشنائی کی بعض کتابوں پر ثبت ہے۔ وہ مہر ۱۲۷۴ھ کی کھدی ہوئی ہے۔ مہر ہشت پہل ہے اور اس میں یہ شعر درج ہے۔

ثبت نواب ولی عہد بہادر فرمود مہر تابندۂ این مہر کتب خانۂ جود

مسند نشینی کے بعد توشہ خانہ سے سب کتابیں منگا کر عمارت شاہی مچھلی بھون کے متصل رکھوا دیں۔ میاں رحیم شاہ مجددی جواہر خانہ کی خدمت بھی کرتے تھے اور کتابوں کے بیش بہا جواہر کے بھی نگراں تھے۔ آپ نے حروف تہجی کی ترتیب پر فہرست تیار کرائی۔

کتب خانہ کے متعلق خادمتیوں کا پورا عملہ تھا مگر وہ سب ملازم علیحدہ علیحدہ صیغوں سے تنخواہیں پاتے تھے اور کتب خانہ میں کام کرتے تھے۔

مسند نشینی کے بعد ریاست کی اہم ذمہ داریوں نے آپ کے شوقِ کتب خانہ کو ذرہ برابر بھی کم نہیں کیا بلکہ اور ترقی ہوگئی۔ بادشاہ وقت کے شوق کو دیکھ کر چاروں طرف سے کتابوں کے ذخیرے آنے لگے۔ قدر دانی کتب کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک صاحب نے صد پند لقمان[۲۷] کا بہت خوش خط اور نادر نسخہ پیش کیا۔ واقعی یہ نسخہ قابلِ زیارت ہے۔ اس کے صلہ میں ایک ہزار روپے عطا فرمائے۔ انعامات کتب کا حساب لگانا بہت ہی دشوار امر ہے۔ بعض کو کتاب کے صلہ میں ملازمت عطا کر دیتے تھے۔ اس عہد میں فوج کی کیا اور رسال کی کیا دونوں ملازمتیں موروثی استحقاق رکھتی تھیں۔ اس سبب سے سوار کی اسامی پانچ سو کو اور ریلیٹن[۲۸] و علی غول[۲۹] وغیرہ کی دو سو کو فروخت ہوتی تھی۔ کتابیں پیش کر کر کے اکثر لوگ سوار اور پیادوں کی اسامیاں

سرکار سے عرض کرکے لیتے تھے اور فروخت کر ڈالتے تھے۔

مصنفین اور مولفین اور اہلِ مطابع کی قدردانی بھی طرح طرح سے کی جاتی تھی۔ نام نامی پر جو کتاب تصنیف ہوتی اس کو بہت کچھ عطیہ خزانہ سے ملتا تھا۔ مطابع کے ساتھ یوں سرپرستی فرماتے تھے کہ مترجم اور سادہ قرآن شریف وقف کے صیغہ سے خرید فرمالیا کرتے تھے اور یہ وقفی قرآن شریف کتب خانہ میں ہی رہتے تھے اور محتاجوں کو مفت عطا ہوتے تھے۔ چنانچہ اُس وقت سے آج تک یہ کام کتب خانہ سے برابر جاری ہے۔ تین سو چار سو قرآن شریف ہر سال کتب خانہ سے بطور وقف غربا کو ملتے ہیں۔

نواب خلد آشیاں نے آخر عہدِ حکومت میں قدیمی لال پردہ کے متصل خاص کتب خانہ کے واسطے ایک دو منزلہ عمارت تیار کرائی۔ اس عمارت کا تاریخی نام «کتب خانۂ علوم دینیہ» رکھا جس سے ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) نکلتے ہیں۔ اب بھی یہ عمارت موجود ہے اور اس پر اسی نام کا پتھر کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ ارادہ یہ تھا کہ بالائی منزل میں خاص وضع کی خوب صورت الماریوں میں کتابیں رکھی جائیں اور اس کے عملہ کو بالکل علیحدہ کر دیا جائے۔ نمونہ کی تین الماریاں بریلی سے بن کر آ بھی گئی تھیں مگر اسی عرصہ میں رحلت فرمائی اور کتب خانہ اپنی قدیمی جگہ پر قائم رہا۔

انعام و عنایات کے علاوہ خریدِ کتب کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ ریاست کے وظیفہ خوار ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود تھے۔ مدراس، بمبئی، کلکتہ، لاہور، دہلی اور لکھنؤ سے برابر کتابیں خرید ہو کر داخلِ کتب خانہ ہوتی تھیں۔ مگر یہ خریداری اس عنوان پر نہ تھی کہ جو کتاب کتب خانہ میں نہیں وہی خریدی جائے۔ بلکہ جو کتاب آئی کبھی واپس نہیں فرمائی۔ اس لیے اکثر کتابوں کے متعدد نسخے جمع ہو گئے۔

سالانہ خریدِ کتب کی کیفیت ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو گی۔ اس میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی جزو نہیں ہے۔

	پائی — آنہ — روپیہ	پائی — آنہ — روپیہ
سنہ ۶۶ء سنہ ۱۸۶۷ء	۶ — ۱۴ — ۱۵۴۳	
سنہ ۶۷ء سنہ ۱۸۶۸ء	۶ — ۱۰ — ۱۱،۵۳۴	۰ — ۹ — ۴۰۷۸
سنہ ۶۸ء سنہ ۱۸۶۹ء	۶ — ۱۳ — ۱۷۲۸	۶ — ۶ — ۵۸۰۷
سنہ ۶۹ء سنہ ۱۸۷۰ء	۹ — ۱۴ — ۱۰۵۰	۳ — ۵ — ۳۸۵۸
سنہ ۷۰ء سنہ ۱۸۷۱ء	۶ — ۱۰ — ۱۸۳۷	۹ — ۱۵ — ۷۶۹۵
سنہ ۷۱ء سنہ ۱۸۷۲ء	۳ — ۵ — ۱۸۱۱	۰ — ۵ — ۱۰۵۰۷
سنہ ۷۲ء سنہ ۱۸۷۳ء	۶ — ۲ — ۳۵۱۳	۶ — ۷ — ۱۴۴۲۰
سنہ ۷۳ء سنہ ۱۸۷۴ء	۹ — ۰ — ۳۵۰۲	۳ — ۸ — ۱۷۵۲۲
سنہ ۷۴ء سنہ ۱۸۷۵ء	۳ — ۵ — ۳۸۵۵	۶ — ۱۳ — ۲۱۷۷۷
سنہ ۷۵ء سنہ ۱۸۷۶ء	۳ — ۴ — ۳۲۲۸	۹ — ۱ — ۲۵۰۰۶
سنہ ۷۶ء سنہ ۱۸۷۷ء	۰ — ۹ — ۱۴۶۴	۹ — ۱۰ — ۲۶۴۷۰
سنہ ۷۷ء سنہ ۱۸۷۸ء	۶ — ۱۰ — ۱۶۲۷	۳ — ۵ — ۱۸۰۹۸
سنہ ۷۸ء سنہ ۱۸۷۹ء	۶ — ۲ — ۴۱۰۲	۹ — ۷ — ۳۲۲۰۰
سنہ ۷۹ء سنہ ۱۸۸۰ء	۰ — ۱۱ — ۱۵۴۰	۹ — ۲ — ۳۳۷۴۱
سنہ ۸۰ء سنہ ۱۸۸۱ء	۶ — ۷ — ۱۱۳۶۰	۳ — ۹ — ۳۶۱۰۲
سنہ ۸۱ء سنہ ۱۸۸۲ء	۳ — ۰ — ۱۴۰۷	۶ — ۹ — ۳۷۵۰۸
سنہ ۸۲ء سنہ ۱۸۸۳ء	۶ — ۱۱ — ۱۳۸۴	۰ — ۵ — ۳۸۸۹۲
سنہ ۸۳ء سنہ ۱۸۸۴ء	۳ — ۲ — ۷۴۴	۳ — ۷ — ۳۹۶۳۶
سنہ ۸۴ء سنہ ۱۸۸۵ء	۰ — ۱ — ۷۵۲	۳ — ۸ — ۴ ۳۹۲
سنہ ۸۵ء سنہ ۱۸۸۶ء	۶ — ۸ — ۱۹۳۱	۹ — ۰ — ۴۲۳۲۴
سنہ ۸۶ء سنہ ۱۸۸۷ء	۰ — ۱۳ — ۱۲۸۴	۹ — ۱۳ — ۴۳۶۰۸

اس عہد کی تعداد کتب موجودۂ کتب خانہ

ہر قسم کی زبان کی کتابیں کتب خانہ میں ۸۸۲۱ جلد موجود تھیں جس میں عربی، فارسی، اردو، انگریزی سب کتابیں شامل ہیں منجملہ اس تعداد کے ۱۵۴ کتابیں انگریزی کی تھیں۔ ان کتابوں کے علاوہ دو سو اڑتالیس تصویریں تھیں۔

نواب خلد آشیاں کے نام نامی پر تصانیف

دیوانِ مہر[30] رام پوری، بیاض[31] قدرت مولوی قدرت حسین خیر آبادی، شوکت خسروی[32] صابر حسین سہسوانی، قصائد مدحیہ[33] لسان الملک سپہر وزیر ایران — عذب[34] البیان آغا محمد حسین کھماچی، مثنوی حسن[35] وعشق احمد خاں صوفی، دیوان قلاش[36] گلبن[37] اکبر عثمان خاں، انوار العارفین[38] مولوی محمد حسین مراد آبادی، تحفہ خاقانیہ سید عبدالحق کان پوری، اسعاف المنتفعین مولوی عبدالحکیم لکھنوی، شرح ہدایہ مولوی اعظم حسین خیر آبادی، گلشنِ فیوض[39] مولوی (نثار علی) رامپوری، نوادر البیان مفتی محمد سعد اللہ تقریظ رضی الدین، شرح قصیدۂ بردہ حافظ نذیر خاں رام پوری، فرہنگ جعفری جعفر علی، تاج[40] المدائح انوار حسین تسلیم، مجموعہ قصائد مینڈھو لال زار لکھنوی — گلدستہ[41] مدح محمد جعفر خیر آبادی، مجموعۂ اخلاق کرامت[42] علی بنارسی، نگار محمود مولوی سالم علی، قصیدہ احمد علی، قصائد ہمایوں[43] سید کرامت علی، قصیدۂ مدحیہ سید احمد حسن رئیس میرٹھ، قصیدۂ کمال نجم الدین، قصائد حیدر[44] حسین یکتا، قصیدۂ خاور محمد اکبر، ترانۂ خیال[45] قمر جان مشتری لکھنوی، مثنوی گلشن[46] اقبال انور شاہ امرتسری، انشائے عظیم[47] مولوی عظیم الدین رام پوری، تفسیر سورۂ[48] یوسف عربی، بے نقط صاحبزادہ[49] علی عباس خاں بہادر، امیر[50] اللغات منشی امیر احمد مینائی لکھنوی مرحوم، مفید الشعراء[51] حکیم سید ضامن علی جلال، بسیط[51] آغا حجو لکھنوی، لساچین لغت مولانا[52] فرخی، کلید زبان انگریزی سید امداد علی جوڈیشل ممبر پٹیالہ، افادۂ[53] تاریخ حکیم سید ضامن علی جلال، دیوانِ خیال

راج بہادر زخمی، کلیاتِ خبیر غلام محمد خاں، سکندر نامہ اردو امیر حسین، فتاوائے شرفیہ
مرتبہ مفتی محمد سعد اللہ صاحب[54]، حاشیۃ الوحیدیہ[55] مولوی وحید الزماں، شرح
الحاشیۃ الزاہدیہ شمس العلما مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی، دستور العمل خرید بیشکر
مولوی سید عوض علی، منتخب العلوم خلیفہ غیاث الدین، گلدستۂ معنی نواب غلام حسن خاں
الحکمۃ المتعالیہ شمس العلما مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی، شرح ضابطہ التہذیب
مولوی سلطان حسن خاں ڈپٹی کلکٹر بریلی، شرح مرقاۃ شمس العلما مولانا عبد الحق صاحب
خیر آبادی، القول المانوس مفتی محمد سعد اللہ صاحب، لغات الانسان محمد حسن ساکن
گنڈرکی، مایحتاج الیہ القاری قاری سید برکت علی، اوقات الفرائض مفتی محمد بشیر الدین،
ترجمۂ شرح وقایہ[56] مولوی محسن علی، نصیحۃ المریدین[57] مولوی عبد المجید، مخزن المعانی[58] سید
مشتاق احمد صاحب رام پوری، سرچشمۂ رحمت[59] مولوی عبد المجید دہلوی، بہارستان اردو
سید مہدی علی، ترجمۂ بوستان[60] خیال آغا حجو لکھنوی، قصائد مدحیہ الٰہ بخش، فسانۂ عشق[61]
سید عابد علی، گلستان مسرت[62] امیر خاں بین کار، نگارستان خیال حاجی علی، بحر الفصاحت[63]
مولوی نجم الغنی خاں رام پوری ہیڈ مولوی ہائی اسکول اُدے پور، سنبلستان خیال[64]
منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی، فریادِ داغ[65] فصیح الملک نواب مرزا خان دہلوی، مثنوی
تہنیت جشن بے نظیر حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی، جریدۂ رعنا مرزا تیمور شاہ،
مثنوی مدحیہ وحید شاعر، قصیدۂ مدحیہ[66] منشی امیر اللہ تسلیم، علوم ادبیہ، تہنیت نامہ[67]
میلہ بے نظیر میر یار علی، تاریخ بدیع[68] منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی، تاریخ قیصری اکبر علی خاں دہلوی،
تاریخ رام پور[69] بلاقی داس، غزا نامہ[70] مسعود سید عنایت حسین، تاریخ جرمن و پرشیا۔ وقائع ملاقات
نواب[71] خلد آشیاں با شاہزادہ ڈیوک آف اڈنبرا نولکشور صاحب مطبع، مستغنی التواریخ[72] آغا غنی،
ابرِ کرم[73] منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی، اختراعِ جدید[74] میر عوض علی لکھنوی، مثنوی مدحیہ
حکیم احمد خاں فاخر، اجازت دلائل الخیرات جواب شبہات ہدیہ سعدیہ مولانا فضل حق خیر آبادی،
ارشاد الحق سید آفندی، الحجۃ البالغہ مولانا عالم علی صاحب[75] مراد آبادی، دستور العمل[76] مقدمات
سرسری ریاست تالیف ۱۲۷۶ھ۔ تذکرہ[77] انتخاب یادگار منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

الحمد للہ رب العالمین کہ این نثر معظم و مکرم مسمی بہ

قندیل حرم

عقل از سرادب گفت انشای خسروانی

حسب الارشاد حضور فیض گنجور بدار الریاست مصطفیٰ آباد عرف رامپور

در مطبع حسنی ملقب بہ تکمیل المطابع جلوہ ظہور یافت

سرورق "قندیل حرم" (مطبوعہ) مصنفہ نواب کلب علی خاں
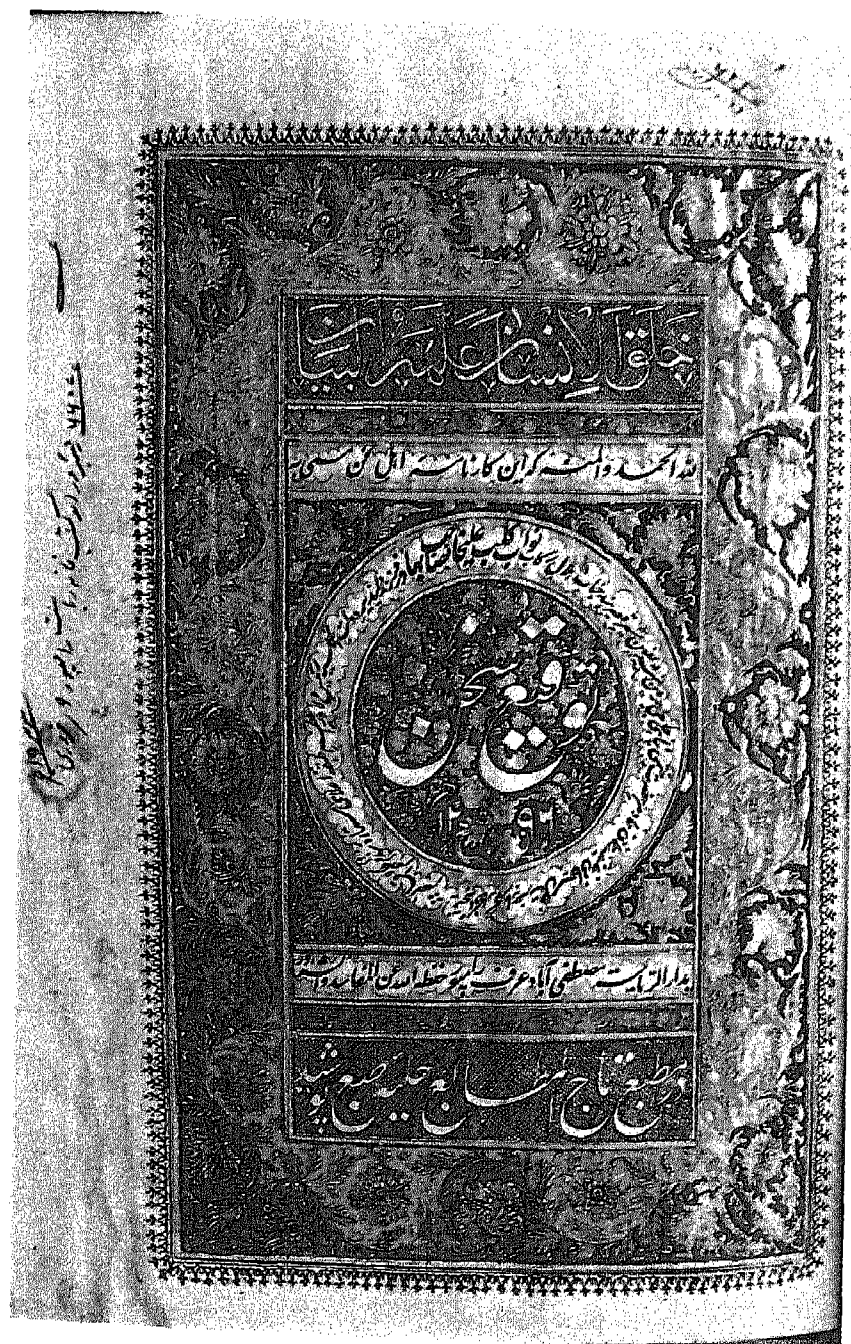
نواب کلب علی خاں کی تصنیف شگوفہ خسروی (مطبوعہ) کا سر ورق
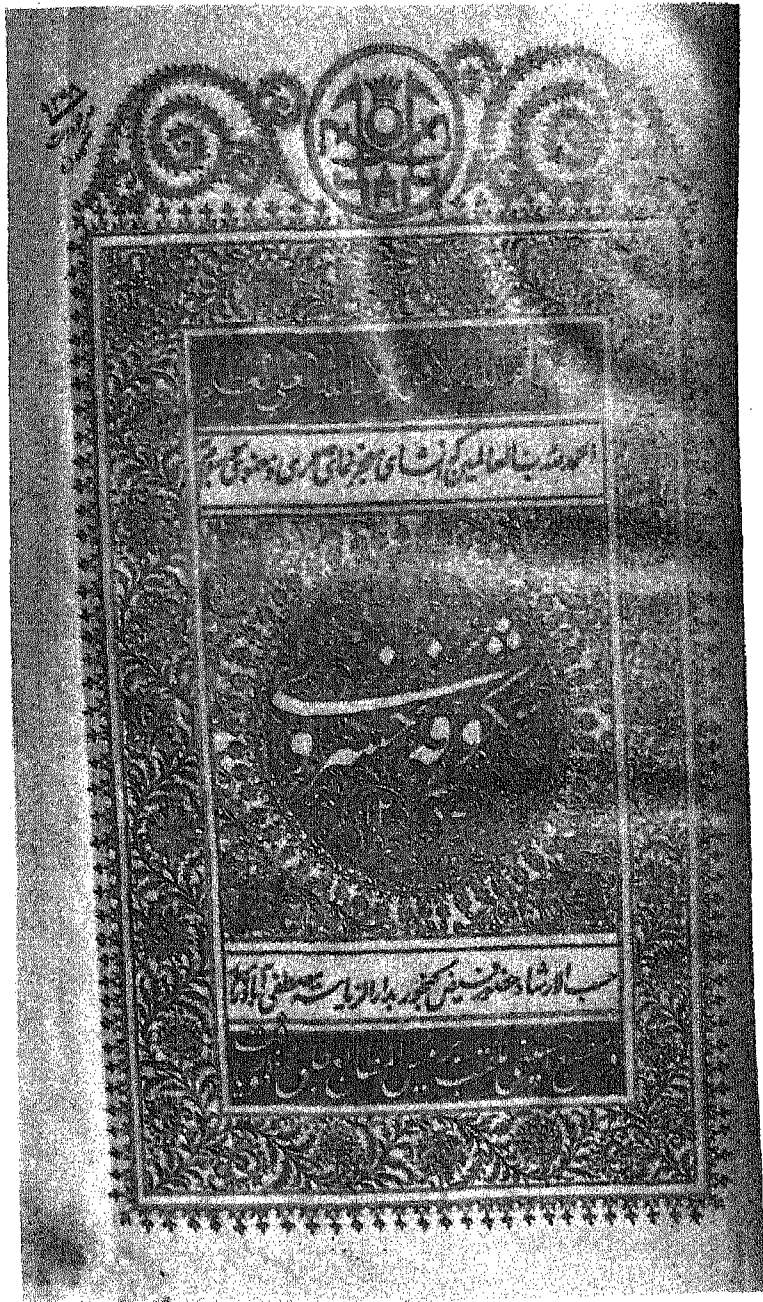
نواب کلب علی خاں کی تصنیف توقیع سخن (مطبوعہ) کا رنگین سر ورق

حواشی

۱۔ نواب کلب علی خاں: نواب یوسف علی خاں ناظم کے بیٹے۔ ۲۰ رذی الحجہ ۱۲۵۰ھ/۱۹ راپریل کو پیدا ہوئے۔ فارسی کی کتابیں صاحب غیاث اللغات سے، کتب علوم عقلیہ مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا عبدالحق خیرآبادی سے پڑھیں اور فن خوشنویسی میر عوض علی عدیل ملیح آبادی سے حاصل کیا۔ ۲۴ رذی قعدہ ۱۲۸۱ھ/۲۱ راپریل ۱۸۶۵ء کو مسند نشینی ہوئی۔ مسند نشینی کے فوراً بعد مختلف علوم وفنون کے علما، فضلا اور شعرا وادبا نیز ماہرین کو رام پور میں دور دور سے بلا کر رکھا۔ خود بھی صاحب ذوق تھے اور تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا۔ تعمیرات سے بھی دلچسپی تھی۔ اپنے دور اقتدار میں کئی عمارات تعمیر کروائیں اور جامع مسجد دہلی کی مرمت میں بھی شریک وسہیم تھے۔ مدارس اور قدیم وجدید علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں پر کامل عبور تھا۔ شاعری میں نواب تخلص کرتے تھے۔ حج وزیارات سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ اردو و فارسی میں ان کی تصانیف یہ ہیں جن میں سے کچھ شائع ہو چکی ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔

فارسی: تاج فرخی (دیوان) ترانۂ نغم وقندیل حریم (انشا)، تاریخ چین وختا (تاریخ عالم)

اردو: کلیات نواب (دیوان) نشید خسروانی (دیوان اول) دستنبوئے خاقانی (دیوان دوم) درۃ الانتخاب (دیوان سوم)، توقیع سخن (دیوان چہارم)، مضامین رفیع (دیوان پنجم)، داستان بدیع الزمان، قصۂ مہر و ماہ وبلبل نغمہ سنج (داستان)، درج عنبریں (صنعت ونثر)، تذکرۂ اساتذہ جلد ۲ و ۳؛ اردو اور فارسی کی پانچ بیاضیں۔ "صنم کدۂ فرنگ" بھی نواب کلب علی خاں کی ایک تصنیف ہے جو اردو جملوں کی ایک قسم کی فرہنگ ہے۔ اس کا سال تالیف یکم ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ ہے۔ کتاب کے ہر باب کا آغاز "صنم آیا کہاں سے" کے ٹکڑے سے ہوتا ہے اس کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں شمارہ ۲۷۱ و ۲۷۲ کے تحت موجود ہیں۔

ہندی: کبت (کشکول ہندی) رضا لائبریری میں اس کے دو مخطوطے موجود ہیں جن کے نمبر ۱۱ و ۱۲ ہیں۔
رضا لائبریری کے اکثر نوادر ان کی ذاتی دلچسپی اور کوششوں سے جمع ہوئے ہیں۔ نواب صاحب کی جدت پسند طبیعت میلۂ بے نظیر کی محرک بنی۔ انھوں نے اس میلے کے ذریعے اپنے سال جلوس کی یادگار قائم کردی۔ اس کا آغاز ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء سے ہوا۔ آٹھ روز بڑی رونق رہتی تھی۔ نواب صاحب خود بھی بہ نفس نفیس اس میلے میں شرکت کرتے تھے اور باغ بے نظیر میں قیام کرتے تھے تیئسواں میلہ قریب تھا کہ تقریباً ۲۳ سال حکومت کرنے کے بعد ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ/۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء کو انتقال کیا۔

— اخبار الصنادید ۲/۱۳۲ — ۲۲۹

— انتخاب یادگار، ۸۲ — ۱۰۵

— مسدس بے نظیر، مرتبہ محمد علی اثر رام پوری

مطبوعہ اسٹیٹ پریس رام پور، ۱۹۵۰ء طبع اول

۲— مدرسۂ عالیہ: اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں محلہ مدرسہ کہنہ میں ۱۷۷۴ء میں قائم ہوا۔ مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے تھے۔ یہ مدرسہ درس نظامیہ کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ اس مدرسے کا ماضی بڑا تابناک رہا ہے جبکہ حال اپنی حالت پر نوحہ کناں ہے۔

— ماہنامہ ضیاء وجیہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء (مقالہ: مشرقی علوم کی قدیم ترین یونیورسٹی مدرسۂ عالیہ رام پور۔ از ڈاکٹر محمد شعائر اللہ خاں وجیہی)

۳— مفتی محمد سعد اللہ: رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۳ ص ۱۳۸

۴— مولوی ارشاد حسین: خلف مولوی حکیم احمد حسین۔ آپ کے بزرگوں نے سرہند سے مہاجرت اختیار کر کے بریلی کو مسکن بنایا اور مولوی ارشاد حسین کے دادا غلام محی الدین نے رام پور میں سکونت اختیار کرلی۔ مولوی ارشاد حسین رام پور میں ہی ۱۴ صفر ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ مولوی صاحب نے علم منقول کی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی اور کتب معقول رام پور میں ملا محمد نواب سے جو کلب علی خاں کے استاد تھے، پڑھیں۔ دہلی میں حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت ہوئے، پھر ان کے اجلہ خلفا میں شمار ہونے لگے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف

ہوئے۔ نواب کلب علی خاں، مولوی صاحب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ۱۵ر جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء کو انتقال ہوا۔ ان کی تصانیف میں کتاب انتصار الحق در جواب معیار الحق مولانا نذیر حسین محدث دہلوی (اردو، مطبوعہ)، ترجمہ فتاویٰ عالمگیری (کتاب الحیل) (اردو، قلمی) وارشاد الصرف (قواعد عربی بہ اردو) مطبوعہ مطبع احسانی رام پور ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء۔ کتاب الحیل کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ — انوار العارفین ص ۵۰۹ — ۵۱۱

— تذکرۂ کاملان رام پور، ۳۰ — ۳۳

۵ — شمس العلما مولانا عبد الحق خیر آبادی : مولوی عبد الحق ابن مولوی فضل حق خیر آبادی ۱۲۴۴ھ/ ۹-۱۸۲۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے تحصیل علوم کی اور بارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ علوم عقلیہ میں سرآمد روزگار تھے۔ نواب کلب علی خاں کی دعوت پر رام پور آئے نواب موصوف کی استادی کا شرف حاصل کیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد خیر آباد چلے گئے، پھر نواب آصف جاہ کی دعوت پر حیدر آباد تشریف لے گئے لیکن جلد ہی وطن واپس آ گئے۔ نواب حامد علی خاں کی دعوت پر دوبارہ رام پور آئے اور مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ وفات سے کچھ قبل پھر خیر آباد واپس چلے گئے۔ انگریزی حکومت کی جانب سے ۱۸۸۷ء میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ ۲۳ر شوال ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء میں وفات پائی۔ خانقاہ مخدوم شیخ سعد خیر آبادی میں دفن کیے گئے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں حاشیہ غلام یحییٰ، تسہیل الکافیہ، شرح ہدیۃ الحکمۃ، جواہر غالیہ شرح میر زاہد، حاشیہ قاضی مبارک، حاشیہ حمد اللہ، شرح مسلم الثبوت، شرح سلاسل الکلام، رسالہ تحقیق تلازم، یادگار حامدیہ وغیرہ

— تذکرۂ علمائے ہند (اردو ترجمہ)، ۲۷۹ — ۲۸۰

— تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۹۹ — ۲۰۱

— فہرست مخطوطات اردو ۱/ ۱۶۹ — ۱۷۱

۶ — مولوی عبد العلی ریاضی داں : ولد یوسف خاں۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ مولوی حیدر علی ٹونکی، مفتی شرف الدین، ملا عبد الرحیم اور مولوی رفیع اللہ خاں سے کسب علوم کیا۔ دہلی جا کر شاہ اسحق صاحب سے علم حدیث اور حکیم صادق علی خاں سے طب کی تعلیم حاصل کی

مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس اول ہوئے اور نواب یوسف علی خاں اور نواب کلب علی خاں بہادر کی تعلیم پر مامور کیے گیے۔ علم ریاضی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ اسی وجہ سے ریاضی داں معروف ہوئے۔ رسالہ توشیحیہ پر فارسی میں حاشیہ لکھا جو رام پور مطبع قیصری سے شائع ہو چکا ہے۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا۔

۔۔۔ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۲۲۸ ۔۔۔ ۲۲۹

۷۔ امیر مینائی : منشی امیر احمد امیر مینائی اپنے عہد کے زبردست شاعر ادیب گزرے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۶ر شعبان ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۶ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔ حضرت شاہ مینا کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے مینائی کہلائے۔ والد کا نام شاہ کرم محمد مینائی تھا۔ اپنے عہد کے نامور اساتذہ سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ مظفر علی اسیر لکھنوی سے شاعری میں تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ نواب یوسف علی خاں کی دعوت پر رام پور آئے۔ یہاں عدالت دیوانی کے مفتی مقرر کیے گیے۔ نواب کلب علی خاں متخلص بہ نواب کے کلام پر اصلاح دینے کی وجہ سے ان کے استاد ہوئے۔ نواب کلب علی خاں نے امیر مینائی کی خواہش پر 'امیر اللغات' کی تالیف کا کام ان کو سونپا۔ اس لغت کی دو جلدیں شائع ہو سکیں۔ امیر مینائی کثیر التصانیف شاعر و ادیب تھے۔ ان کے دواوین : مرآت الغیب، صنم خانۂ عشق، محامد خاتم النبیین، گوہر انتخاب، مثنوی کارنامۂ عشرت، قصائد، مثنویاں اور تذکرہ انتخاب یادگار طبع ہو چکے ہیں۔ نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد نواب حامد علی خاں کے دور میں وہ حیدر آباد چلے گئے لیکن وہاں ڈیڑھ ماہ کے بعد ۱۳ر اکتوبر ۱۹۰۰ء/۱۳۱۸ھ کو انتقال ہو گیا۔

تذکرۂ کاملانِ رام پور،

رضا لائبریری جرنل ۳/۲۰۵۔۲۲۱

(مقالہ: حیات امیر مینائی ۔ کچھ نئے ماخذ از ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی)

۸ ۔۔۔ داغ دہلوی (پیدائش ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ/۲۵ر مئی ۱۸۳۱ء ۔ وفات ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ/ ۱۶ر فروری ۱۹۰۵ء) فصیح الملک داغ دہلوی کا ریاست رام پور میں تقرر ۱۴ر اپریل ۱۸۶۶ء

کو بہ زمرۂ مصاحبین ہوا۔ ستر روپے ماہوار پر معتمد خاص کارخانہ جات و اصطبل گاڑی خانہ وشتر خانہ کے فرائض تفویض ہوئے۔ رام پور میں تقریباً چالیس سال مقیم رہے اور نواب کلب علی خاں کے ہمراہ نومبر ۱۸۷۲ء تا مارچ ۱۸۷۳ء سفر حج پر رہے۔ اس سے قبل دسمبر ۱۸۶۶ء میں نواب مذکور کے ساتھ کلکتہ کا سفر کیا تھا۔ ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو دربار رام پور سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۶ فروری ۱۹۰۵ء کو حیدرآباد میں انتقال ہوا اور وہیں درگاہ یوسفین میں اپنی اہلیہ کے قریب دفن کیے گئے۔

__ تفصیلی حالات کے رجوع کریں: مقدمہ مثنوی فریادِ داغ
از تمکین کاظمی حیدرآباد ۱۹۵۶ء و لاہور ۱۹۵۷ء

۹ __ ضامن علی جلالؔ: والد کا نام اصغر علی، جلال کی پیدائش ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں لکھنؤ میں ہوئی۔ عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہی حاصل کی۔ شاعری میں جلالؔ تخلص کرتے تھے اور میر علی اوسط رشکؔ کے شاگرد تھے۔ فن عروض اور الفاظ کی تحقیق میں مہارت رکھتے تھے۔ اس موضوع پر چند رسالے بھی تصنیف کیے۔ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں کی دعوت پر رام پور آئے اور ۳۳ سال مقیم رہے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ پانچ دواوین کے علاوہ چند رسالے مثلاً افادۂ تاریخ، گلشن فیض، تحفۂ سخنوراں، مفید الشعرا منتخب القواعد اور داستان بالا باختر کے مصنف ہیں۔ صحت زبان کی تحقیق کے سلسلے میں جلالؔ کے رسالے قابل مطالعہ ہیں۔ بالا باختر اور دیوان جلال کے مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ جلالؔ لکھنوی کی شخصیت اور شاعری پر سکندر آغا نے عمدہ تحقیقی مقالہ سپرد قلم کرنے کے علاوہ ان کے شاگردوں کا تذکرہ بھی ’دبستان جلال‘ کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

__ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۷۶
__ انتخاب یادگار، ۱۰۳

۱۰ __ اسمٰعیل حسین منیرؔ شکوہ آبادی: والد کا نام سید احمد حسین متخلص بہ شادؔ شکوہ آبادی، شاگرد سوداؔ۔ پیدائش ۹ ذی الحجہ ۱۲۲۹ھ/۲۲ نومبر ۱۸۱۴ء۔ اپنے وقت کے صاحب طرز شاعر

تھے۔ عنفوان شباب میں شیخ ناسخ اور میر علی اوسط رشک سے اصلاحیں لیں۔ نواب کلب علی خاں کے بلانے پر ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ میں رام پور آگئے۔ سو روپے مشاہرے پر زمرۂ شعرا میں داخل ہو گئے اور تاحیات یہیں رہے۔ یہ دور منیر کی زندگی کا آسودہ ترین دور رہے ورنہ اس سے قبل ان کی زندگی بڑے کرب کے عالم میں گزری تھی۔ ان کا انتقال ۴ رمضان ۱۲۹۷ھ/۹ اگست ۱۸۸۰ء کو ہوا۔ منیر نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں دواوین اردو منتخب العالم، تنویرالاشعار و نظم منیر، مثنوی حجاب زنان، مثنوی معراج المضامین، سنان دلخراش اور طلسم گوہر تکملۂ ماہ باختر شامل ہیں۔ رضا لائبریری میں طلسم گوہر بار، دیوان منیر اور مثنوی معراج المضامین کے مخطوطے موجود ہیں۔

کلیات منیر کی ایک اشاعت ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں مطبع ثمر ہند لکھنؤ سے منظر عام پر آئی تھی۔ مثنوی معراج المضامین بھی ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ داستان گوئی میں منیر انبا پرشاد کے شاگرد تھے۔

— انتخاب یادگار، ۳۵۵ — دربار حسین ص ۲۳ – ۵۸

— منیر شکوہ آبادی (سوانح حیات و کلام پر تبصرہ) از ڈاکٹر زہرہ بیگم یاسین مطبوعہ نسیم بکڈپو لکھنؤ نومبر ۱۹۷۰ء بار اول

— انتخاب کلام منیر شکوہ آبادی، مرتبہ ریاض الدین اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۲ء

۱۱ — <u>آفتاب الدولہ قلق</u> (م ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء) خواجہ ارشد علی خاں عرف خواجہ اسد ابن خواجہ بہادر حسن متخلص بہ فراق۔ آخری تاجدار اودھ واجد علی شاہ کے مصاحبین میں تھے۔ دربار سے آفتاب الدولہ کا خطاب ملا۔ ناسخ و خواجہ وزیر کے شاگرد تھے۔ امیر مینائی نے انتخاب یادگار میں ان کی عمر ۲۶ برس بتائی ہے اور لکھا ہے کہ "ان کا دیوان اور مثنوی قابل دید ہیں" مثنوی طلسم الفت کا مخطوطہ رضا لائبریری میں بخط خوب چند موجود ہے۔

— انتخاب یادگار، ۳۰۵

۱۲ — <u>میر محمد زکی بلگرامی</u> : والد کا نام سید غلام رضا۔ مرزا دبیر کے شاگرد۔ مرثیہ و سلام کہنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ لکھنؤ اور عظیم آباد میں مجلسیں پڑھتے تھے۔ نواب کلب علی خاں کے دور میں ملازم ہوئے۔ رام پور سے حیدر آباد گئے۔ وہاں سے بلگرام آئے اور ۱۲ شعبان ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں وفات

پائی۔ در دولت کی تعمیر نواب کلب علی خاں کے عہد میں ہوئی تو زکی نے اس کی تاریخ "ہست در دولت و باب السلام" (۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) سے حاصل کی۔

____ انتخاب یادگار' ۱۶۱ ــ ۱۶۶

____ اخبار الصنادید ۲/۲۰۴

____ دربار حسین' ۱۳۵-۱۳۸

____ خمخانۂ جاوید ۳/۶۲۴

۱۲ــــ مظفر علی خاں اسیر : ابن سید مدد علی ـ حضرت عباس علمدار (ع) کی اولاد میں ہیں۔ ۱۸۱۴ء میں قصبہ امیٹھی میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل لکھنؤ میں کی۔ ابتدائے عمر سے ہی شاعری سے خاص رغبت تھی۔ اسیر تخلص کرتے تھے اور مصحفی کے شاگرد تھے۔ نصیر الدین کے عہد میں سرکاری ملازم ہوئے اور واجد علی شاہ کے عہد میں تدبیر الدولہ کا خطاب پایا۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد رام پور آگئے اور عزت و توقیر کے ساتھ رہنے لگے۔ ۷ رفروری ۱۸۸۲ء کو انتقال ہوا۔ ان کے شاگردوں میں امیر مینائی، ریاض خیر آبادی، رتن ناتھ سرشار اور احمد علی شوق قدوائی قابلِ ذکر ہیں۔ اسیر اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر مکمل عبور رکھتے تھے اور ان زبانوں میں کئی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ منجملہ دواوین اردو و فارسی' رسالہ تشریح الحروف (فارسی) فوائدِ مظفریہ (نحو۔ عربی) ترجمۂ اردو معیار الاشعار (بنام زر کامل عیار) رسائل اسیر (شامل شجرۃ العروض' روضۃ القوافی و رسالۂ اضافت۔ فارسی) ________ قصائد اسیر (فارسی نمبر ۲۸۳۹' نسخۂ مؤلف)' دیوانِ اسیر (اردو' ۲ نسخے بخط مؤلف نمبر ۱۹۸۹ و ۱۰۲۸) مثنوی درۃ التاج اردو نمبر ۱۱۷۷) مثنوی خلاصۃ التقوی (اردو نمبر ۱۴۹۰) اور مراثی اسیر (اردو نمبر ۱۲۹۶) کے مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

۱۳ــــ منشی احمد حسن عروج : نام احمد حسن اور تخلص عروج۔ فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔ دہلی، لکھنؤ اور کان پور میں قیام رہا۔ نواب کلب علی خاں کی دعوت پر ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں رام پور آئے۔ خوشنویس بھی تھے۔ شاعری میں ناسخ اور میر علی اوسط رشک سے استفادہ کیا۔ کان پور میں ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء میں انتقال ہوا۔ دیوانِ عروج کا ایک مختصر مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔

منیر شکوہ آبادی کے دیوان سوم میں ایک قصیدہ بھی عروج کی مدح میں شامل ہے۔

ــــ تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۱۱

ــــ انتخاب یادگار، ۲۲۵

۱۵ــــ امیر اللہ تسلیم : تسلیم ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد ان کے والدین لکھنؤ آگئے۔ تسلیم کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ منشی عبدالحی سندیلوی سے فن خوشنویسی سیکھا تھا۔ شاعری میں نسیم دہلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد رام پور آگئے۔ کچھ دنوں رام پور رہنے کے بعد دوبارہ لکھنؤ واپس چلے گئے اور مطبع نولکشور میں ملازمت کرلی۔ نواب کلب علی خاں کے دور میں رام پور آئے اور زمرۂ شعرا میں داخل ہوگئے۔ نواب کے انتقال کے بعد رام پور میں انھوں نے مختلف ملازمتیں بھی کیں۔ ٹونک اور مانگرول کے سفر بھی کیے۔ نواب حامد علی خاں کے دور میں رام پور میں رہے۔ ان کا انتقال ۲۸ مئی ۱۹۱۱ء کو لکھنؤ میں ہوا اور وہیں دفن کیے گئے۔

تسلیم اردو کے پرگو شاعر تھے۔ انھیں غزل، قصیدہ اور مثنوی گوئی پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ ان کی تصنیفات میں اردو دواوین ــــ نظم ارجمند مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء، نظم دل افروز مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ صفر ۱۳۲۱ھ/اپریل ۱۹۰۳ء، دفتر خیال مطبوعہ مطبع سعیدی رام پور صفر ۱۳۲۷ھ/فروری ۱۹۱۰ء ــــ مثنویات نالۂ تسلیم، شام غریباں، دل و جان، صبح خنداں، نغمۂ بلبل، شوکت شاہجہانی، گوہر انتخاب، تاریخ بدیع وغیرہ تسلیم نے حامد علی خاں کے سفر انگلستان کے واقعات کو منظوم کیا تھا۔

ــــ تذکرہ کاملانِ رام پور، ۶۳ ــــ ۶۶

ــــ انتخاب یادگار، ۹۵ ــــ ۹۶

ــــ امیر اللہ تسلیم حیات و شاعری از ڈاکٹر فضل امام مطبوعہ الہ آباد ۱۹۷۴ء

ــــ اوراق ماتم تسلیم معروف بہ یادگار تسلیم مطبوعہ محمد اسمٰعیل صبر رام پوری

ــــ حیاتِ جاودانی از عرش گیاوی شاگردِ تسلیم مطبوعہ علی گڑھ

۱۶ــــ تاجِ فرخی : نواب کلب علی خاں کا فارسی دیوان۔ جس میں قصائد در مدح صحابۂ کرام و ائمہ
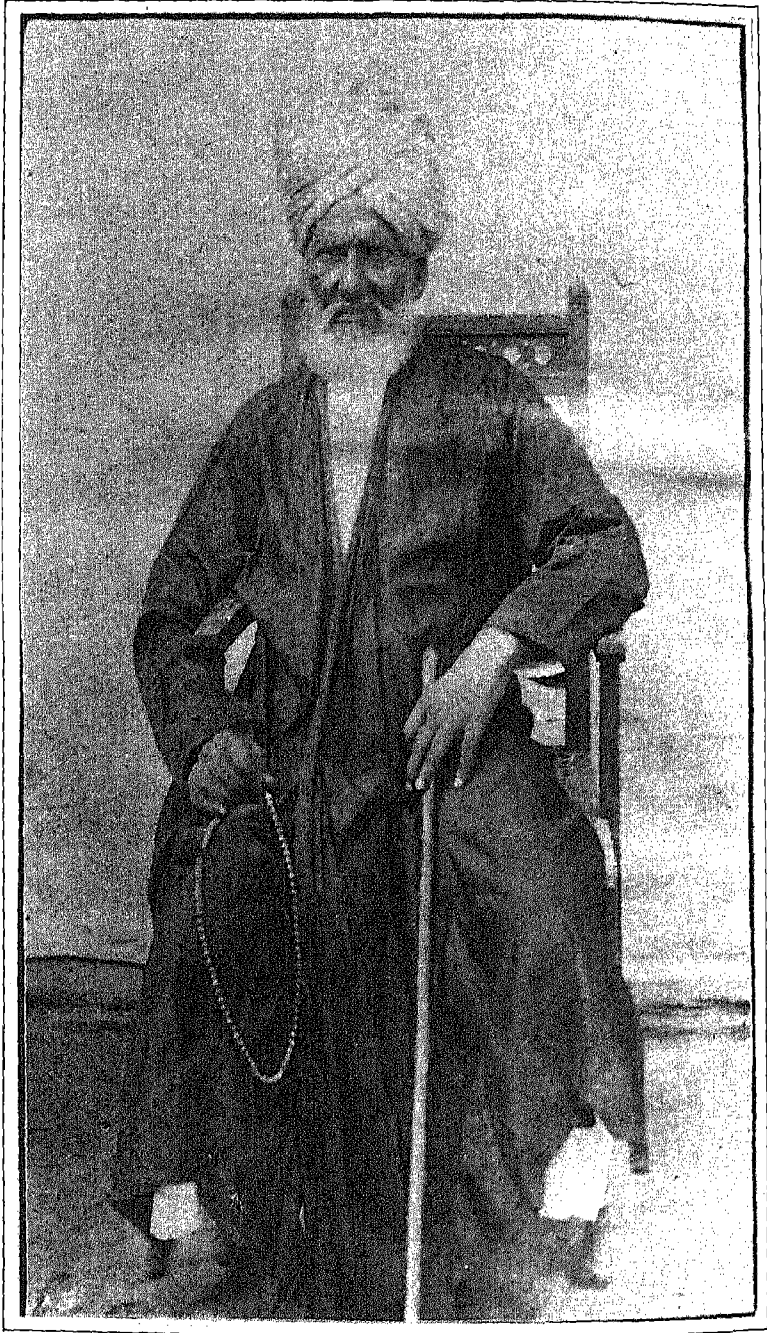
امیر اللہ تسلیم لکھنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
صنمکده فرهنگ سخن سنجان از صور دلفریب حمد علی بدیع ازلی
نوا سنجان رونق افزوده است که قلم صورت نگار برای
طراحی تحریرش همه سر شده آبی بر رونق کار آرد و اوراق فکرت
در بیت العشق دل همت عالی را به آرایشگری خوشترین
بیا کل بیایش بر گمارد و شنیده باشی که لعل آمیز انگاره خاتم النبیین

مخطوطہ صنم کدہ فرنگ (اردو) مصنفہ نواب کلب علی خاں کا پہلا ورق

علیہم السلام کے علاوہ غزلیات، مفردات، رباعیات، مخمس و قطعاتِ تاریخ شامل ہیں ــــ خاتمہ الطبع از امیر مینائی ــــ جس میں مذکورہ دیوان کا سپہر کاشانی کے پاس ایران بغرض اصلاح بھیجے جانے، وہاں سے اصلاح سے مزین ہوکر آنے اور پھر اشاعت کے مرحلے سے گزرنے کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ قطعات تاریخ از مظفر علی خاں اسیر، منیر شکوہ آبادی، صابر حسین صاحب، عبدالقادر خاں واقف، محمد زماں خاں بسمل، محمد احمد قمر فرزند امیر مینائی، گوبند پرشاد صاحب، محمد فصیح الزماں فرزند محمد وجیہ الزماں خاں و منشی امیر مینائی۔ یہ دیوان مطبع تاج المطابع رام پور سے ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء میں ۷۰ ۲صفحات میں، سائز ۱۰×½ ۱۳ انچ شائع ہوچکا ہے۔

۱۷ــــ ترانۂ غم (فارسی) نواب کلب علی خاں بہادر۔ یہ کتاب نواب صاحب کی فارسی نثر کا مجموعہ ہے جس میں جابجا فارسی شعرا کے اشعار سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ البتہ نثر نہایت مرصع و مسجع ہے۔ یہ کتاب مصطفےٰ آباد رام پور مطبع حسینی سے ۱۲۸۹ھ میں ۷۶ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ سائز ۸ × ۱۲ انچ ہے۔ اس کتاب پر منشی امیر احمد مینائی کی منظوم تقریظ اور سید اسمٰعیل حسین منیر کا قطعۂ تاریخ طبع بھی شامل ہے۔

۱۸ــــ قندیلِ حرم (فارسی) نواب کلب علی خاں بہادر۔ نواب صاحب کی فارسی نثر کا نمونہ ہے جس پر امیر مینائی نے فارسی میں ہی تقریظ لکھی ہے۔ یہ کتاب نواب صاحب نے کتب خانہ روضۂ مطہر حضرت رسالتمآب (ص) میں داخل کرنے کے لیے مدینہ منورہ بھیجی تھی۔ کتاب مذکورہ کتب خانہ میں داخل کرکے شیخ الحرم اور اور محافظ شہر مدینہ منورہ سید محمد خالد پاشا نے ترکی زبان میں ایک خط نواب صاحب کی خدمت میں بھیجا جس پر ۱۸ ذی قعدہ ۱۲۸۹ھ کی تاریخ درج ہے۔ یہ خط اور اس کا فارسی ترجمہ اور رسید مع ترجمۂ فارسی نوشتۂ آل محمد جعفر بھی کتاب کے ہمراہ شامل اشاعت ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۹ھ میں ہی مطبع حسینی رام پور سے ۴۲ صفحات میں شائع ہوتی۔ کتاب کا سائز ۸ × ۱۲ انچ ہے۔ اردو میں رتن ناتھ سرشار نے اس کتاب کی ایک تقریظ بھی لکھی تھی جسے عابد رضا بیدار نے جداگانہ طور پر شائع کردیا ہے۔

۱۹ــــ شگوفۂ خسروی (فارسی) مصنف نواب کلب علی خاں۔ سال تصنیف ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء کتاب کا نام تاریخی ہے۔ فارسی نثر کا نمونہ۔ کتاب میں کچھ مکتوبات و تقریظات اور محمد عثمان خاں

معتمد ریاست کی تصنیف شرح قصائد بدر چاچ، مثنوی طلسم حیرت مرزا بیدل اور نادر نامہ مصنفہ مہدی اصفہانی کے دیباچے شامل ہیں۔ یہ کتاب مطبع حسینی ملقب بہ رئیس المطابع مصطفےٰ آباد رام پور سے باہتمام محمد حسین ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں ۱۶۰ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے ہمراہ امیر لکھنوی، امیر مینائی اور جلال لکھنوی کے قطعات تاریخ طبع بھی شامل ہیں۔

۲۰۔ نشیدِ خسروانی (اردو) دیوان اول نواب کلب علی خاں بہادر، شامل غزلیات، سہرا، مفردات، قصیدۂ نعتیہ، خمسہ برغزل عاشق اصفہانی، رباعیات و مستزاد۔ یہ دیوان ۱۲۹۱ھ میں مکمل ہوا اور مرزا داغ دہلوی کے قطعۂ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک برس میں تکمیل کو پہنچا تھا۔

آغاز: اللہ رے ذوق مدحت پروردگار کا ٭ عالم زبان میں ہے دل بے قرار کا

حروفِ تہجی کے اعتبار سے دوسو پانچ غزلیں ہیں جبکہ سہرا، قصیدۂ نعتیہ، خمسہ اور مستزاد ایک ایک اور رباعیات کی تعداد چھ ہے۔ سرورق نہایت خوب صورت اور رنگین ہے۔

یہ دیوان مطبع تاج المطابع مصطفےٰ آباد رام پور سے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں ۲۸۸ صفحات میں طبع ہوا۔ اس میں درج ذیل شعرا کے قطعات تاریخ شامل ہیں:

مظفر علی اسیر، آغا حجو، شیخ امداد علی بحر، منشی محمد اسمٰعیل منیر، داغ دہلوی، انور حسین تسلیم سہسوانی، صابر حسین صبا سہسوانی (بفارسی) رائے کشن کمار وقار، امیر اللہ تسلیم، سید سجاد حسین فلک، محمد فصیح الزماں فصیح خلف شیخ محمد وجیہ الزماں خاں مرحوم، امیر مینائی اور غنی (ایڈیٹر مطبع)

۲۱۔ دستنبوے خاقانی = ۱۲۹۴ھ (دیوان دوم۔ اردو) نواب کلب علی خاں بہادر۔ ۱۶۰ غزلوں اور ۴۴ رباعیوں پر مشتمل ہے۔ مطبع تاج المطابع مصطفےٰ آباد عرف رام پور سے شعبان ۱۲۹۵ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ دیوان کے ہمراہ قطعات تاریخ طبع از مظفر علی اسیر، منشی محمد اسمٰعیل حسین منیر، نواب مرزا داغ دہلوی، سید ضامن علی جلال، شیخ امیر اللہ تسلیم، منشی صابر حسین صبا۔ سید ابو محمد صاحب بدر خلف منشی سید اسمٰعیل منیر، محمد فصیح الزماں خاں صاحب خلف کوچک شیخ محمد وجیہ الزماں مرحوم سید کاظم علی برادر خرد سید ضامن علی جلال، منشی کنج بہاری لال خلف منشی بانکے بہاری لال لکھنوی و امیر احمد مینائی شامل ہیں۔ بخط شیخ الٰہی بخش خوشنویس، ۲۴۲ ص
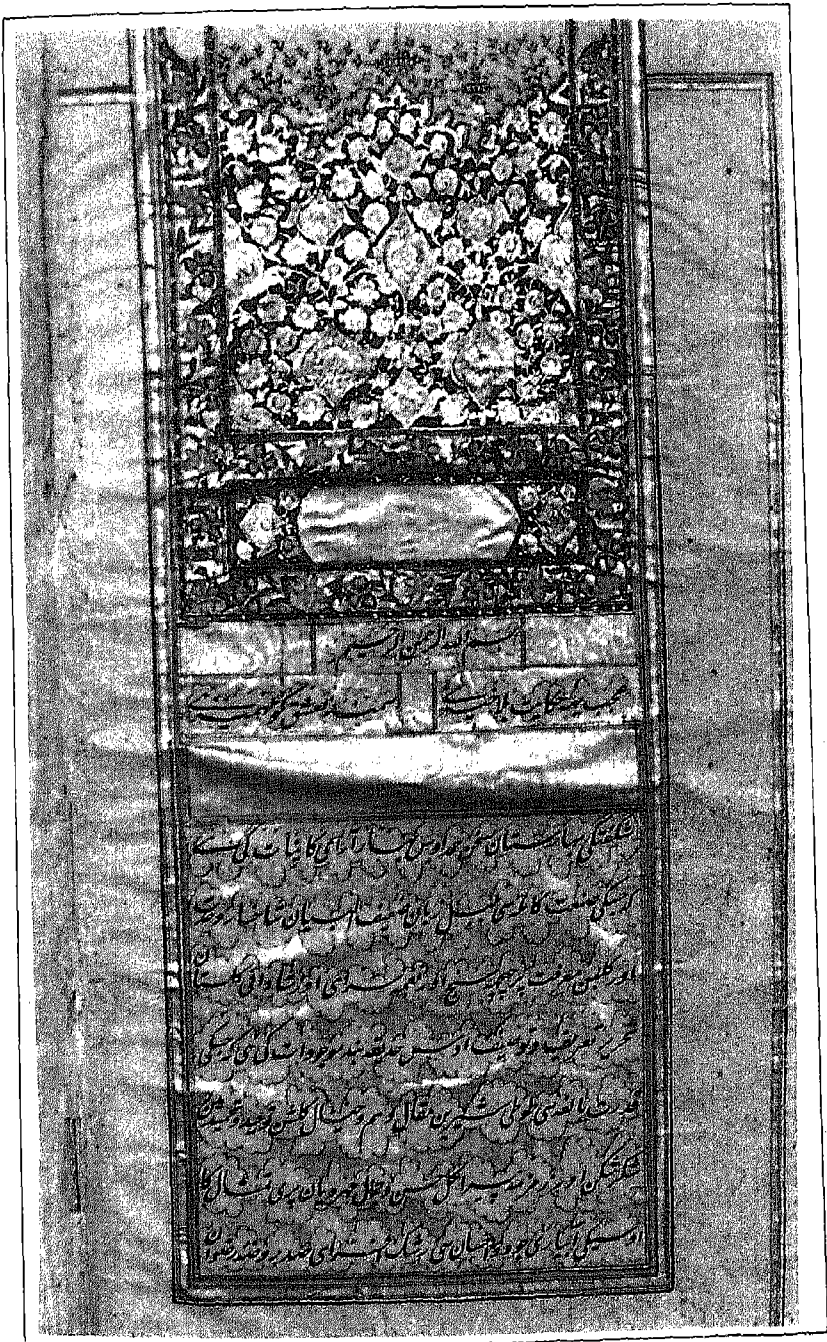
مخطوطه بلبل نغمه سنج (اردو ۔داستان) مصنفه نواب کلب علی خاں نمبر ۲۹۸کا
پہلا ورق بخط الہی بخش

مخطوطہ بلبل نغمہ سنج نمبر ۲۹۸ کا آخری ورق
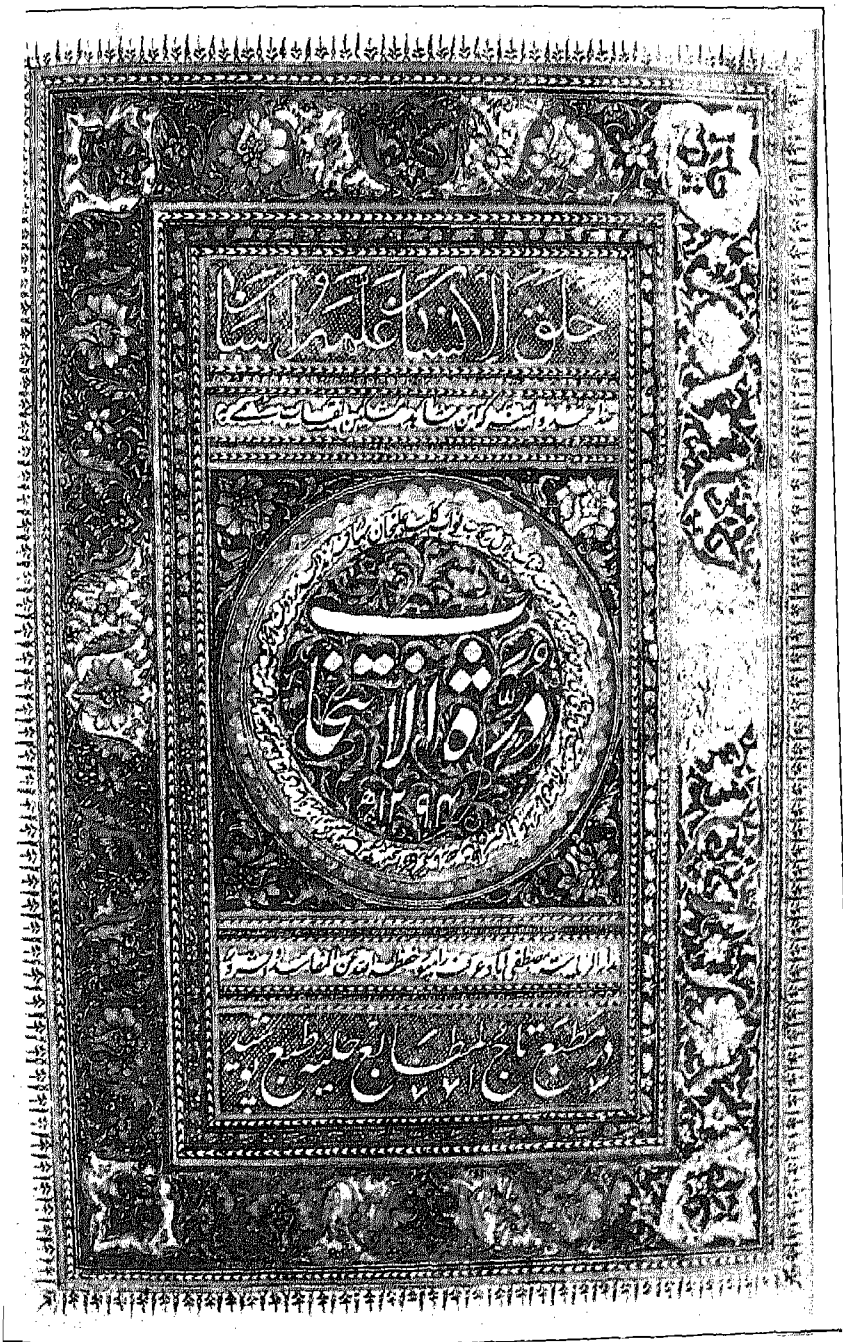
نواب کلب علی خاں کی تصنیف درۃالانتخاب (مطبوعہ) کا رنگین سر ورق

۲۔ درۃ الانتخاب (اردو) = ۱۲۹۴ھ ۔ نواب کلب علی خاں بہادر متخلص بہ نواب ۔ دیوان سوم۔
مطبع تاج المطابع مصطفےٰ آباد عرف رام پور، باقطعات تاریخ منشی مظفر علی اسیر آغا حجو، سید محمد اسمٰعیل حسین منیر، سید ضامن علی جلال، نواب مرزا داغ دہلوی، شیخ امیر اللہ تسلیم کاتب دیوان، صابر حسین صبا (بفارسی) سید کاظم علی برادر خرد سید ضامن علی جلال، شیخ محمد فصیح الزماں خاں صاحب خلف شیخ محمد وحید الزماں مرحوم امیر احمد امیر مینائی، خاتمۃ الطبع در نثر مرجز از امیر احمد مینائی، بخط شیخ امیر اللہ تسلیم خوشنویس ۱۹۴ص، شعبان ۱۲۹۵ھ

۲۱۔ توقیع سخن ۔ سال تالیف ۱۲۹۶ھ ۔ دیوان چہارم، نواب کلب علی خاں بہادر متخلص بہ نواب ۔
اردو غزلیات و متفرقات پر مشتمل ہے ۔ قطعات تاریخ طبع از منشی سید محمد اسمٰعیل حسین منیر، منشی گوبند پرشاد صبا، امیر احمد مینائی و آغا علی نقی غنی و تقریظ از آغا علی نقی غنی۔
مطبع تاج المطابع، مصطفےٰ آباد عرف رام پور، ۱۲۹۷ھ بخط الٰہی بخش، ۹۳ص، سائز ۲۴×۳۳ سم

۲۶۔ مضامین رفیع ۱۳۰۱ھ ۔ دیوان پنجم نواب کلب علی خاں بہادر ۔ ۹۶ غزلوں پر مشتمل ہے۔
مصطفےٰ آباد عرف رام پور، تاج المطابع، ہمراہ باقطعات تاریخ از منشی امیر احمد مینائی، میر ضامن علی جلال، منشی امیر اللہ تسلیم، منشی للتا پرشاد قدر، میر منشی محکمہ عالیہ صدر، تقریظ در صنعت نثر مرجز از آغا علی نقی غنی مہتمم مطبع، ۱۲۰ص، ۱۳۰۱ھ

۲۷۔ بلبل نغمہ سنج (اردو) مصنف نواب کلب علی خاں ۔ اردو داستان، بلبل نغمہ سنج کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء نکلتا ہے ۔ قدیم داستانوں کی مانند ایک طویل داستان، جس میں خیالی باتیں اور حکایتیں اردو فارسی اشعار کی آمیزش کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

آغاز: عجب یہ حکایت بلاخیز ہے ؛ سمند تعشق کو مہمیز ہے
شگفتگی بہارستان سخن حمد اوس بہار آرائے کائنات کی ہے جس کی صنعت کاملہ سے بلبل زبان ضعیف البیان شاخسار وحدت اور گلبن معرفت پر چہچہہ سنج ...»

اختتام: کوئی دنیا میں نہیں دوسرا مجھ سا مایوس ؛ وای بر حال من خستہ دل افسوس افسوس

مذکورہ داستان کے دو مخطوطے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں جن کے نمبر ۲۹۸ و ۲۹۹ ہیں ۔
اول الذکر مخطوطہ نستعلیق میں محمد الٰہی بخش کا مکتوبہ جس پر تاریخ کتابت ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۷۶ھ

درج ہے۔ صفحات ۱۲۱۴۔ سرلوح طلائی و مذہب۔ با تقریظ محمد عثمان خاں۔ دوسرا مخطوطہ ۳۹۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس پر کاتب کا نام یا تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ البتہ خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ دونوں کا آغاز و اختتام یکساں ہے۔

۲۶۔ تاریخ چین وختا (فارسی) مصنف نواب کلب علی خاں۔ سال تصنیف ۱۸۶۲ء۔ مصنف نے اس کتاب کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا۔ اسی وجہ سے حافظ صاحب نے اپنی مرتبہ فہرست میں اس کا نام 'تاریخ سلاطین' درج کیا ہے۔ کیونکہ مصنف نے مختلف ممالک کے شاہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب بغیر مقدمہ اور خاتمہ کے ہے۔ تاریخ جداول میں مرتب کی گئی ہے جداول میں بادشاہوں کا نام، باپ کا نام، مدت سلطنت، سال وفات وغیرہ لکھے گئے ہیں اور ہر بادشاہ کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ سلاطین چین کے ذکر میں خاندان سنگ تک کے حالات شامل ہیں۔ تعداد صفحات ۴۹۵۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۲۷۔ صد پند لقمان: مع رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری معروف خطاط میر علی الکاتب (م ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) کے قلم کا نوشتہ، مورخہ اواسط ذی الحجہ ۹۴۵ھ۔ اس پر جہانگیر، شاہجہاں اور جہاں آرا بیگم کی یادداشتیں نیز امرا و روسا کے دستخط و مہریں موجود ہیں۔ یہ بڑا قیمتی نسخہ ہے مطلاً و مذہب۔ اس مخطوطے کو نواب کلب علی خاں نے ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں بنارس کے کسی شخص سے ایک ہزار روپے میں خریدا تھا۔ — مجلہ دانش اسلام آباد، شمارہ ۴، ۱۴۰۶ھ ص ۲۰۷

مقالہ: رضا لائبریری میں میر علی الکاتب السلطانی کی تحریریں از حکیم محمد حسین خاں شفا

— رضا لائبریری کی علمی وراثت ۱۴ و ۲۷ و ۸۶

۲۸۔ پلٹن: یعنی باقاعدہ پیدلوں کا رسالہ۔ اس میں دس کمپنیاں تھیں جن میں فی کمپنی سو آدمی تھے۔ اُن کا مجموعہ ایک ہزار تھا۔ بشمول ایک بینڈ باجے کے ۔ ۔ ۔ اس پلٹن کے پاس منہ کی طرف سے بھرنے کی سنگین دار بندوقیں تھیں۔

— اخبار الصنادید ۲/ ۱۹۵

۲۹۔ علی غول: یعنی بے قاعدہ رسالہ پیدلوں کا جن میں فی رسالہ سو جوان تھے۔ سات رسالے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ان رسالوں میں سے دو رسالے خاص کہلاتے تھے۔ تقریباً دو سو آدمی تھے۔ یہ لوگ سرکاری

مکانات کے دروازوں پر اور پلنگ کے پہرے پر مقرر تھے۔ ان کے متعلق اور کوئی کام نہ تھا۔ باقی رسالے کچہریات اور تحصیلوں وغیرہ کی خدمات پر مامور تھے۔ یہ بے قاعدہ پیدلوں کا رسالہ تلوار اور توڑے دار بندوق سے مسلح تھا جو ٹوپی دار کی گئی تھیں۔ علی غول کے پاس طنبور باجہ تھا۔

اخبار الصنادید ۲/۱۹۶ــ۱۹۷

۳۰ــ دیوان مہر رام پوری (فارسی) سید مہربان علی بن سید امانت علی رام پوری کے ایک مختصر فارسی دیوان کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا نمبر ۳۸۲۶ ہے۔ سنہ تصنیف ۱۲۹۰ھ ہے۔ بخط مؤلف۔

۳۱ــ ریاض قدرت مصنفہ محمد قدرت حسین ولد محمد بقا خاں خیرآبادی۔ رضا لائبریری میں ریاض قدرت کے نام سے فارسی میں ۵۸ اوراق پر مشتمل ایک مخطوطہ موجود ہے مگر بیاض قدرت نظر نہیں آئی ممکن ہو حافظ صاحب ریاض کی جگہ بیاض لکھ گئے ہوں یا بیاض قدرت کا کوئی نسخہ ان کی نظر سے گزرا ہو۔ ریاض قدرت کا موضوع داستان ہے۔

۳۲ــ شوکت خسروی (فارسی مطبوعہ) مصنفہ محمد صابر حسین صبا سہسوانی۔ ولد محمد احتشام الدین۔ صبا ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ ریاست رام پور میں ملازمت سے منسلک رہے اور ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے بلانے پر رام پور سے بھوپال چلے گئے۔ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں انتقال ہوا۔

شوکت خسروی، نواب کلب علی خاں کی مدح میں سکندر نامہ کے طرز پر کہی گئی۔ سالِ تصنیف ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء۔ یہ مثنوی مطبع انوار محمدی سے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں شائع ہوئی تھی۔

ــ انتخاب یادگار، ۱۹۱

ــ صبح گلشن ، ۲۴۵

۳۳ــ سپہر کاشانی میرزا محمد تقی خاں کاشانی ملقب بہ لسان الملک و متخلص بہ سپہر (۱۲۱۶ھ/۲-۱۸۰۱ء۔ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) محمد شاہ اور ناصر الدین شاہ قاچار کے دربار سے وابستہ تھا۔ اسے محمد شاہ نے ایک تاریخ عام لکھنے پر مامور کیا تھا اور اس نے ناسخ التواریخ کے نام سے گیارہ جلدوں میں فارسی میں یہ تاریخ لکھی جس کے بعد محمد شاہ نے اسے لسان الملک کے خطاب سے سرفراز کیا۔

مصنف کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے میرزا عباس قلی سپہر نے اس کو قاچاریوں کے عہد تک پہنچایا۔ سپہر کاشانی کی علم قافیہ میں "براہین العجم" کے نام سے معروف کتاب ہے جو شائع ہو چکی ہے وہ اعلیٰ درجے کا شاعر تھا۔ قصائد سپہر (فارسی) کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے نمبر ۳۸۴ بخط مؤلف، ۵۰ اوراق۔

حالات کے لیے ملاحظہ کریں؛ عبدالرزاق دنبلی: نگارستان دارا، نگارخانہ سپہر (قلمی)؛ علی تخلص بہ قنا: مدائح معتمدی (قلمی)، ۳۳۷ - ۳۳۶؛ اعتماد السلطنت: المآثر والآثار ۱۸۸ - ۱۸۷؛ رضا قلی ہدایت: مجمع الفصحا ب ۱۸۱-۱۵۶؛

۳۴۔ غذب البیان (فارسی) مصنفہ محمد حسین کھماچی ترک افشار تیرۂ قرقلو (م ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) ولد آقا علی نقی باشندۂ ارومیہ (ایران)۔ یہ کتاب جدید فارسی زبان کے الفاظ و محاورات و اصطلاحات کے بیان سے متعلق ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء ہے۔ یہ کتاب مطبع آگرہ اخبار، آگرہ سے ۱۹۲۴ء میں اورنٹیل کالج رام پور کے سینئر پروفیسر سید محمد نقی شادماں کی تصحیح و مقدمہ اور خواجہ صدیق حسین کے زیر اہتمام ۲۲۴ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ اور ممالک متحدہ کے درجۂ کامل فارسی کے نصاب میں شامل تھی۔ مطبوعہ نسخے کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے ــــ "جدید فارسی لغات کا گنجینہ، نئے محاورات و اصطلاحات کا خزینہ، ایرانی روزمرہ کی کان، فارسی عبارت نویسی کی جان، تمدن کی روح، تہذیب اخلاق و تدبیر منزل و سیاست مدن کی انسائیکلوپیڈیا"ــــ

مصنف کی دیگر تصانیف ہیں 'منشآت محمد حسین (فارسی)' اخبار ماتم (اردو) اور نواب کلب علی خاں کی اردو تصنیف دُرجِ عنبریں کا گیارہ صفحات کا دیباچہ شامل ہیں۔ ان تمام کتابوں کے مخطوطے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں۔

ــ فہرست مخطوطات اردو ۱/۲۳۶ و ۳۶۵-۳۷۵

۳۵۔ مثنوی حسن و عشق (فارسی، مطبوعہ) مصنفہ احمد خاں صوفی۔ یہ مثنوی بیرام خاں کی داستان عشق کے بیان میں ہے جس کی اساس کتاب تاریخ چغتائی ہے۔ سنہ تصنیف ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء۔ نواب کلب علی خاں کی فرمائش پر چھ ماہ کے عرصے میں کہی گئی۔ لیکن یہ ابھی زیر اشاعت

ہی تھی کہ نواب کلب علی خاں کا انتقال ہوگیا۔ یہ اکبرآباد مطبع مفید عام سے ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں ۱۲۸ صفحات میں شائع ہوئی۔

آغاز : ای ز تو روی حسن را غازہ ــــ عشق از تو بلند آوازہ

واضح رہے کہ احمد خاں صوفی نے مثنوی بلقیس وسلیمان کے نام سے فارسی میں ایک اور داستانی مثنوی کہی تھی جس میں بلقیس اور سلیمان کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ مثنوی آگرہ مطبع مفید عام سے ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں ۲۰۹ صفحات میں طبع ہوئی تھی۔

آغاز : الٰہی پردۂ اسرار بکشای ــــ جمال شاہد مقصود بنمای

۳۶ــ دیوان قلاش (فارسی) از عبدالرحمٰن ملقب بہ رند علی شاہ (م یکم محرم ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) ولد جمال الدین خراسانی، شاگرد منصور علی منصور خراسانی۔ نواب کلب علی خاں کے عہد میں رام پور آئے اور قلعہ معلیٰ سے متصل جانب گوشۂ شرق وشمال شاہراہ عام پر واقع مسجد میں اقامت پذیر ہوتے۔ تقریباً پندرہ سال اسی مسجد میں رہے اور انتقال کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ اب بھی یہ مسجد ان ہی نام سے مشہور ہے۔ تمام عمر تجرد اور سیر وسیاحت میں بسر کی۔ بڑے زود گو اور پُرگو شاعر تھے۔ ان کا فارسی دیوان مطبع سرکاری رام پور سے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں خان بہادر سید علی حسن خاں ریونیو ممبر کے زیر اہتمام اور عبداللہ بسمل امرتسری کے دیباچے کے ساتھ شائع ہوچکا ہے جس میں غزلیات و قصائد اور قطعات تاریخی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ ان کے دیوان کا ایک مخطوطہ بھی ۳۸۵۲ نمبر پر بخط نستعلیق، ۱۱۷ اوراق پر مشتمل رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے جو ناقص الطرفین ہے۔ فارسی قصائد کے دو مخطوطے بھی جداگانہ رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ــ انتخاب یادگار، ۳۰۴

ــ مسودہ "دورِ ہم عصر فارسی شعرا۔ قلاش اور منصور" از سید نذر الحسن قادری ص ۵۶ بہ بعد

۳۷ــ گلبن اکبر (فارسی) مصنفہ محمد عثمان خاں قیس والد حافظ غلام شاہ خاں بن شرف الدین خاں رام پوری مدار المہام (مقتول در ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) یہ رسالہ فارسی قواعد کے بارے میں ہے اور شائع ہوچکا ہے۔ اس کا مخطوطہ ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء کا مکتوبہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

مصنف نے بدر چاچ کے قصائد کی شرح بھی دو جلدوں میں لکھی تھی جو شائع ہو چکی ہے۔

—انتخاب یادگار، ۳۱۱ – ۳۱۲

۳۸— **انوار العارفین** (فارسی) مصنفہ حافظ محمد حسین مراد آبادی، یہ چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے مشائخ، اکابر اور بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ شہر مراد آباد میں مدفون بزرگوں کے حالات بھی مصنف نے ضمیمے کے طور پر شامل کتاب کر دیئے ہیں۔ سال تالیف ذیقعدہ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء ہے لیکن مصنف نے سال مذکور کے بعد بھی اس کتاب میں ۱۲۸۸ھ تک اضافات کیے ہیں۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: در بیان کلمہ نفی و اثبات و خطرات و شد و مد وغیرہ۔

باب دوم: در بیان ذکر سرور کائنات و سید موجودات (ص) و خلفائے راشدین و ائمہ اہل بیت مطہرین و دوازدہ امام۔

باب سوم: در بیان اسامی اصحاب صفہ و اویس قرنی و ائمہ اربعہ و چہار پیر و رابعہ بصری۔

باب چہارم: در بیان ذکر بزرگان خانوادہ ہائے مذکور۔

باب پنجم: در بیان بزرگان سر حلقہ خانوادۂ شطاریہ و چشتیہ، بخاریہ و عیدروسیہ و قلندریہ۔

آغاز میں مصنف نے ریاست رام پور کے احوال بھی مختصراً قلم بند کیے ہیں۔

یہ کتاب مطبع صدیقی بریلی سے مولوی محمد منیر کے زیر اہتمام ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں ۵۹۲ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔

۳۹— **گلشن فیوض (فارسی)** مصنفہ مولوی حکیم سید نثار علی بن سید منیر علی بن سید رستم علی۔ آداب قرأت کلام اللہ کے بارے میں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں یہ کتاب تصنیف کی۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں در فن تفسیر موجود ہے۔ درحالیکہ یہ تفسیر سے متعلق نہیں ہے یہ مخطوطہ کا نمبر ۱۴۵ اب اور اوراق کی تعداد ۷۳ ہے۔ اسی مصنف کی ایک اور تصنیف اردو زبان میں ملتی ہے جس کا نام، تواریخ عجیبہ، اور سنہ تصنیف ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء ہے۔ اس کتاب کا مخطوطہ بھی رضا لائبریری میں موجود ہے۔ مذکورہ کتاب میں مولانا جمال الدین، مولانا رستم علی، مولانا منیر علی، مولانا محبوب علی اور مولانا منصور علی کے حالات لکھے گئے ہیں۔ مصنف کا انتقال ۲ ربیع الاول

۱۳۲۰ھ/۸ر جون ۱۹۰۲ء کو ہوا۔

— تذکرۂ کاملان رام پور، ۱۰۴

— فہرست مخطوطات اردو ۱/۳۸۸

— اثاثۂ منصور از سید نذر الحسن قادری، ۱۰۱

۴۰— تاج المدائح فارسی نثر، مصنفہ انوار حسین تسلیم سہسوانی، اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ نمبر ۲۹۷۱، بخط مؤلف، سال تصنیف ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء، تعداد اوراق ۳۷

۴۱— گلدستۂ محامد مصنفہ محمد جعفر خیر آبادی۔ مخطوطے پر یہی عنوان ہے۔ یہ نواب کلب علی خاں کی مدح میں فارسی مسجع نثر کا مجموعہ ہے جو نو "گل" پر مشتمل ہے اور ہر گل میں نواب کی کسی ایک صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔

گل اول : در معرفت　گل دوم : در شریعت　گل سوم : در طلت

گل چہارم : در عظمت　گل پنجم : در سخاوت　گل ششم : در عدالت

گل ہفتم : در شجاعت　گل ہشتم : در اخلاق گزیدہ　گل نہم : در کمال انشا

مخطوطے کا نمبر ۲۹۵۰ ہے جو بخط مؤلف اور ۳۴ اوراق پر مشتمل ہے۔

۴۲— مجموعۂ اخلاق مصنفہ سید کرامت علی ہما بنارسی۔ سنہ تصنیف ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء مسجع فارسی نثر میں مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جن میں نواب کلب علی خاں کے اوصافِ حمیدہ بیان کیے گئے ہیں۔ رضا لائبریری میں جو مخطوطہ ہے اس کی کتابت ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں محمد آباد عرف بنارس کے محلہ جوہٹہ لعل خاں میں ہوئی ہے۔ بخط مؤلف، ۸۵ اوراق، نمبر ۲۹۴۲

۴۳— قصائد ہمایوں مصنفہ سید کرامت علی ہما بنارسی۔ نواب کلب علی خاں کی مدح میں فارسی قصائد کا مجموعہ ہے۔ سنہ تصنیف ۱۲۹۳ھ، اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ نستعلیق، بخط مؤلف، مکتوبہ ۲۱ جمادی الاول ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء، ۱۰۹ اوراق، صفحہ آخر پر "سید کرامت علی ۱۲۷۰" کی ایک مدور مہر بھی ہے۔

آغاز : ایکہ بپای رہروان از رہ تست خارہا

[illegible]

سرورق منظومۂ انور مصنفہ انور امرتسری (مطبوعہ)

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

بیمن دعوات افضلات جناب الہ نسخۂ دلپذیر و خاطرخواہ اعنی

مثنوی توشۂ راہ

۱۲۹۰ه

۱۸۷۴ء

تصنیف منیف فضائل و کمالات دستگاہ مولوی محمد انور شاہ المتخلص بہ انور سلمہ اللہ الاکبر

در مطبع کوہ نور لاہور باہتمام رائے ہرسکھ رائے صاحب طبع شد

سرورق "مثنوی توشۂ راہ" مطبوعہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۴ء مصنفہ: انور امرتسری

۴۴۔ قصیدۂ یکتا (فارسی) مصنفہ سید حید حسین عرف میرز کی متخلص بہ یکتا۔ مخطوطہ پر یہی عنوان درج ہے۔ سنہ تصنیف تقریباً ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۰ء۔ نواب کلب علی خاں کی مدح میں ۱۸۱ اشعار کا ایک مرصع قصیدہ ہے جس کا مخطوطہ بخط نستعلیق نہایت خوشخط اور جدولیں سنہری ہیں، رضا لائبریری میں ۳۸۴۰ نمبر پر موجود ہے جو بخط شاعر اور ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری صفحہ پر شاعر کی ایک مدوّر مہر اور دستخط بھی ثبت ہیں۔

آغاز : شہا کشم چو نالۂ آتش فشاں بلند ــــ برداشتند خیمۂ ہفت آسمان بلند

انجام : از نسبت تو سر بفلک میتوان کشید ــــ من سر بر آستان و ترا آستان بلند

۴۵ــ ترانۂ خیال (فارسی، مطبوعہ) مصنفہ بی بی قمر جان صاحبہ متخلص بہ مشتری تلمیذ منشی سید آغا علی شمس۔ ترانۂ خیال بی مشتری کے فارسی اور اردو کلام کا مجموعہ ہے جس میں فارسی نثر بھی شامل ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء ہے اور ترانۂ خیال اس کا تاریخی نام ہے۔ یہ کتاب مطبع سید عابد علی لکھنؤ سے ۱۵ رجب ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء میں ۷۶ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ بی مشتری کی فارسی نثر کا ایک اور مجموعہ خانۂ خیال ہے جس میں مسجع نثر میں رام پور اور والی ریاست نواب کلب علی خاں اور ان کے فرزند مشتاق علی خاں کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ ۲۰ صفحوں کا یہ رسالہ مطبع حسینی اثنا عشری سے شائع ہو چکا ہے۔ سنہ اشاعت ندارد۔ البتہ سنہ تصنیف ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء ہے۔

۴۶ــــ مثنوی گلشن اقبال (فارسی) مصنفہ محمد شاہ انور امرتسری۔ سنہ تصنیف ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں بخط مؤلف نمبر ۱۷۳۴ پر موجود ہے۔ یہ مثنوی، انور کی ایک اور تصنیف ،منظوم انور، کے ہمراہ مطبع وکیل ہند امرتسر سے صفر ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں نواب کلب علی خاں، مدار المہام محمد عثمان خاں اور نواب ذوالفقار علی خاں کی مدح میں قصائد ہیں۔ علاوہ ازیں قطعات، مسدس، ترجیع بند، ہفت بند، منظوم عرضداشتیں، مثنوی گلشن اقبال، مثنوی توشۂ راہ اور نعت و منقبت وغیرہ شامل ہیں۔ منظوم انور کا یہ مطبوعہ نسخہ مصنف نے منشی سیل چند کی معرفت نواب کلب علی خاں کی خدمت میں ۲۴ مارچ ۱۸۷۷ء کو پیش کیا تھا۔ مطبوعہ نسخے پر مصنف کے دستخط موجود ہیں۔ مثنوی توشۂ راہ (فارسی) بھی جس کا

سنہ تصنیف ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۴ء ہے مطبع کوہِ نور لاہور سے باہتمام رائے سکھ رائے ۱۸۷۴ء میں ۱۸ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ رضا لائبریری میں موجود مطبوعہ نسخے کی ظاہری حالت سے پتا چلتا ہے کہ مصنف نے یہ نسخہ بھی نواب صاحب کو پیش کرنے کے لیے تیار کروایا ہوگا کیونکہ سرورق نہایت خوشخط اور رنگین گل بوٹوں سے مزین ہے۔ انور کی دو اور فارسی تصانیف مے بے غشی نمبر ۴۳۷۲، سال تصنیف ۱۲۹۶ھ اور گنجور حضوری نمبر ۴۳۷۳، سنہ تصنیف ۱۳۰۳ھ کے مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ مصنف نے مثنوی توشۂ راہ میں مختصراً اپنے احوال بھی نظم کیے ہیں جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ بارہ سال کا تھا تو سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ اس کے والد کا نام میر واعظ محمد اسماعیل قادری تھا۔ اس کا خاندان کشمیر کا رہنے والا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد مصنف کو کمسنی ہی میں فکر معاش دامنگیر ہوئی جس کی وجہ سے تحصیل علم سے بھی محروم رہا۔ خواجہ طیب رفیقی نامی ایک بزرگ کے مشورے پر جو مقتدائے شہر تھے، انور پنجاب چلا گیا، وہاں امرتسر میں مقیم ہو جاتا ہے۔ شاعری کو پیشے کے طور پر اختیار کرتا ہے۔ وہ خود کہتا ہے اگرچہ میں سرگشتہ و غمزدہ ہوں لیکن شعر گوئی میں کافی مہارت حاصل کرلی ہے۔ پنجاب سے دہلی، وہاں سے اکبرآباد اور جے پور ہوتا ہوا اجمیر شریف پہنچتا ہے۔ وہاں خواب میں خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ سے اسے رام پور جانے کی بشارت ملتی ہے۔ وہ رام پور آتا ہے۔ لیکن یہاں کسی طور اس کی رسائی نواب کلب علی خاں تک نہیں ہو پاتی۔ ایک شخص سے اسے معلوم ہوا کہ اگر نواب کی خدمت میں باریابی چاہتے ہو تو مولوی عثمان خاں سے ملاقات کرو جو عالم و فاضل اور نیک سیرت ہیں اور نواب کے وزیر و مشیر بھی۔ وہی تمہاری مشکل حل کرا سکتے ہیں۔ مولوی عثمان خاں کے توسط سے وہ دربار میں پہنچتا ہے اور نواب کی مدح کرتا ہے۔ اس کے بعد زمرۂ شعرا میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۷۔ انشائے عظیم (فارسی) مرتبہ محمد عظیم الدین ولد خلیفہ غیاث الدین عزت رام پوری نے اپنے والد کے فارسی مکتوبات، ان کی وفات کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیے۔ سال ترتیب ۱۲۹۱ھ۔ اس کا مخطوطہ بخط مرتب مکتوبہ ۱۲۹۸ھ/۲۱ ستمبر ۱۸۸۰ء، رضا لائبریری میں موجود ہے۔ نمبر ۴۲۹۷، ۱۳۰ اوراق۔

۴۸۔ تفسیر سورۂ یوسف بے نقط : مصنف صاحبزادہ سید علی عباس خاں ابن صاحبزادہ سید علی حسین خاں رام پوری رم تقریباً ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) مصنف نواب علی محمد خاں بہادر کی اولاد میں تھے۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ مولوی حافظ محمد رضا، مولوی ارشاد حسین اور مفتی سعد اللہ سے عربی کتابیں پڑھیں۔ طب میں حکیم ابراہیم خاں لکھنوی سے استفادہ کیا تقریباً ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں حج کے لیے گئے۔ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور حضرت حمزہ کے مزار کے متصل دفن ہوئے۔ تفسیر مذکور، سورۂ یوسف کی مختصر بے نقط تفسیر ہے جسے نواب کلب علی خاں بہادر کے نام معنون کیا گیا ہے۔ اس کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ ایک ۹ر فروری ۱۹۱۶ء کا مکتوبہ، خوشخط نسخ، بہ خط مرزا محمد باقر کشمیری ملازم کتاب خانہ، تعداد صفحات ۹۶۔ اور دوسرا مخطوطہ جو ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ حبیب اللہ خاں رام پوری کا لکھا ہوا مخطوطہ ہے جو عمدہ نسخ میں ہے۔ یہ تفسیر عربی میں ہے۔

—— فہرست کتب عربیہ موجودۂ کتب خانہ ریاست رام پور ۱/۲۶ و ۲/۶۵

۴۹۔ امیر اللغات : ۱۸۸۴ء میں سر آلفرڈ لائل لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ نے نواب کلب علی خاں سے اردو کی ایک جامع لغت کی فرمائش کی۔ نواب صاحب نے امیر مینائی کو حکم دیا۔ انھوں نے فوراً "آنکھ" کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کر دیا۔ یہ نمونہ ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا۔ امیر اللغات کی پہلی جلد جو الف ممدودہ پر مشتمل ہے ۲۴×۳۲ سنٹی میٹر اور ۳۱۷ صفحات میں ۱۸۹۱ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوئی۔ جلد دوم بھی اسی مطبع سے مذکورہ سائز اور ۳۲۵ صفحات میں شائع ہوئی جو الف مقصورہ پر مشتمل ہے۔ جلد دوم میں پہلی جلد کے بارے میں تبصرے بھی شامل کیے گئے ہیں۔

۵۰۔ مفید الشعرا : اردو رسالہ تانیث و تذکیر معروف بہ مفید الشعرا مصنفہ سید ضامن علی جلال لکھنوی۔ یہ رسالہ ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں 'رسالہ کار آمد شعرا' کے نام سے شائع ہوا تھا لیکن چونکہ بہت غلط چھپا تھا اور نواب کلب علی خاں کا نام بھی اس میں نہیں تھا۔ اس لیے جلال نے اس پر نظر ثانی کی اور مفید الشعرا کے نام سے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں مطبع گلزار محمدی سے ۸۰ صفحات میں شائع کیا۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ چند فائدوں اور ۳۷ فصلوں پر مشتمل ہے۔

۵۱۔ رسالہ بسیط (اردو) مصنفہ محسن علی معروف بہ آغا جو صاحب متخلص بہ ہندی۔

سنہ تصنیف ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء، یہ رسالہ تذکیر و تانیث کی تمیز کے بارے میں ہے۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں ۲۶۰ نمبر پر موجود ہے۔ مکتوبہ یکم اکتوبر ۱۸۷۷ء، تعداد اوراق ۲۷۳۔

اس کے علاوہ آغا جو کی دیگر تصانیف میں خورشید نامہ، علوم ادبیہ زبان اردو، ترجمہ شرح وقایہ اور ترجمہ بوستان خیال کے مخطوطے بھی رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

۵۲۔ مولانا فرخی (۴۸-۱۸۴۷ء ــــ ۳۱-۱۹۳۰ء)

مولوی عبدالرحمٰن خاں المخاطب بہ ابوالحمید فرخی دہلی میں پیدا ہوئے۔ غدر کے ہنگامے میں ان کی عمر آٹھ دس سال کی تھی۔ جوان ہوئے تو سیاحت کا شوق دامنگیر ہوا۔ کچھ دن بمبئی میں رہے، پھر بوشہر اور برما کی سیاحت کی۔ بمبئی سے فارسی کا ایک اخبار بھی نکالا۔ نواب کلب علی خاں کے عہد میں ایک بار رام پور آ کر واپس چلے گئے، پھر تقریباً ۱۸۸۴ء میں رام پور آئے اور نواب کے مصاحبین میں شامل ہوئے۔ نواب کے انتقال کے بعد مدرسۂ عالیہ میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور اس کے بعد نواب حامد علی خاں کے استاد ہوئے۔ حامد علی خاں کے سفر یورپ و امریکہ میں ان کے ساتھ تھے اور 'مسیر حامدی' کے نام سے اردو میں حامد علی خاں کا سفر نامہ دو حصوں میں مرتب کیا جو مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔ وہ دیگر چند کتابوں کے مصنف اور شاعر تھے۔ ترجمۂ سفر نامہ شاہ ایران جلد اول بھی ۹۴۳ صفحات میں ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء میں مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سے شائع کیا۔ " ان کی تحریر کردہ ایک تقریظ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۰ء مشمولہ 'کشف المعضلات فی حل المعمیات' از شاداں بلگرامی ص ۱۰۱-۱۰۲ میں انھیں مصنف شرح سفر نامۂ ایران بھی بتایا گیا ہے" (مقالہ: نواب حامد علی خاں کا سفر جاپان از ڈاکٹر معین الدین عقیل، غیر مطبوعہ)

کتاب لسا چین لغت (کذا) باوجود تلاش بسیار دستیاب نہ ہو سکی۔ اس لیے نہ تو کتاب کا صحیح عنوان اور نہ ہی موضوع واضح ہو سکا۔

ــــ تذکرہ کاملان رام پور، ۳۱۶

۵۳۔ افادۂ تاریخ (اردو، مطبوعہ) مصنفہ ضامن علی جلال لکھنوی یہ رسالہ قواعد تاریخ گوئی اور شرح اقسام تاریخ کے بارے میں ہے۔ جو ایک مقدمہ، تین ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔
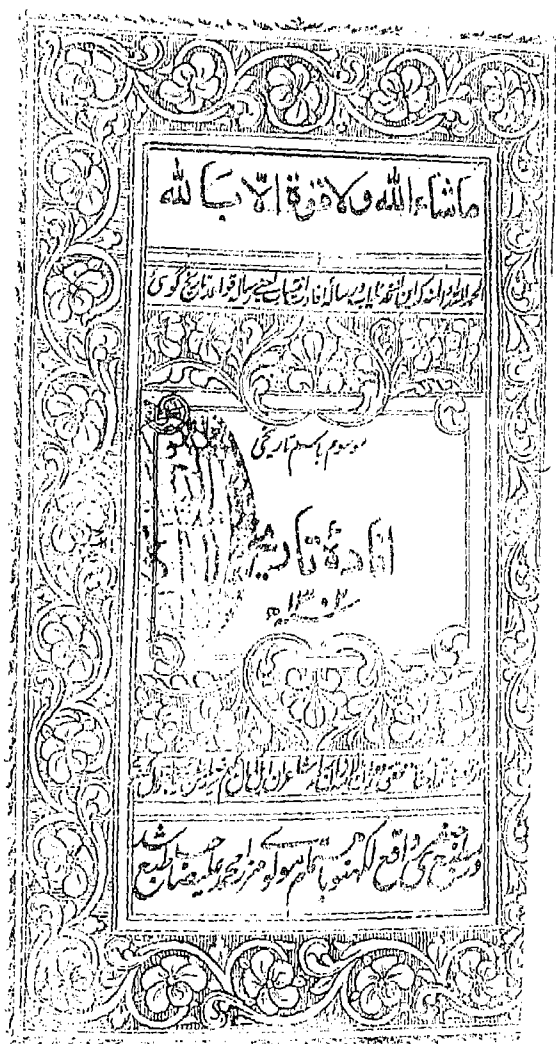
افادۂ تاریخ۔ مصنفہ: سید ضامن جلال لکھنوی (مطبوعہ) کا سرورق

مادۂ التاریخ (۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء) سے رسالے کا آغاز سال تالیف اور افادۂ تاریخ (۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) سے ختم تالیف کے سال برآمد ہوتے ہیں۔ رسالے کا اصل عنوان 'رسالۂ قواعد تاریخ گوئی موسوم بہ تاریخی افادۂ تاریخ' ہے۔ یہ مطبع جعفری لکھنو سے ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں مولوی مرزا محمد علی کے زیر اہتمام ۳۶ صفحات میں شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ دوسری بار نگار رام پور جولائی ۱۹۶۳ء کے تاریخ نمبر میں مہدی علی خاں کی تالیف تاریخ لطیف کے مقدمے کے طور پر شائع ہوا تھا۔

۵۴۔ شرح الحاشیۃ الزاہدیہ (عربی، مطبوعہ) مصنفہ مولانا عبدالحق خیرآبادی۔ کتاب کا پورا نام "شرح الحاشیۃ الزاہدیہ علی الامور العامۃ من شرح المواقف" ہے۔ یہ کتاب مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء میں طبع ہوئی تھی۔

۵۵۔ دستور العمل خریدنیشکر (فارسی) مصنفہ میر عوض علی عدیل ملیح آبادی۔ سنہ تصنیف ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء۔ اس کا مخطوطہ ۱۰ اوراق پر مشتمل ہے اور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ نمبر ۱۸۰۸ ی

۵۶۔ ترجمہ شرح وقایہ : مترجم محسن علی ابن محمد علی ابن وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ متخلص ہندی بہ آغا حجو (م ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح وقایہ مولفہ تاج القضاۃ عبید اللہ بن مسعود بن محمود ... معروف بہ صدر الشریعۃ الاصغر (م ۷۴۷ھ/۴۷-۱۳۴۶ء) کا سلیس و رواں اردو ترجمہ ہے۔ کتاب نواب کلب علی خاں کے نام معنون ہے۔ مخطوطہ بخط مترجم رضا لائبریری میں موجود ہے۔ آغا حجو دربار رام پور سے منسلک تھے۔

___ فہرست مخطوطات اردو ۱/ ۱۱۳-۱۱۴

۵۷۔ نصیحۃ المریدین فی آداب المرشدین (اردو، مطبوعہ) ایک مختصر رسالہ۔ مصنفہ محمد عبدالمجید ابن حافظ محمد عبدالحکیم لکھنوی فرنگی محلی۔ موضوع تصوف۔ مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۱۵ صفحات میں شائع ہوا تھا۔ تاریخ اشاعت ندارد۔ فن سلوک ۱۲۳ نمبر رضا لائبریری میں جو مطبوعہ نسخہ موجود ہے اس کے شروع میں مصنف نے تین صفحات کا دیباچہ عربی میں اپنے قلم سے لکھ کر پیوست کیا ہے جس میں رسالے کو نواب کلب علی خاں کے نام معنون کیا گیا ہے۔

۵۸۔ مخزن المعانی ترجمۂ زبان افغانی (اردو، مطبوعہ) مترجم سید مشتاق احمد ابن سید جمال شاہ رام پوری۔ مولانا امام الدین عرف آخون درویزہ اور ان کے صاحبزادے مولانا کریم داد کی دو پشتو تالیفات کا اردو ترجمہ ہے جسے مترجم نے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں مکمل کیا۔ رسالہ تصوف کے موضوع سے متعلق ہے۔ علاوہ ازیں اس رسالے کے ہمراہ چند دیگر رسالے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ مخزن المعانی مطبع خورشید ہند مراد آباد سے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء شائع ہوئی تھی۔

۵۹۔ سرچشمۂ رحمت (اردو، مطبوعہ) مصنفہ حسیب الدین احمد سوزاں ابن خواجہ معین الدین انصاری۔ تاریخ تصنیف روز جمعہ، وقت صبح ۱۰ محرم ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء۔ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے جس میں اصطلاحات صوفیہ کی تشریح اقوالِ مشائخ سے کی گئی ہے۔ معاصرین غالب میں سے ہیں، غالب کی وفات پر انھوں نے یہ شعر کہا تھا :

غالب سے کام تھا سو وہ سوزاں گذر گئے　　دہلی میں اب جناب کا کیا کام رہ گیا

اس سے قبل فن کیمیا میں رسالہ تاثیر القلوب اور فن قافیہ میں گنج شائگاں نامی رسالہ تالیف و تصنیف کر چکے تھے۔ سرچشمۂ رحمت ایک مقدمہ اور چند فائدوں پر مشتمل ہے۔ محمد عبد المجید ابن حافظ محمد اسد علی فاروقی دہلوی نے سرچشمۂ رحمت کی صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح کشف المحجوب وغیرہ کی مدد سے کی اور اسے کتاب کا تکملہ بتایا ہے۔ یہ کتاب نواب کلب علی خاں کی مدد سے مطبع مرتضوی سے غالباً ۱۲۹۵ھ میں حافظ عزیز الدین کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ کتاب کا ایک نہایت خوشنما نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ قیاس ہے کہ یہ نسخہ نواب صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا ہوگا۔

۶۰۔ ترجمۂ بوستانِ خیال (اردو) مترجم محسن علی معروف بہ آغا جو صاحب بقول مولانا عرشی: "بوستانِ خیال جیسی کتاب کے سات جلدوں کے مترجم ہیں" فہرست مخطوطاتِ اردو/۱۳ دفتر پنجم کا مخطوطہ بخط مصنف رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا کال نمبر ۳۱۱ ہے اور یہ ۹۹ اوراق پر مشتمل ہے۔

۶۱۔ فسانۂ عشق (اردو) مصنفہ سید عابد علی، موضوع داستان، سنہ تصنیف ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء و نظر ثانی در ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء کال نمبر ۲۹۶، تعداد اوراق ۴۱، مخطوطہ رضا لائبریری

میں موجود ہے۔

۶۲۔ گلستانِ مسرت (اردو، داستان) مصنفہ امیر خاں بین کار (م ۱۲۹۷ھ/۱۳ اگست ۱۸۸۰ء) نواب کلب علی خاں کے دربار سے وابستہ تھے۔ نواب کے ہمراہ ۱۸۷۲ء میں حج کو بھی گئے۔ گلستانِ مسرت کا موضوع داستان ہے۔ اس کا مخطوطہ مولوی جعفر علی کا مکتوبہ مورخہ ۱۸۸۱ء، ۲۳۹ اوراق پر مشتمل ہے۔ امیر خاں بین کار کی اردو داستان میں ایک اور تصنیف بھی ہے جس کے اوراق کی تعداد ۵۳۱ ہے۔ دونوں مخطوطے کے نمبر بالترتیب ۳۹۴ و ۳۹۵ ہیں اور رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

__ شرح حال کے لیے ملاحظہ کریں: حاشیہ مسدس بے نظیر ص ۷۹

۶۳۔ بحر الفصاحت (اردو) مصنفہ نجم الغنی خاں مصنف اخبار الصنادید: علم معانی، بیان، بدیع اور عروض و قافیہ کے بیان میں۔ اس کتاب کا تاریخی نام 'مقاصد البلغا'، (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) ہے۔ مصنف نے یہ کتاب اودے پور کے قیام کے دوران تالیف کی تھی۔ کتاب ایک صدف اور چار جزیروں پر مشتمل ہے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن مطبع احمدی رام پور ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں اور نظر ثانی کے بعد دوسرا ایڈیشن مطبع منشی نولکشور سے ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ دوسرے ایڈیشن پر باراول بھی درج ہے۔

۶۴۔ سنبلستانِ خیال: مصنفہ امیر اللہ تسلیم۔ یہ مثنوی ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اردو میں مثنوی سحر البیان کے طرز پر تصنیف ہوئی۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ یہ مطلا و مذہب مخطوطہ تقریباً دو ہزار چار سو نوے اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں یمن کے شہزادے اور اس کی محبوبہ کی داستانِ عشق نظم کی گئی ہے۔

__ امیر اللہ تسلیم حیات و شاعری، ۱۴۶

۶۵۔ مثنوی فریادِ داغ: یہ مرزا نواب داغ دہلوی کی معروف مثنوی ہے جس کے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ جن میں چند یہ ہیں:

- اشاعت اول ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء
- مراد آباد، مطبع منشی امجد علی مالک اخبار نیر اعظم، ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۵ء، ۵۶ ص، بار سوم؛ اس

ایڈیشن پر حافظ احمد علی شوق رام پوری کی تقریظ بھی ہے۔

● با مقدمۂ تمکین کاظمی، حیدر آباد، رفیق مشین پریس، ناشر کمرشیل بکڈپو، ۱۹۵۶ء، ۱۴۴ص، بار اول

● با مقدمۂ تمکین کاظمی، لاہور، اشرف پریس، ناشر آئینۂ ادب، ۱۹۵۷ء، ۱۲۶ص

واضح رہے کہ اس مثنوی کا مخطوطہ بخط مرزا داغ، رضا لائبریری میں موجود ہے۔

آغاز نسخۂ مطبوعہ: حمد ہے عشق آفریں کے لئے ؎ نعت ہے ختم مرسلیں کے لئے

اختتام : ورنہ اس کا خیال بھی نہ رہے ؎ اب ہے جیسا یہ حال بھی نہ رہے

۶۶ــــ قصیدۂ مدحیۂ تسلیم : یہ قصیدہ نواب کلب علی خاں کی مدح میں ۱۵۱ اشعار پر مشتمل ہے جو بخط تسلیم اور مطلا ہے۔ اس کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

۶۷ــــ تہنیت نامہ میلہ بے نظیر (اردو، مطبوعہ) مصنفہ میر یار علی متخلص بہ جان صاحب ریختی گو ابن میر امن شاگرد نواب عاشور علی خاں لکھنوی۔ ۱۸۱۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مشاعروں میں زنانہ لباس میں شریک ہوتے تھے اور بڑے ناز و ادا کے ساتھ اپنا کلام سناتے تھے۔ ان کا دیوان پہلی بار ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا۔ دہلی و بھوپال کے بعد بہ عہد نواب کلب علی خاں رام پور آگئے جہاں درباری شعرا میں شامل ہو گئے۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں رام پور میں انتقال ہوا۔ مسدس بے نظیر ۱۰۳ بند پر مشتمل مسدس ہے۔ کلب علی خاں کے عہد میں ایک سالانہ میلہ مارچ ۱۸۸۶ء میں قائم کیا گیا موجودہ شہر سے تقریباً ۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے جو بے نظیر کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں 'قدم شریف' کے نام سے ایک خوب صورت عمارت بھی ہے جو بقول مؤلف اخبار الصنادید ۲/۱۳۹، ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں اور بقول منیر شکوہ آبادی ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں تعمیر ہوئی جہاں حضرت رسول اکرم (ص) کا نقش قدم مبارک زیارت عامہ کے لیے نصب کیا گیا۔ اس میلے کی تعریف و توصیف کئی شعرا نے بیان کی ہے۔ غالب کو بھی اس میلے میں شرکت کا اشتیاق تھا مگر اپنی پیرانہ سالی اور کہولت کے باعث شرکت نہ کر سکے۔ جان صاحب نے ریختی میں اس مسدس کو محمد علی خاں اثر رام پوری نے اپنے عالمانہ اور محققانہ مقدمے اور حواشی کے ساتھ مطبع اسٹیٹ پریس رام پور سے شائع کر دیا ہے۔

ــــ رجوع کریں: مسدس تہنیت جشن بے نظیر

مسدس بے نظیر مصنفہ جان صاحب کے مخطوطے کا ایک ورق   رضا لائبریری رام پور

کوٹھی بے نظیر
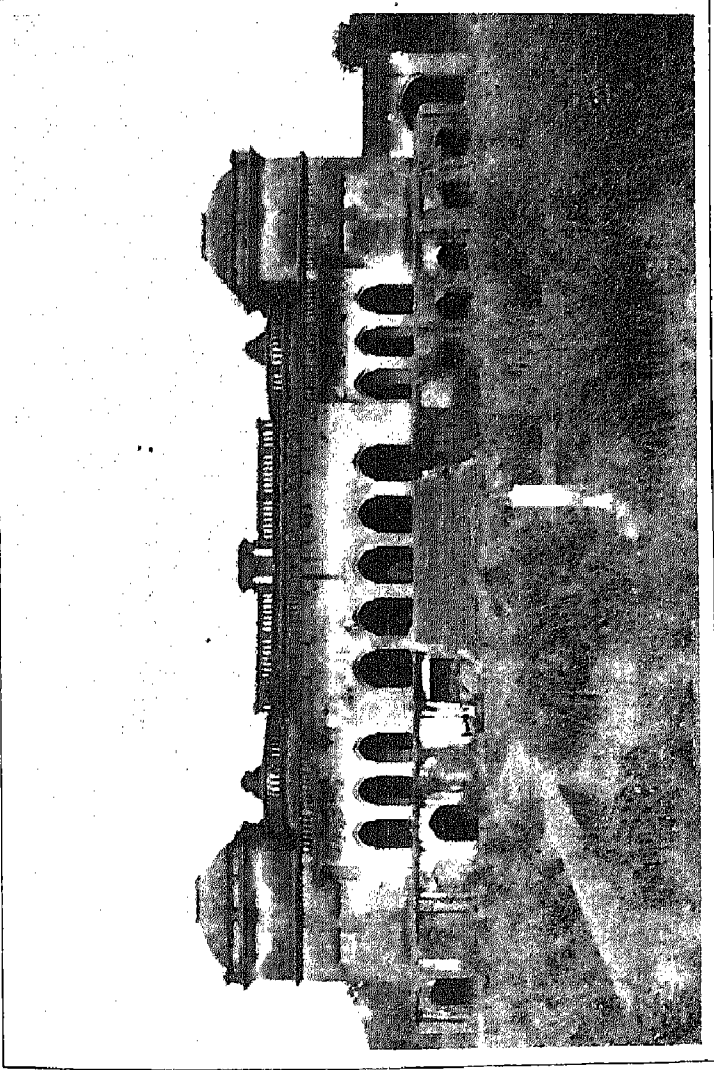
۶۸۔ تاریخ بدیع : مصنفہ امیر اللہ تسلیم۔ اردو میں یہ مثنوی ریاست رام پور کی تاریخ ہے جو نواب علی محمد خاں سے شروع ہو کر نواب کلب علی خاں کے عہد پر تمام ہوتی ہے۔ کتاب کا نام تاریخی ہے اس سے ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء برآمد ہوتے ہیں۔ یہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں مطبع حسنی رام پور سے ۲۵۴ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسری بار ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء میں افتخار عالم پریس رام پور سے چھپی۔ ــــ امیر اللہ تسلیم حیات و شاعری، ۱۴۷ ــ ۱۴۸

۶۹۔ تاریخ رام پور (اردو، مطبوعہ) مصنفہ بلاقی داس۔ کتاب کا اصل عنوان 'دارالریاست مصطفےٰ آباد عرف رام پور' ہے۔ جس میں ریاست کے دس روسا یعنی نواب علی محمد خاں سے نواب کلب علی خاں کے ادوار پر نہایت مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب میں نواب فیض اللہ خاں نواب محمد علی خاں، نواب غلام محمد خاں، نواب احمد علی خاں، نواب نصر اللہ خاں، نواب محمد سعید خاں، نواب یوسف علی خاں اور نواب کلب علی خاں کی تصاویر بھی علیحدہ سے چسپاں کی گئی ہیں۔

۷۰۔ غزا نامۂ مسعود (تاریخ سید سالار مسعود غازی ۴۰۵ ــ ۴۲۴ھ) مع خلاصۂ حملات سلطان محمود غزنوی و حالات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : عنایت حسین بن شیخ غلام عباس

یہ کتاب دراصل مرأت مسعودی مصنفہ عبدالرحمان علوی چشتی (م ۱۰۹۴ھ) کا اردو ترجمہ ہے جسے عنایت حسین نے مولوی محمد یعقوب انصاری مہتمم اخبار کارنامہ کی فرمائش پر اردو میں منتقل کیا۔ عنایت حسین نے یہ ترجمہ ذی قعد ۱۲۸۳ھ میں سنڈیلہ میں شروع کیا اور ربیع الاول ۱۲۸۴ھ میں مکمل کیا۔ غزا نامۂ مسعود، تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتا ہے۔

مترجم قنوج کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں بلگرام میں آ کر مقیم ہو گئے۔ ان کے والد غلام عباس کا انتقال ۱۰ شعبان شب دوشنبہ ۱۲۸۱ھ میں بلگرام میں ہی ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کا شمار شجرۂ طیبہ نقشبندیہ میں ہوتا ہے۔ عنایت حسین نے سات برس کی عمر سے اپنے خالو منشی محمد ظہیر الدین بن منشی محمد مسعود بلگرامی کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ دس برس کی عمر میں شاہ نصیر الدین حیدر کے عہد حکومت میں ۱۳ محرم ۱۲۵۳ھ کو لکھنؤ آئے۔ واجد علی شاہ کے دور میں وقائع نویسی کے عہدے پر مامور کیے گئے۔ غدر کے زمانے میں لکھنؤ کو خیرباد کہا اور سنڈیلہ

آگئے جہاں کتاب مذکور کا ترجمہ کیا۔

غزا نامۂ مسعودی میں نواب کلب علی خاں بہادر کی شان میں دو قصیدے بھی ہیں ایک بحر متقارب میں اور دوسرا بحر رمل میں۔ دونوں قصیدوں کا امتیاز یہ ہے کہ دونوں کا قافیہ ایک ہے مگر دو مختلف بحروں میں کہے گئے ہیں اور مصرعے کے اعداد کو جمع کر کے پورے قصیدے کے مجموعی اعداد سے ہجری، عیسوی اور فصلی میں نواب کلب علی خاں کی مسند نشینی کی تاریخ حاصل کی ہے۔

یہ کتاب مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۸۷ھ میں ۴۸ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔

۷۱۔ ذکر ملاقات جناب نواب ... کتاب کا اصل عنوان "ذکر ملاقات جناب نواب کلب علی خاں بہادر والی رام پور با شاہزادہ ڈیوک آف اڈن برا بہادر بہ مقام دربار آگرہ" یہ ملاقات ۲۲ جنوری ۱۸۷۰ء اور ۲۵ جنوری ۱۸۷۰ء کو آگرہ میں تاج گنج کے مقام پر ہوئی۔ جس کی تفصیلی روداد اودھ اخبار مورخہ ۸ فروری ۱۸۷۰ء کے شمارے میں ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی تھی۔ یہ اخبار مطبع منشی نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔ نواب صاحب ۱۱ جنوری ۱۸۷۰ کو رام پور سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ۲۸ جنوری ۱۸۷۰ء کو رام پور واپس پہنچے تھے۔

۷۲۔ مستغنی التواریخ (اردو) مصنفہ علی نقی معروف بہ آغا غنی ابن مرزا معین حیدر متخلص بہ غمیںؔ۔ آغا غنی بڑی ذہانت و ذکاوت کے مالک تھے۔ شاعری میں منیر شکوہ آبادی کے شاگرد اور غنی تخلص کرتے تھے۔ رام پور میں اخبار تاج الاخبار کی ایڈیٹری کے ساتھ کئی عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا۔ کتاب مذکور رام پور کی تاریخ ہے سنہ تصنیف بعد از ۱۸۸۴ء۔ کتاب کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ مولانا عرشی نے فہرست مخطوطات اردو ۱/۲۶۵ پر کتاب کے ابواب کی مکمل فہرست درج کر دی ہے۔

— انتخاب یادگار، ۲۷۴—۲۸۰

— حاشیہ مسدس بے نظیر، ۴۷

۷۳— ابرِ کرم (مثنوی) مصنفہ امیر مینائی: اس کا پہلا ایڈیشن مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۸۹ء میں شائع ہوا تھا۔ لیکن کارپرداز مطبع نے اس میں دخل و تصرف کر دیا۔ اس لیے اس کا

مخطوطہ مدھو مالتی ـــــــــ رضا لائبریری رام پور

دوسرا ایڈیشن مصنف کے اصل نسخہ کے مطابق مطبع تاج المطابع دارالریاست مصطفےٰ آباد عرف رام پور سے ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں ۵۲ صفحات میں شائع کیا گیا جس کے آخر میں مطبع نظامی والے ایڈیشن میں دخل و تصرف کیے جانے کا ایک اعلان بھی شامل ہے۔ مثنوی ابرِکرم کے نظامی پریس کان پور کے مطبوعہ نسخے سے متعلق وصی احمد بلگرامی کی ایک یادداشت خدابخش جرنل شمارہ ۸۴ــ ۸۶ (۱۹۹۳ء) ص ۲۴۱ــ ۲۴۸، شائع ہوئی ہے جس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

آغازِ نسخۂ مطبوعہ : کروں لب آشنا حمدِ خدا سے ؛ جو لوں تعلیم پہلے مصطفےٰ سے

اختتام : کچھ ایسی یہ کڑی منزل نہیں ہے ؛ مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

۷۴ــ اختراع جدید : عوض علی عدیل ص ۲۰۳

۷۵ــ عالم علی مرادآبادی (م ۲۰ رمضان ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) ابن سید کفایت علی ساکن قصبہ نگینہ ضلع بجنور مقیم مرادآباد۔ عالم متبحر، حافظ، محدث، طبیب اور قاری تھے۔ نہایت متورع اور زاہد تھے۔ مرادآباد میں مدفون ہیں۔ ان کی تصانیف میں : رسالہ ولا الضالین (مطبوعہ مطبع مجتبائی) حاشیہ بر رسالہ تحقیق الضاد مؤلفہ محمد شاہ پنجابی (مطبوعہ)، رسالہ فضائلِ صیام، فضائلِ رسول مقبول، رسالہ تعدد جمعہ، شرح ضابطہ و شرح تہذیب یزدی وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ الحجۃ البالغہ کا نام ان کی تصانیف میں نظر سے نہیں گزرا۔

ــ تذکرہ کاملانِ رام پور، ۱۸۸ــ ۱۸۹

ــ تذکرۂ علمائے ہند (اردو ترجمہ)،

۷۶ــ قانون سرسری دستور العمل (اردو، مطبوعہ) اصل نام کتاب عدیم المثل مسمی بہ دستور العمل ہے جو نواب رام پور کے حکم سے ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں فتح محمد خاں کے زیرِ اہتمام مطبع حسنی سے ۱۰۸ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔ کتاب میں ۱۲۶ دفعات کا بیان ہے۔

۷۷ــ انتخاب یادگار : تالیف منشی امیر احمد امیر مینائی (م ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) اس تذکرے میں والیانِ ریاست رام پور کے حالات و نمونۂ کلام کے علاوہ دربار رام پور سے وابستہ اور اس ریاست کے دیگر شعرا کے احوال نیز کلام کا انتخاب شامل ہے۔ کتاب کا سال تالیف ۱۲۹۰ھ/

۶۱۷۷۳ ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن تاج المطابع رام پور سے ۱۲۹۷ھ میں ۱۶۸ + ۴۰۶ صفحات میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۸۲ء میں اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنؤ نے اسی ایڈیشن کی عکسی اشاعت کا اہتمام کیا۔

○

نواب صاحب سلام

میں خیر کا طالب ہوں ہے آج کار منظور نہیں۔
مرمت کی کیا صورت ہوئی اس بارش میں بہ مشکل سے
لا حجاب کل سے وارد ہیں اور آپ کی مشتاق تھا
اون کا مکان گرا جاتا ہے بچگی اوسکی مرمت
مدد ہی سے یہاں تو کہیں ٹھکانا نہیں زیادہ نیاز

فصیح الملک داغ دہلوی

۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۱
یکشنبہ

عکس تحریر داغ دہلوی
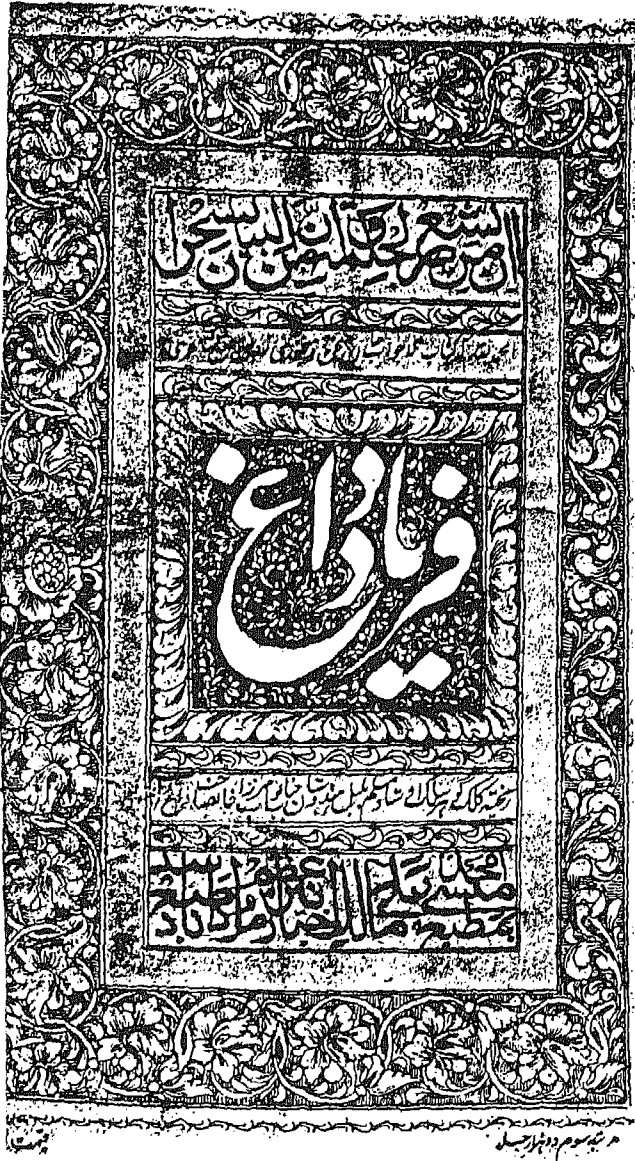
مثنوی فریادِ داغ" (مطبوعہ) مرزا داغ دہلوی کا سرورق

مخطوطہ رامائن مصور (فارسی) کا پہلا ورق نمبر ۳

مخطوطہ رامائن مصور (فارسی) کا دوسرا ورق نمبر ۳

کتب خانہ

عہد نواب محمد مشتاق علی خاں

نواب مشتاق علی خاں صاحب، عرش آشیاں

کتب خانہ

عالی جناب ہلال رکاب نواب محمد مشتاق علی خاںؒ صاحب بہادر عرش آشیاں

برد اللہ مضجعہ۔

سخاوت اور شجاعت دو باہم متضاد چیزیں ہیں مگر نواب عرش آشیاں میں دونوں صفتیں جمع تھیں۔ سخاوت کا یہ عالم کہ جس نے جو مانگا کبھی انکار(نہ) کیا بلکہ اس سے زیادہ دیا۔ شجاعت ایسی کہ مشکل سے مشکل خطرہ کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ علوم وفنون سے بھی زیادہ رغبت تھی۔ ایام ولی عہدی میں بہت سے صاحب کمال آپ کی جیب خاص سے وظیفے پاتے تھے۔ اکثر شعروشاعری کا چرچا رہتا تھا۔ فنون سپہ گری کی طرف بھی میلان خاطر بہت تھا۔ چورنگ کاٹ، بندوق کے نشانے خوب لگاتے تھے۔ ولی عہدی میں تین سو کتابیں خاص اپنے خزانہ سے خرید فرمائیں۔ اور ان کی نگہداشت کا بھی سخت اہتمام تھا۔ ہر وقت مسند کے قریب کتابیں رکھی رہتی تھیں۔ صنعت وحرفت کی ترقی کا بہت ہی خیال تھا۔ ولایت کے نمونوں کے موافق ریاست کے کاریگروں سے بندوقیں بنوائیں اور ان کو بہت کچھ انعام دے کر حوصلہ بڑھایا۔ چینی کے ظروف یہاں کے یورپ تک مشہور رہے۔ اس کام کو بہت ترقی دی۔

ریاست کے خزانۂ عامرہ سے ہمیشہ سے غربا، مساکین، علما، درویش اور حجاج کی امداد ہوتی تھی۔ نواب عرش آشیاں نے اپنی جوادی سے پردہ نشین اور معذور غربا کے لیے نومبر ۱۸۸۷ء سے فی کس دو روپے ماہانہ وظیفہ جاری فرمادیا۔ تحقیقات سے جن کی معذوری اور افلاس ثابت ہوتا تھا ان کے لیے وظیفہ مقرر ہوجاتا

تھا۔ سمت ۱۸۸۸ء میں ایک وسیع محتاج خانہ بنوایا اور اُس میں معذور، اندھے، لولے لنگڑے، غربا اور یتیم بچے رکھے گئے۔ کپڑا اور کھانا، اوڑھنا بچھونا، حکیم، ڈاکٹر سب مقرر فرمائے اور ہزارہا بندگانِ خدا کو دریوزہ گری سے نجات دلائی۔ یہ محتاج خانہ اب اور زیادہ اہتمام سے قائم ہے۔

مساجد اور بزرگان دین کی زیارات کی مرمت کا بھی بے حد خیال تھا۔ موضع پسیہ پورہ میں میاں نجیم شاہ ایک بزرگ کا مزار ہے وہاں دو ایک بار تشریف بھی لے گئے اور زیارت (گاہ) کی خوب مرمت کرائی۔ تمام شہر کی زیارات اور مساجد کی مرمت کے واسطے علما اور بزرگان دین کی ایک کمیٹی قائم فرما کر ان کو اختیارات دیئے کہ بیس روپے تک کی مرمت کمیٹی باختیار خود کرا دے۔ زیادہ کے لیے اجلاس حضور سے منظوری حاصل کر لے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ (کے) مزار کی بہت کوشش سے مرمت کرائی اور اُس پر طلائی کام ہزاروں روپے کی لاگت سے بنوایا۔

۱۱ر دسمبر ۱۸۸۵ء کو فوج کے قواعد ملاحظہ فرما کر کل فوج کا ایک ایک روپیہ اضافہ فرما دیا۔ رام پور کے کھیس کلکتہ اور ولایت کی نمائشوں میں انعام حاصل کر چکے ہیں۔ اس صنعت کی ترقی کے واسطے سرکاری عمارت بلا کرایہ جولاہوں کو عطا کی اور دس ہزار روپیہ عطا فرمائے تاکہ وہ اس سرمایہ سے کام کو ترقی دیں۔

مسند نشینی کے وقت ایّام ولی عہدی کی خرید کردہ کتابیں آپ کے پاس تین سو تیئس[۳۲۳] تھیں وہ کتب (خزانہ[۱]) عامرہ میں داخل ہوئیں اور جون ۱۸۸۷ء سے مسند نشینی کے دو ماہ بعد آپ نے کتب خانہ کا عملہ علیحدہ مقرر فرما کر بخشی عبدالرحیم خاں کو ساٹھ روپے ماہانہ پر منصرم کتب خانہ مقرر فرمایا۔

دو رجسٹرار، مولوی مہدی علی خاں بطور تحویلدار، نو خوشنویس، دو نسخ خط کے خوشنویس اور طلا ساز، چار جلد بند اور چار ورق گردان مقرر فرمائے اور کتب خانہ کے ملازموں کی برآورد تنخواہ علیحدہ تیار ہونے لگی۔ کتب خانہ کے لیے بڑے اہتمام

---

[۱] اصل نسخہ میں "خانہ" تھا۔

سے موجودہ عمارت کا آپ نے نقشہ تیار کراکر تعمیر عمارت کو جاری فرمایا مگر عمارت پوری نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے رحلت فرمائی۔

آپ کا زمانۂ حکومت کچھ کم دو سال ہے۔ مگر رفاہ عام کے سیکڑوں کام جاری فرمائے اور بہبود رعایا کا بے حد خیال تھا۔

آپ کے عہد میں بھی خرید کتب کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ذیل کے نقشہ سے مع خرید کتب سالانہ مصارف کی تعداد معلوم ہوگی۔

سنہ	تعداد مصارف	
۸۷ء ۱۸۸۶ء	للعہ لعمار (۴۹۸۲ روپیہ ۲ پیسے)	
۸۹ء ۱۸۸۹ء	ا لعمار ۹ (۱۱۹۰۲ روپیہ ساڑھے نو آنہ)	معہ لمار ۱۰ (۸۸۵ روپیہ ۱۰ آنہ)

آپ کے نام نامی پر دو کتابیں تصنیف ہوئیں ایک ہدیہ مشتاقیہ تصنیف مرتضیٰ خوشنویس رام پوریؒ، دوسری قلاشؔ فارسی (دیوان)

تعدادِ کتب موجودۂ کتب خانہ

کتب ایامِ ولی عہدی: تصاویر:

۳۲۳   ۲۴۸

۸۹۰۱

۹۲۲۴

لعہ ۸ اللعہ
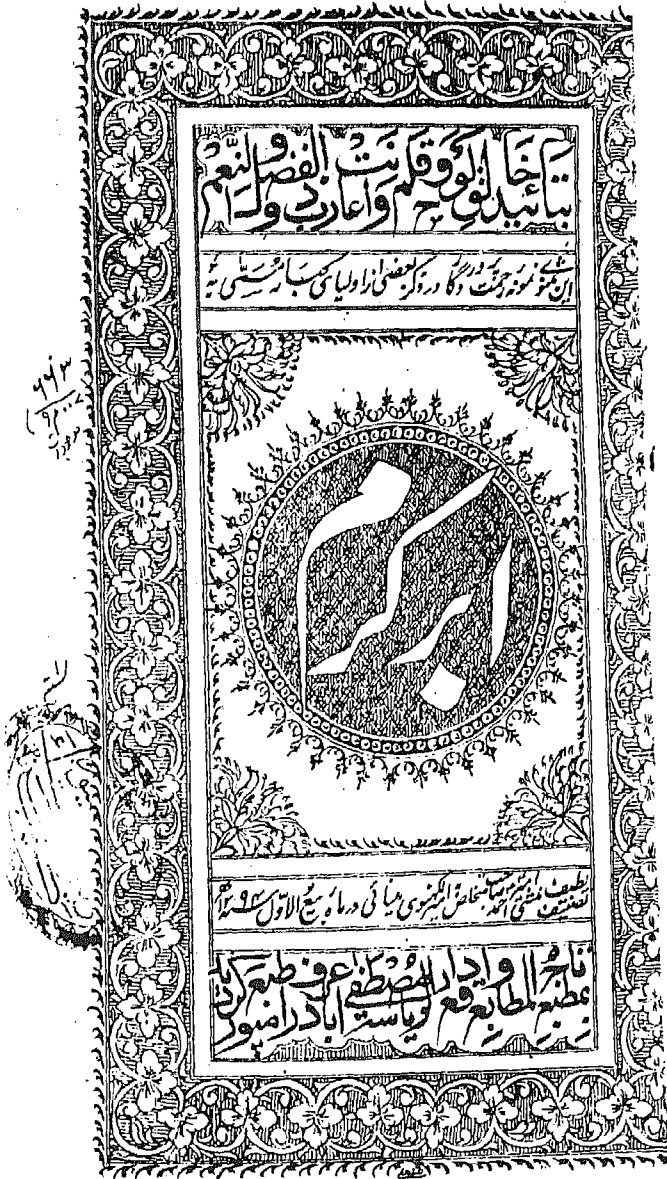
امیر مینائی کی مثنوی ابر کرم (مطبوعہ) کا سرورق

حواشی

۱۔ نواب مشتاق علی خاں کلب علی خاں کے بیٹے، ۷ رمضان ۱۲۷۴ھ/۲۲ اپریل ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں تیس برس کی عمر میں مسند آرائے سلطنت ہوئے اور ریاست کے انتظام و انصرام کی طرف خاص توجہ دی۔ صیغہ مال گزاری و قانون میں اصلاحیں کیں اور مستاجری کا قاعدہ بدلا۔ مدرسہ عالیہ میں مضامین کا اضافہ کیا اور دیگر مقامات پر مدارس قائم کیے۔

مشتاق علی خاں نے ۲۷ ماہ حکومت کی اور تقریباً ڈیڑھ ماہ علیل رہنے کے بعد ۲۴ جمادی الآخر ۱۳۰۶ھ/۲۵ فروری ۱۸۸۹ء بروز دوشنبہ ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور حافظ جمال اللہ کے مقبرے کے احاطے میں صحن چبوترہ سے متصل قبر کے سامنے دفن ہوئے۔

۔ اخبار الصنادید ۲/۲۵۲ ۔ ۳۰۱

۲۔ مرتضیٰ خوشنویس رام پوری (م ۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ/۵ جولائی ۱۹۰۶ء)

حکیم سید محمد مرتضیٰ بن قاری حافظ سید علی حسن بن سید قمر علی رضوی رام پوری۔ علوم عربیہ اپنے وقت کے اکابر مثلاً مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبدالحق خیر آبادی، مفتی طالب حسین مینائی، مولوی عبیداللہ خاں رام پوری اور مولانا عالم علی محدث مراد آبادی سے اور علوم طب حکیم محمد ابراہیم خاں بن حکیم محمد یعقوب لکھنوی سے حاصل کیے۔ شاعری میں داغ دہلوی اور امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ اور ثابت تخلص کرتے تھے۔ انھیں کبھی نواب مشتاق علی خاں اور نواب حامد علی خاں کا استاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ خوشنویسی کا فن میر عوض علی عدیل ملیح آبادی سے سیکھا تھا۔

ان کی تصانیف میں معالجۃ الاطفال (اردو۔ فارسی) سنہ تصنیف ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء، تحفۂ حامدیہ (اردو۔ مطبوعہ)، نظم المعجزات نبوی (اردو) سنہ تصنیف ۱۳۱۵ھ اور جامد النحو (عربی) کے نام ملتے ہیں۔ نظم المعجزات کا مخطوطہ رضا لائبریری میں بخط مولف نمبر ۱۱۸۵

پر موجود ہے۔ البتہ ہدیۂ مشتاقیہ کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

ــ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانۂ رضا ۱/۴۰۶

ــ فہرست مخطوطات اردو ۱/۱۸۸

ــ تذکرۂ کاملان رام پور، ۳۸۴

۳ــ دیوان فلاش رجوع کریں حاشیہ نمبر ۳۶ صفحہ ۱۸۷

دیوان قلاش (فارسی مطبوعہ) کا سرورق

مفهوم معنی آن لفظ و معنی وضعی و استعمالی را معنی لغوی نامند

و معنی قراری را اصطلاحی و رسمی خوانند و لفظ و لغت در

حقیقه یک چیز است ولیکن بظاهر اختلاف کرده اند زیرا که لفظ را

عام گویند بسبب آنکه صوتی که از دهان آدمی بر آید در طفولیت یا در

حال سلب عقل و دلالت بر مفهوم می کند پس لفظ اللفظ گویند و لغت گویند

و لفظ اسم و علم در لغت یک معنی است فارسی نام گویند هندی نام

و ناو و سنسکرت... و علم لغت را فارسی فرهنگ دانی گویند هندی شبد

طریق استخراج آنست که لفظی که در معنی آن احتیاج افتد او را

ملاحظه باید کرد که از جنس علویات است و آن روحانیات باشند که افلاک

و عقول ابا باشند و یا از سفلیات که موالید ثلثه لوازم است و یا از

متوسطات که کائنات جو عبارت از آنست بعد از آن در بابی

که مناسب آن باشد مطالعه باید کرد باب اول در بیان بعضی اسماء

الهم

مخطوطہ قوت الکلام فارسی کا ایک صفحہ

کتب خانہ

عہدِ نواب حامد علی خاں

تمثال ہمایوں کرنیل ہز ہائینس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ، ناصر الملک امیر الامراء نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر مستعد جنگ، جی، سی، آئی، ای جی سی او، فرمانروائے ریاست رام پور

کتب خانہ

عہد معدلت مہد صدر بالش اقبال و دولت بندگان اعلیٰ حضرت
عالی جناب میجر نواب محمد حامد علی خاں صاحب بہادر فرزند دل پذیر
دولت انگلشیہ خلد اللہ ملکہم واقبالہم۔

یہ عہد دولت عموماً ریاست رام پور کے واسطے نہایت ہی با برکت ہے۔
رفاہ عامہ کے کام جس قدر اس عہد میں ہوئے اس کی نظیر محال ہے۔ ابتدائے
عہد، دائرۂ دولت اکثر بریلی و نینی تال میں رہتا تھا۔ عیدین کے موقع پر حضور کی
رونق افروزی سے کل ریاست میں گھر گھر دوہری عید ہو جاتی تھی۔ رعایا کو
بندگان عالی سے کچھ اس درجہ خلوص ہے کہ محض دیدار با برکات کے لیے رونق
افروزی ریاست کے وقت عید سے زیادہ مجمع شہر میں ہو جاتا تھا۔

سیاحت عالم کے زمانہ میں ریاست کے باشندوں نے حضور کی خیر طلبی
کے ذوق میں ہندوؤں نے ہوم کرائے اور مسلمانوں نے وظیفے پڑھوائے۔ سیاحت
سے واپسی تک مسجد جامع میں ہر نماز کے بعد بلند آواز سے دعائیں مانگی جاتی
تھیں کہ اللہ تعالیٰ مع الخیر بندگانِ عالی کو شہر میں لائے۔ سیاحت کے بعد ریاست
میں رونق افروزی کے وقت جو جشن عام رعایا نے منایا اُس کا منظر بھی قابلِ دید
تھا۔ گنیش گھاٹ سے قلعہ معلی تک کندھے سے کندھا چھلتا تھا۔ ریاست کے
بڑے قصبات کا تو ذکر ہی کیا بلکہ کوئی موضع ایسا نہ تھا جس کے دس پانچ آدمی
اس وقت موجود نہ ہوں۔ رام پور کی تاریخ میں ایسا فرحت انگیز مجمع کبھی دیکھنے میں
نہیں آیا۔ شہر میں آدمیوں کی یہ کثرت تھی کہ راہ چلنا مشکل تھا۔ رعایا نے جا بجا نوبتیں

رکھوائیں۔ ان میں اکثر وہ لوگ بھی تھے جن کو حضور (میں) رہنے کا کبھی وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا۔ دلی عقیدت مندی کے جذبہ سے ہر ایک فردِ بشر حضور کی طرف کھنچا جاتا تھا عورتیں مکانوں کے اوپر بیٹھی ہوئی ڈھول بجاتی تھیں۔ یہ وہ واقعات ہیں جس کے شاہد ایک لاکھ سے زیادہ موجود ہیں۔ یہ سب نتیجہ بندگانِ عالی کی اُن شفقتوں کا ہے جو پانچ لاکھ بندگانِ خدا پر عام ہیں۔ سیاحتِ عالم میں ایک زمانہ کی حالت نظرِ انور سے گزر چکی ہے۔ کُل دفاتر اور محکمہ جات میں نہایت ضروری اور بہت مفید سیکڑوں اصلاحیں فرمائیں۔ ریاست کے وابستگانِ دولت جو پشتوں سے دامنِ الطافِ شاہانہ میں پرورش پاتے چلے آتے تھے اور انقلابِ زمانہ سے قالبِ بے جان کی طرح پڑے ہوئے تھے، حضور کی قدردانی کی بدولت از سرِ نو زندہ ہو گئے۔

اخلاق حسنہ

اَللہُ اَکْبَر۔ یہ شان وشکوہِ خسروانہ اور پھر اس کے ساتھ مروّت بھی ایسی کہ مجرم کیسا ہی گنہگار ہو مگر سامنا ہوتے ہی سب قصور معاف فرما دیتے ہیں اور انتہائی مروّت سے خود آنکھیں نیچی فرما لیتے ہیں۔ حق العباد میں تو پابندی شریعت کی وجہ سے درگزر نہیں ہوتا ہے۔ مگر تساہلِ خدمات اور مالی نقصانات پر علی العموم چشم پوشی اور اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

سخاوت

سائل کے سوال سے پہلے محض حالت ملاحظہ فرما کر اس قدر عطا فرمایا کہ دنیا سے بے نیاز کر دیا اور سوال پر تو کہنا ہی کیا ہے۔ جو کچھ مانگا جائے بلا تأمل عطا ہوتا ہے۔ ہزاروں درماندہ اور مجبوروں کی دستگیری فرما کر خاک سے پاک کر دیا۔ اڑھائی لاکھ کے قریب سالانہ مصارف مصرفِ خیر کے ہیں۔ گویا آمدنیِ ریاست سے ایک عشر محتاجین کو عطا ہوتا ہے۔
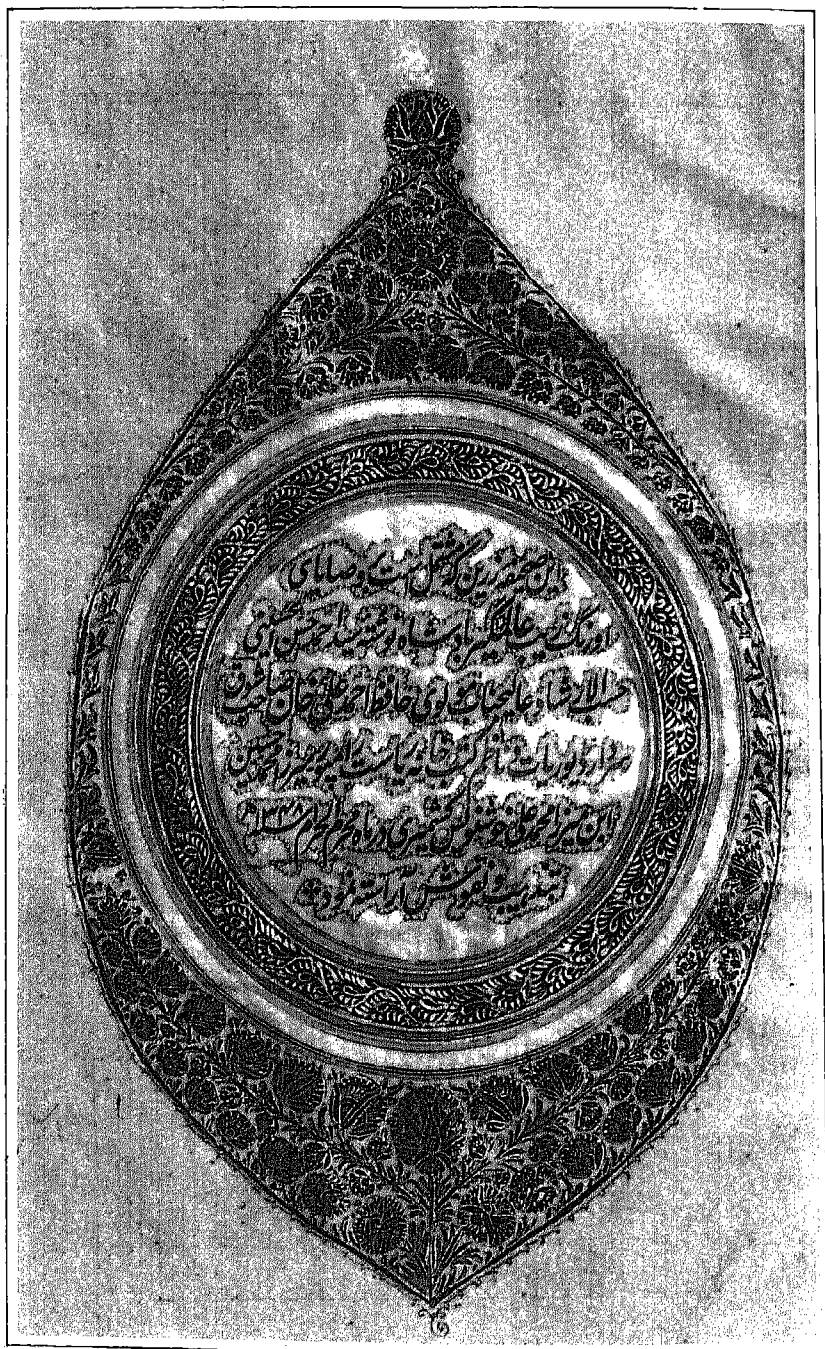
وصیت نامہ 1790

وصیت نامہ عالمگیر جسمیں حافظ احمد علی شوق کی فرمائش کا زکر ہے

علم ادب

بندگانِ اعلیٰ حضرت کو علمی مشاغل سے اس قدر ذوق ہے کہ تقریباً ایک لاکھ شعر فارسی اساتذہ قدیم کے برزبان یاد ہیں۔ ادب کے متعلق ذرا ذرا سی بحثوں میں برجستہ سیکڑوں استاد کے شعر پڑھ دیتے ہیں۔ ۱۸۹۲ء میں بندگانِ اعلیٰ حضرت بریلی کی کوٹھی میں رونق افروز تھے۔ بہ تعلق انجام خدمات جائداد بیرون جات یہ احقر مورخ حاضر ہوا۔ شام کو ہوا خوری کے واسطے حضور پُرنور سوار ہوئے۔ الطافِ شاہانہ سے اس احقر مورخ کو خواصی میں جگہ عنایت ہوئی۔ ڈپٹی علی حسن صاحب مرحوم، مولانا فرخی، عبدالمجید خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر سامنے حاضر تھے۔ بطریق بیت بازی حضور نے اشعار پڑھنا شروع کیے۔ یہ احقر اور وہ تینوں صاحب اشعار پیش کرتے تھے۔ دو گھنٹہ تک یہی صحبت رہی۔ حضور پُرنور ہر بار ردیف رے کے اشعار فرماتے تھے یہ سب صاحب اس قدر مجبور ہوئے کہ بجائے فارسی کے اردو اشعار بھی پیش کیے مگر اس میں بھی ناکام رہے۔ اور بھی چند بار احقر نے اس صحبت کو دیکھا ہے۔ اساتذہ کے کلام کا گویا ایک دریائے موّاج ہے کہ جاری ہے۔

علم تاریخ

تاریخ میں یہ وسیع النظری ہے گویا مدت العمر میں سوائے تاریخ بینی کے اور کوئی کام ہی نہیں کیا۔ بنی امیہ، بنی عباس، دیالمہ، مغول، شاہان ہند، سلاطین متعاربہ وغیرہ کے پیچیدہ سلسلوں کی مشکلیں ایک عالم پر روشن ہیں اور اُن سلسلوں کا محفوظ رکھنا کس قدر سخت کام ہے مگر حضور والا کو اُن سلسلوں کے نام اس طرح یاد ہیں کہ کبھی ایک نام کی بھی غلطی نہیں ہوتی۔ اسی طرح مذہبی تواریخ پر وہ دسترس ہے گویا اس فن کے امام ہیں۔ مورخین کے اختلاف، راویوں کے عدل اور غیر عدل کے ثبوت وغیرہ از اول تا آخر اکثر محفوظ ہیں۔

قوتِ حافظہ

قوت حافظہ اس قدر صحیح اور ایسی جیّد ہے کہ اگر سرسری طور پر ایک بار بھی کوئی چیز نظرِ اقدس سے گزر جائے ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ بحالتِ صغر سن عہدِ نواب خلد آشیاں میں ایک بار حضرت امیر علیہ السلام کی شبیہہ اقدس کی زیارت فرمائی تھی۔ ۱۹۰۲ء کے گرمی کے موسم میں حضرت امیر علیہ السّلام کی شبیہہ مقدس طلب فرمائی۔ کتب خانہ میں موجود تھیں وہ پیش کیں۔ فرمایا یہ مطلوب نہیں ہیں بلکہ وہ دوسری شبیہہ ہے اور اُس کا حلیہ بھی پورا پورا بیان فرما دیا۔ اِس احقر کو کبھی اُس شبیہہ مطہر کی زیارت نہیں ہوئی تھی۔ سخت حیران تھا کہ وہ کہاں ہے۔ حالتِ اضطراب میں تلاش کرتے کرتے امام باڑہ قدیم کے تبرکات میں سے برآمد ہوئی۔ حضور کے ارشاد کے موافق وہی حلیہ تھا سرِ مُو فرق نہ تھا۔

تفرس

قیافہ شناسی میں اللہ تعالیٰ نے وہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ اکثر انسان کی صورت دیکھ کر فوراً اُس کے مدعائے دلی پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ اس احقر مورخ سے حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی نے چند بار اپنا ذاتی بیان کیا کہ بارہا ایسا ہوا ہے جب کوئی شخص حضور میں حاضر ہوا اس کی صورت دیکھ کر آہستہ سے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ آج یہ شخص اس قسم کا مدعا ظاہر کرے گا۔ حالانکہ اُس وقت گفتگو کی ابتدا اُس مدعا سے بالکل خلاف ہوتی تھی مگر آخر میں وہی بات ظاہر ہوئی جس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ ایسے واقعے کئی بار ہوئے ہیں اور مجھے حیرت ہے کہ یہ صفت سرکار میں کیوں کر پیدا ہو گئی ہے اور اس تفرس کو کرامت سے تعبیر کریں یا خرقِ عادت کہیں۔

تعمیر عمارت کتب خانہ

اس موجودہ عمارت کتب خانہ کی بنیاد نواب عرش آشیاں کے عہد میں رکھی گئی مگر عمارت کی تکمیل حضور پُر نور کے عہد معدلت میں ہوئی۔ یہ عمارت اس قدر دلچسپ اور ایسی خوش منظر اور خوش قطع ہے کہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں تو اس کی ثانی نہیں۔ اس کی تعمیر میں بہت روپیہ صرف ہوا اور اس کے ساتھ ہی مستحکم بھی بہت ہے اور خوش وضع بھی بے حد ہے۔ یہ عمارت گو دو منزلی ہے۔ مگر پہلی منزل کی چھت نہیں ہے۔ بجائے چھت کے تختوں کی ایک گیلری بنا دی ہے۔ کل عمارت میں تین کمرے ہیں۔ ایک وسط میں اور دو دونوں پہلوؤں میں۔ ہر ایک کمرے میں نیچے اوپر چونتیس چونتیس الماریاں ہیں۔ کل الماریوں کی تعداد ایک سو دو ہے۔ الماریوں کے تختے پتھر کے اور کواڑوں کی جوڑیاں آئینوں کی ہیں درمیانی کمرہ میں کتب انگریزی۔ کتب قلمی خوش خط ہر علم و فن کی اور اردو کی کتابیں ہیں۔ اس کمرہ کے داہنی طرف کے کمرے میں فارسی، پشتو اور ترکی زبان کی کتابیں ہیں۔ اور بائیں طرف کے کمرہ میں صرف عربی کتابیں ہیں۔

کتب خانہ کا پبلک بنایا جانا

۳۱ مارچ ۱۸۹۲ء کو اس کتب خانہ کا موجودہ عمارت میں بڑی دھوم دھام سے افتتاحی جلسہ ہوا۔ کل ارکینِ ریاست اور عمائدِ شہر موجود تھے۔ اسی تاریخ سے ہر ایک شخص کو کتب خانہ میں آنے اور کتابیں دیکھنے کی عام اجازت ہو گئی۔ صبح سے رات کے دس بجے تک کتب خانہ برابر کھلا رہتا تھا۔ ریاست میں جس قدر اخبارات اردو و انگریزی آتے تھے وہ بھی سب میز پر چنے جاتے تھے۔ اس کتب، خانہ سے فائدہ اٹھانے والے تو شاذو نادر ہی آجاتے تھے۔ البتہ شہر کے نوجوان وقت گزارنے کے لیے بہت سے آتے تھے اور اخباروں کی ورق گردانی کرتے رہتے تھے۔ چونکہ

اس کتب خانہ میں زیادہ حصہ قلمی اور نایاب کتابوں کا ہے اور کثرتِ استعمال سے اُن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے عوام کے لیے کتب خانہ میں آنے کی ممانعت ہوگئی۔ ہاں شائقینِ علوم و فنون کے واسطے عام اجازت ہے۔ علماء، اور علم دوست اصحاب دُور دراز مقامات سے آتے ہیں اور کتابوں سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔

تشریف آوری نواب لفٹننٹ گورنر سر آکلینڈ کالون[۳] صاحب بہادر

کتب خانہ کی شان و شوکت اور کثرت سرمایہ علمی کی داستانیں ایک مدت سے جا بجا پھیلی ہوئی تھیں۔ کتب خانہ کے معائنہ کے شوق میں ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۲ء کو نواب لفٹننٹ گورنر بہادر تشریف لائے۔ عمارت کی خوبی، کتابوں کی کثرت اور نایاب کتبوں کے ذخیرے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ملازمانِ کتب خانہ نے اڈریس پیش کیا۔ اس اڈریس میں تعداد کتب ۱۳۴۶۸ (۱۳۴۶۸) ظاہر کی ہے۔ مگر یہ ایک سخت غلطی ہے کہ علاوہ اُن کتابوں کے جو فن وار درجِ فہرست ہیں اور الماریوں میں رکھی ہوئی ہیں اُس اڈریس میں اُن کتابوں کے سیکڑوں نسخوں کو بھی شامل کر دیا جو گودام میں رکھے ہیں اور وہ قرآن شریف بھی شامل کر دیئے جو وقف ہیں اور غربا کو سالانہ سیکڑوں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ بوجہ قدردانی مصنفین اکثر کتابوں کے سیکڑوں نسخے خرید لیے جاتے ہیں وہ علیحدہ دکھاتے چاہیے تھے اور اس تعداد میں نواب خلد آشیاں و نواب فردوس مکاں کے سیکڑوں دیوان بھی شامل کر دیئے۔

رونق افروزی

اس عمارت جدید کو بندگانِ عالی نے پہلی مرتبہ ۱۰ ردسمبر ۱۸۹۲ء کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور کیا۔ ولی نعمت کے خیر مقدم میں ملازمین نے بہت

[۳ مراد دیوان کے سیکڑوں نسخے سے ہے۔]

کچھ اہتمام کیا۔ کتب خانہ نئی دلہن کی طرح از سرتاپا آراستہ تھا۔ سلامی کے لیے گارڈ آف آنر اور بینڈ باجہ موجود تھا۔ دن کے نو بجے حضور پُر نور دام ملکہم مع اپنے خدم وحشم اور نواب صاحب لوہارو کے رونق افروز ہوئے۔ نمک خواروں نے اڈریس پیش کیا۔ خوشنویسوں نے طرح طرح کے کتبے نذر کیے۔ شعرا نے قصائد اور کبیشروں نے مدحیہ گیت پڑھے۔ بندگانِ عالی نے اپنے نمک خوار کی جاں نثاری کے اظہار پر بہت کچھ اظہار مسرت فرمائی۔ کل ملازمین کو سامنے طلب فرماکر ہر ایک شخص کی علیحدہ علیحدہ حالت دریافت فرمائی اور قلمی نادر قرآن شریف کی زیارت کی۔

افسرانِ کتب خانہ

نواب عرش آشیاں کے عہد میں کتب (خانہ) کے سب معاملات خرید کتب و مجرائی رقومات کی رپورٹ مدار المہامی میں جاتی تھی اور وہاں سے احکام جاری ہوتے تھے۔ حضور پُر نور دام ملکہم کے عہدِ حکومت میں بھی کتب خانہ کا تعلق جنرل اعظم الدین خاں بہادر مرحوم سے تھا۔ کل کارروائیاں کتب خانہ کی انھیں کے اجلاس سے ہوتی تھیں۔ ۱۴؍ اپریل ۱۸۹۱ء سے کتب خانہ کا تعلق نواب یار جنگ جوڈیشل ممبر سے ہوا اور یہ حالت میجر ونسنٹ کے تقرر کے وقت تک باقی رہی۔ ۲۹؍ جون ۱۸۹۱ء کو میجر ونسنٹ بحیثیت پریذیڈنٹ کونسل رام پور میں آئے۔ حمید الظفر خاں صاحب بہادر کونسل کے سکریٹری مقرر ہوئے اور کتب خانہ کے معاملات بماتحتی پریذیڈنٹ آن سے متعلق رہے۔ ۳؍ اپریل ۱۸۹۴ء سے حمید الظفر خاں صاحب بہادر وائس پریذیڈنٹ کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اس وقت بھی کتب خانہ کا تعلق انھیں کے اجلاس سے رہا۔ آخر جولائی ۱۸۹۶ء میں حمید الظفر خاں صاحب بہادر ریاست سے موقوف ہوگئے اور بندگانِ اعلیٰ حضرت حضور پُر نور دام ملکہم نے پانچ (لاکھ) رعایا کی بہبودی اور فلاح کے واسطے بنفس نفیس توجہ فرمائی تو بموجب

روبکار ۸ رجون ۱۸۹۶ء ۳۳۹۳/ شفاخانہ یونانی اور کتب خانہ حکیم اجمل خاں صاحب بہادر دہلوی کو تفویض فرمایا۔ حکیم صاحب موصوف کو افسر اعلیٰ شفاخانجات یونانی وکتب خانہ کا خطاب عطا ہوا۔ افسر اعلیٰ کو ایک پیسا خرچ کرنے کا اختیار نہ تھا۔ کم سے کم مصارف کے لیے بھی اجلاس ہمایوں بندگانِ عالی دام ملکہم کی منظوری حاصل کرنا ضروری تھی۔ ملازمین کتب خانہ کو دو ہفتہ رخصت باختیار عطا کرنے کا حق حاصل تھا۔ اس سے زیادہ رخصت کے واسطے اجلاسِ ہمایوں بندگانِ عالی دام ملکہم میں رپورٹ کی جاتی تھی۔

خرید کتب میں قیمت کا تصفیہ بھی اعلیٰ افسر کا کام ہے۔ ہر ایک کتاب کی حالت دیکھ کر اور اس کی ندرت اور خوبیاں ملاحظہ کر کے قیمت تجویز کرتے تھے۔ بعد تصفیہ قیمت رپورٹ منظوری اور پھر رپورٹ مجرائی رقم بہ اجلاسِ اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی دام ملکہم بھیجی جاتی تھی۔

یکم جون ۱۹۰۲ء کو حکیم محمد اجمل خاں بہادر دہلوی نے اپنی خدمات سے استعفا دیا اور اس تاریخ سے کتب خانہ کا تعلق براہ راست اجلاس ہمایوں بندگانِ عالی دام ملکہم سے ہو گیا۔ ہر قسم کی نگرانی جناب صاحبزادہ عبدالصمد خاں صاحب بہادر بحیثیت سکریٹری سے متعلق رہیں۔ بموجب روبکار اجلاس ہمایوں اعلیٰ حضرت حضور پُر نور دام ملکہم مصدرہ ۳۰ رجون ۱۹۰۲ء ۱۵۳۸/ کتب خانہ کے اعلیٰ افسر میر علی حیدر صاحب مقرر کیے گئے اور آج تک بدستور وہی کام کر رہے ہیں۔

منصرمانِ کتب خانہ

حضور پُر نور کی مسند نشینی کے وقت منشی عبدالرحیم خاں بمشاہرہ ساٹھ روپے ماہانہ منصرم کتب خانہ تھے اور انھیں ہر ایک ملازم کتب خانہ کو باختیار خود ایک ہفتہ کی رخصت (دینے) کا اختیار تھا۔ ۱۴ رمئی ۱۸۹۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ۱۵ رمئی ۱۸۹۱ء سے ۱۰ ستمبر ۱۸۹۱ء تک تقریباً چار مہینے منشی مہدی علی خاں تحویلدار کتب خانہ منصرمی کا کام کرتے رہے۔

۱۱ ستمبر ۱۸۹۱ء سے منشی بانکے بہاری لال پاٹھک ہیڈ کلرک اجلاس میجر ونسنٹ صاحب کو کتب خانہ کی منصرمی مفوض ہوئی۔ علاوہ تنخواہ اصلی عہدہ کے کتب خانہ سے بھی چالیس روپے مقرر کیے گئے۔ انھیں بھی حسب دستور سابق ایک ہفتہ کی رخصت کا اختیار تھا مگر وہ حاضری کتب خانہ مستثنی تھے کبھی کبھی ہفتہ عشرہ میں کتب خانہ میں بھی گھڑی دو گھڑی کو آجاتے تھے۔ باقی کاغذات وغیرہ ملازمین کتب خانہ خود ان کے مکان پر لے جاکر دستخط کرا لیتے تھے۔ ۵ر دسمبر ۱۸۹۴ء میں وہ دو ماہ کی رخصت لے کر گئے اور ان کی جگہ دیبی چرن منصرمی کتب خانہ کا کام کرتے رہے۔ مگر بانکے بہاری نے فروری ۱۸۹۵ء میں نوکری چھوڑ دی۔

مارچ ۱۸۹۶ء سے مسٹر کوبرجی پارسی کو علاوہ خدمات دیگر کے کتب خانہ کی منصرمی عطا ہوئی اور کتب خانہ سے پچاس روپے ماہانہ ملتا رہا۔ جون ۱۸۹۶ء میں وہ موقوف ہو گئے۔

جولائی ۱۸۹۶ء سے منشی مہدی علی خاں تحویلدار کتب خانہ منصرم کتب خانہ کی خدمت دو مہینے تک انجام دیتے رہے۔

ستمبر ۱۸۹۶ء سے عارضی طور پر کتب خانہ کی منصرمی کا کام منشی راج بہادر صاحب دیوان صدر کے سپرد ہوا۔ کبھی کبھی وہ کتب خانہ میں آتے تھے اور کاغذات اپنے دفتر ہی میں منگا لیتے تھے۔ جنوری ۱۸۹۷ء تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

فروری ۱۸۹۷ء سے (اس)[^۱] احقر مورخ کو کتب خانہ کی منصرمی کا افتخار ملا۔ اور ۳۰ر روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی۔ دو بار ترقی ہو کر اب پینتالیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔

امور انتظامی کتب خانہ

نواب عرش آشیاں کے عہد میں اعلیٰ افسر کتب خانہ گویا مدار المہام ریاست تھے۔

---

[^۱]: [اصل نسخہ میں "یہ" ہے۔]

منصرم کتب خانہ کی کل رپورٹیں انھیں کے اجلاس میں جاتی تھیں مگر نقل عرائض اور نقل احکام اور ڈاک بہی روانگی کاغذات کوئی نہ تھی۔ رپورٹ لکھ کر اجلاس میں بھیج دی اور ایک پرچہ پر رسید دفتر سے حاصل کرلی۔ احکام آئے اُن کی تعمیل کردی گئی۔ اُن کے لیے کوئی فائل بک بھی نہ تھی یہی حالت کونسل کے زمانہ میں بھی تھی۔

۲۲ر جون ۱۸۹۳ء کو بموجب روبکار اجلاس کونسل ۱۲۲ کتب خانہ کے انتظام کے واسطے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے لیے پرنس وحیدالدین جوڈیشل ممبر پریذیڈنٹ، مسٹر فلپ، مسٹر مانک جی کوپر ہیڈ ماسٹر، مولوی ظہورالحق مرحوم، مولوی مظہر اللہ صاحب ممبران اور منشی مشفع احمد میر منشی پریذیڈنٹ سکریٹری کمیٹی مقرر کیے گئے۔ رجسٹر نقل احکام کتب خانہ کی تاریخ میں سب سے پہلا یہی روبکار ہے کہ نقل کرکے رکھا گیا اور اس کے بعد سے کُل احکام کی نقل ہوتی رہی۔ مگر یہ نقل احکام ایک ایسی کتاب ہے جس کی جلد بندی بھی نہیں ہوئی تھی محض یادداشت کے طور پر چند تختے کاغذ ایک جگہ نتھی کرلیے تھے۔

اس کمیٹی کا اجلاس آٹھویں روز تعطیل کے دن کتب خانہ میں ہونے لگا۔ کمیٹی کے اجلاس پریذیڈنٹ صاحب میں معرفت وائس پریذیڈنٹ پیش ہوتے اور وہاں سے احکام منظوری صادر ہوتے تھے اور اس کا پہلا اجلاس ۲ر جولائی ۱۸۹۳ء کو ہوا۔

کمیٹی نے بھی تہذیب کارروائی دفتر کے واسطے کوئی انتظام نہیں کیا اور روانگی کاغذات وغیرہ کی جو حالت تھی بدستور رہی۔

۱۸ر مارچ ۱۸۹۵ء کو کتب خانہ کی انتظامی حالت میں ایک نوع کا تغییر خفیف سا ہوگیا وہ یہ کہ ایک ڈاک بہی مجلد بنائی گئی اور اس میں روانگی کاغذات درج ہوکر وصول کنندہ کے دستخط ہونے لگے۔ سب سے پہلا کاغذ اس ڈاک بہی کے ذریعہ سے ۱۸ر مارچ ۱۸۹۵ء کو روانہ ہوا۔

فروری ۱۸۹۶ء سے اس احقر مورخ کا کتب خانہ میں تقرر ہوا۔ تقرر کے

بعد سب سے پہلی نقل عرائض اور احکام کا رجسٹر بنایا اور باقاعدہ رپورٹیں اجلاس اعلیٰ میں روانہ ہونے لگیں۔ ملازمین کی حاضری رجسٹر وغیرہ بھی تیار کرائے۔ اور کارگزاری ملازمین کا رجسٹر بنایا گیا تاکہ ہر شخص کی روزانہ انجام دہی خدمات کا حال معلوم ہوسکے۔

اوّل بار کی موجودات کتب خانہ

حضور پرنور دام ملکہم کے عہد دولت میں مسند نشینی سے پانچ مہینے بعد جولائی ۱۸۸۹ء میں منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی موجودات کے واسطے مقرر کیے گئے۔ ایک بڑا رجسٹر بنا کر اس میں ہر ایک کتاب مع حلیہ کے لکھی گئی اور ہر کتاب کے نام کے سامنے منشی صاحب موصوف و بخشی عبدالرحیم خاں منصرم کتب خانہ و مہدی علی خاں تحویلدار کتب خانہ کی مہریں اور دستخط ثبت کرائے گئے۔ سب سے پہلا رجسٹر کتب خانہ کا یہی ہے اور اس میں علاوہ کتب کے اور جس قدر اشیا کتب خانہ میں وہ بھی درج ہیں۔ یہ رجسٹر حروف تہجی کی ترتیب پر ہے۔ وہ کتابیں جو الماریوں میں رکھی گئیں اور فہرست میں مندرج کی گئیں ان کی تعداد اس موجودات میں لعمہا معہ للعہ (۹۳۴۷) تھی اور ہا امہ للعہ (۲۴۸) تصویریں تھیں۔ وقف کے قرآن شریف جو برابر محتاجین کو تقسیم ہوتے ہیں یا وہ کتابیں جن کی متعدد جلدیں مصنفین نے پیش کی ہیں اور نواب فردوس مکاں اور نواب خلد آشیاں کی مطبوعہ تصانیف کی کثیر التعداد جلدیں اس سے علیحدہ ہیں۔ اگر ان سب کو بھی اس میں شامل کیا جائے تو اس وقت سعہ اہامہ (۱۳۴۶۸) جلدیں تھیں۔ مگر اس قسم کی کتابیں اور وقفی قرآن شریف ہمیشہ تقسیم ہوتے رہتے ہیں اور یوں ان کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔

دوسری بار کی موجودات کتب خانہ

حضور پرنور بندگانِ عالی دام ملکہم نے ۲؍ فروری ۱۹۰۴ء کو موجودات کتب خانہ کا حکم میر علی حیدر صاحب افسر اعلیٰ کتب خانہ (کو) دیا اور اسی تاریخ سے موجودات شروع

14

بعونہ تعالیٰ شانہٗ

امیر اللغات

حصہ اول

تالیفِ لطیف

سنہ ۱۸۹۱ء

ناظم باکمال نادرِ عدیم المثال صاحب توقیر جناب منشی امیر احمد صاحب امیرؔ مینائی لکھنوی اُستاد عالیجناب نواب کلب علیخان

خلد آشیان رئیس رامپور ادخلہم اللہ فی الجنان

مطبع مفید عام آگرہ میں احمد خان صوفی کی اہتمام سے طبع ہوا

سر ورق امیر اللغات حصہ اول (مطبوعہ) ۱۸۹۱ء

بعونہ تعالیٰ شانہ

امیر اللغات

حصہ دوم

تالیفِ لطیف

۱۸۹۲ء

ناظمِ باکمال ناثرِ عدیم المثال صاحبِ توقیر جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی اُستاد عالیجناب نواب کلب علیخان بہادر

خلد آشیان رئیس رامپور وظلہم اللہ فی الجنان

مطبعِ مفیدِ عام آگرہ میں محمد قادر علیخان صوفی کی اہتمام سے چھپا

سرورق امیر اللغات حصہ دوم (مطبوعہ) ۱۸۹۲ء

ہو گئے چونکہ تعداد کتب زیادہ ہے اور کام کی کثرت ہے اس لیے دو تین مہینے میں غالباً موجودات ختم ہو گی۔

دفتر تالیف امیر اللغات

عہدِ نواب خلد آشیاں میں نواب لفٹنٹ گورنر لائل صاحب بہادر کو ۱۸۸۵ء میں اردو لغت کی تدوین کا خیال پیدا ہوا اور اس خیال کو نواب خلد آشیاں کے حضور پیش کیا۔ یہاں تو فضلا کا دربار لگا ہوا تھا۔ منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کو حکم ہوا کہ بطور نمونہ کچھ لکھ کر دکھائیں۔ منشی صاحب نے "آنکھ" کے لفظ کو بطور نمونہ لکھ کر پیش کیا اور وہ نمونہ ۲؍جون ۱۸۸۶ء کو بحضور سر الفرڈ لائل صاحب بہادر بھیجا گیا۔ وہ بہت ہی پسند ہوا اور جناب ممدوح نے یہ ہدایتیں کیں کہ اول اس لغت کے پروف چھاپ کر ملک میں مشتہر کیے جائیں اور جب اہلِ زبان اس اس کی نکتہ چینیاں کر لیں اُس وقت کتاب کی صورت میں شائع ہو' اور یہ بھی وعدہ کیا کہ علاوہ دیگر دیسی ریاستوں کے ہم والسرائے کشور ہند سے بھی اس کی تالیف میں مدد کرائیں گے۔ ابھی کوئی انتظام فراہمی روپیہ کا ہوا نہ تھا کہ لائل صاحب بہادر ولایت چلے گئے اور نواب خلد آشیاں نے رحلت فرمائی۔

۱۸۸۸ء میں منشی امیر احمد صاحب موصوف کی درخواست پر جناب عرش آشیاں نے دس ہزار روپے مرحمت فرما کر حکم دیا کہ اس لغت کی تالیف کا محکمہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ بڑے اہتمام سے منشی صاحب نے اپنے مکان پر دفتر قائم کیا۔ بہت سا عملہ رکھا اور تالیف کا کام جاری کیا۔ کام بہت اہم اور برسوں کی محنت میں انجام پانے والا تاہم اس کے دو حصے اول حصہ الف ممدودہ کا ۱۸۹۱ء میں اور دوسرا حصہ الف مقصورہ کا ۱۸۹۲ء میں بعہدِ دولتِ بندگان عالی حضور پرنور دام ملکہم شائع ہو گئے۔ سرسری طور پر تخمینہ لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لغت کی تالیف کے اہتمام میں منشی صاحب کا بیس ہزار روپیہ صرف ہوا اور سب سے

زیادہ افسوس یہ ہے کہ جیسی امید تھی ویسی ملک نے خرید کے ذریعہ سے قدردانی نہیں کی۔ بوجہ مفقودی سرمایہ کے یہ کام پھر بند ہو گیا۔ حضور پُرنور بندگان عالی دام ملکہم نے بوجہ قدردانی علوم وفنون دسمبر ۱۸۹۷ء سے دفتر امیراللغات کے اجرا کے واسطے ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ مقرر فرما دیا اور یہ رقم کتب خانہ کے بجٹ سے دی جاتی تھی تیسرا حصہ شائع ہونے والا تھا کہ منشی صاحب موصوف کے مکان میں آگ لگ گئی۔ برسوں کا ذخیرۂ علمی اور اس کے ساتھ امیراللغات کے لیے کتابوں کا ہزاروں روپے کا سرمایہ اور خود امیراللغات کے مسودے جو بہت کچھ تیار ہو چکے تھے تلف ہو گئے اور ادھر اکتوبر ۱۹۰۰ء میں اُن کا خود بھی انتقال ہو گیا اور یہ مفید عام اور نہایت ضروری کام اس طرح بند ہو گیا۔ منشی امیر احمد صاحب کے انتقال کے بعد بندگان عالی دام ملکہم نے اس احقر مورخ کو حکم دیا کہ تألیف کا سلسلہ کتب خانہ میں جاری کر دیا جائے چنانچہ اس کام کو بھی میں کر رہا ہوں اور اس وقت یہ کام از سرنو شروع کیا گیا۔ کوئی مسودہ پچھلا ملا نہیں۔ گویا جو دقتیں ابتدائے تألیف میں ہو سکتی ہیں وہ سب موجود ہیں مگر امید ہے کہ بہت جلد تیسرا حصہ بھی شائع ہو گا۔

قدردانیٔ کتب

بندگان عالی کو کتابوں کے ساتھ ایک تعشّق ہے۔ تاریخ وغیرہ کی بہت سی کتابیں ہر وقت پاس رہتی ہیں اور وقتاً فوقتاً کتب خانہ سے بھی طلب فرمائی جاتی ہیں۔ ہمیشہ تاکید ہے کہ کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ اجلاس ہمایوں سے کبھی خرید کتب کے بارے میں حکم نامنظوری نہیں صادر ہوتا ہے۔ اکثر بجٹ سے رقم زیادہ بھی ہو جاتی ہے۔ مگر خرید کتب کے معاملہ میں کبھی نامنظوری کا لفظ ہی نہیں۔ کبھی کبھی بنفس نفیس کتب خانہ میں رونق افروز ہو کر وابستگان دامن دولت کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔ اُس وقت بھی نئی آئی ہوئی کتابوں کا حال دریافت فرماتے ہیں۔

اکثر مصنفین اور مولفین بندگان عالی کے نام نامی پر کتابیں (تألیف) کرتے ہیں اور بے حد صلے پاتے۔ مہدی علی خاں تحویلدار کتب خانہ نے فارسی کے مستند شعرا کا ہم طرح کلام ساڑھے تیرہ صفحوں پر جمع کر کے پیش کیا۔ اس عجیب و غریب تألیف کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا کیا مدعا ہے۔ انھوں نے اپنے قرضہ کی کیفیت عرض کی، ایک ہزار کے قریب قرضہ اُسی وقت خزانۂ عامرہ سے ادا فرما دیا۔

کتابوں کے جمع کرنے کا طریقہ

فروری ۱۸۹۷ء سے پہلے کوئی ملازم ریاست کا تلاش کتب کے لیے باہر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ۱۸۹۸ء سے یہ احقر مورخ حسب الحکم بندگانِ عالی تلاش کتب کے لیے لکھنؤ، بلگرام، ہردوئی وغیرہ مقامات میں پھرا اور وہاں سے بہت سی نایاب کتابیں خرید کر کے لایا۔ اور دو تین سال تک برابر یہی طریقہ رہا۔ جہاں کہیں نایاب کتابوں کا پتا چلتا ہے یہ احقر جاتا ہے اور قابل کتب خانہ کتابیں خرید کر لاتا ہے۔ مگر صرف وہی کتابیں خریدی جاتی ہیں جو اس کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں۔ ہندوستان میں قلمی کتابوں کے تاجروں سے برابر خط کتابت رہتی ہے بعض تاجروں سے ایسا معاملہ بھی ہو گیا ہے کہ جو کتابیں اُن کو دستیاب ہوتی ہیں وہ میرے پاس فہرست بھیج دیتے ہیں۔ جن کتابوں کی خریداری مدِّ نظر ہوتی ہے وہ کتابیں جا کر (خاص) طور پر منگالی جاتی ہیں جو پسند ہوئیں اُن کو رکھا، ناپسند کتابوں کو واپس کر دیا اور خط کتابت سے قیمت کا تصفیہ کر لیا۔ البتہ اس طرح کتابیں منگانے میں آمد و رفت کا خرچہ کتب خانہ سے دیا جاتا ہے۔ اِس وقت میں ہندوستان میں جس قدر قلمی کتابوں کے سوداگر ہیں وہ ہمیشہ اپنی فہرستوں میں کتابوں کے نام اور حالت میں غلطی کیا کرتے ہیں۔ خواہ یہ غلطی قصداً ہو یا سہواً، اس لیے قلمی کتاب کو بغیر دیکھے اور جانچ کیے ہوئے خریدنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

ایک یہ بھی انتظام کیا ہے کہ جو کتابیں کسی طرح بہ قیمت نہیں ملتی ہیں اُن کو

مستعار لے کر کتب خانہ میں نقل کرا لیا جاتا ہے چنانچہ اس سال میں ایک کتاب حیدر آباد دکن کے کتب خانہ سے نقل کرا کر منگائی اور ایک کتاب رام پور ہی میں مل گئی تھی اُس کی نقل کرائی ہے۔ ایک تیسری ضخیم کتاب حدیث شریف مولوی محمد شاہ صاحب محدث رام پوری سے مستعار لی ہے اور وہ نقل ہو رہی ہے۔

کتب خانہ کی موجودہ کتاب کُہنگی کی وجہ سے جو ضائع ہوتی معلوم ہوتی ہے اور اُس کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہوتا ہے تو اُس کی بھی نقل کرائی جاتی ہے۔

خریداری کتب کے علاوہ اکثر بندگان عالی دام ملکہم و اقبالہم کے حضور میں بھی بامید صلہ و انعام کتابیں پیش ہوتی رہتی ہیں وہ کتابیں بھی کتب خانہ میں آتی ہیں مگر اُن کا صلہ مدِ انعام و عنایات سے دیا جاتا ہے۔

مُہرِ کتب خانہ

۱۸۹۱ء میں منشی بانکے بہاری لال پاٹھک نے ایک ربڑ کی مُہر کھدوائی۔ اُس کی پیشانی پر انگریزی میں اسٹیٹ لائبریری اور نیچے رام پور کھدا ہوا ہے۔ بیچ میں بخط نستعلیق کتب خانہ ریاست رام پور درج ہے۔ یہ مہر کتابوں پر لگانا شروع کی مگر قرآن شریف پر اس مہر کے لگانے میں عملہ کتب خانہ نے عذر کیا۔ اس لیے ایک دوسری مہر ربڑ کی کھدوائی گئی جس میں بخط عربی کتب خانہ ریاست رام پور درج ہے۔ زیادہ تر یہی مہر کتابوں پر ہے مگر ان دونوں مہروں میں سنہ نہیں ہے۔ اور اب اول کی مہر کاغذات پر اور دوسری مہر کتابوں پر لگائی جاتی ہے

فہرست کتب خانہ جدید و قدیم

نواب خلد آشیاں کے عہد کی فہرست کتب کے تین حصے تھے ایک حصہ میں

[ے اصل نسخہ میں شریفوں ہے]

وہ کتابیں تھیں جن کا ایک ہی نسخہ ایک جلد میں ہے۔ دوسرے حصہ میں وہ کتابیں تھیں جن کی ایک جلد میں چند کتابیں مجلد تھیں اور اس کا نام فہرست میں مجموعہ ہے۔ تیسرے حصے میں صرف وہ کتابیں تھیں جو خوش خط اور مطلّا ہیں۔ وہ تینوں حصے ذیل کے نقشے کے موافق تھے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام فن	نام مصنف

ہر حصہ میں حروف تہجی کی ترتیب پر ردیف وار کتابیں درج تھیں۔ نمبر شمار ردیف کا نمبر تھا۔ نام کتاب میں کہیں کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب فلاں جگہ سے آئی ہے۔ نام فن اور نام مصنف میں اکثر (جگہیں)ؔ خالی تھیں اور بہت سی غلطیاں بھی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی عالم تحریر فہرست پر مامور نہ تھا۔ بلکہ جس نام سے جو کتابیں خرید ہوئیں یا پیش ہوئیں وہی نام درج ہو گیا۔ عہد نواب عرش آشیاں میں ترتیب فہرست کے واسطے احکام جاری ہوئے۔ ذیل (کے)* نقشے کے موافق فہرست کا مسودہ بنایا گیا۔

نام فن	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	زبان	قلمی یا چھاپہ	کیفیت

پچھلی فہرستوں سے مطبوعہ فارم پر اس نقشہ میں کتابیں کی گئیں۔ اس کام کے واسطے مولوی حفیظ اللہ صاحب پرنسپل مدرسۂ عالیہ، مولوی محمد طیب صاحب حال پرنسپل مدرسہ عالیہ، مولانا فضل حق صاحب رام پوری، مولوی ظہور حسن صاحب، مولوی مجاہد الدین صاحب، مولوی فصیح الزماں خاں صاحب مرحوم مقرر کیے گئے۔ لیکن اس مسودہ میں ہر ایک جلد کی حالت علیحدہ درج نہیں بلکہ نام کتاب کے نیچے ہی تعداد نسخہ اور تعداد جلد کر دیا۔ اس مسودہ سے ایک اور نقشہ بطریق ذیل تیار کیا گیا۔

نام فن	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	زبان	قلمی یا چھاپہ	حوالہ جلد	تعداد نسخہ	نمبر نسخہ جات مکرر	تعداد صفحات	کیفیت

[ے اصل نسخہ میں "جگہ" ہے]۔ [* اصل نسخہ میں "کا" ہے۔]

تحریر حافظ احمد علی خاں شوق منصرم کتب خانہ ۱۹۰۳
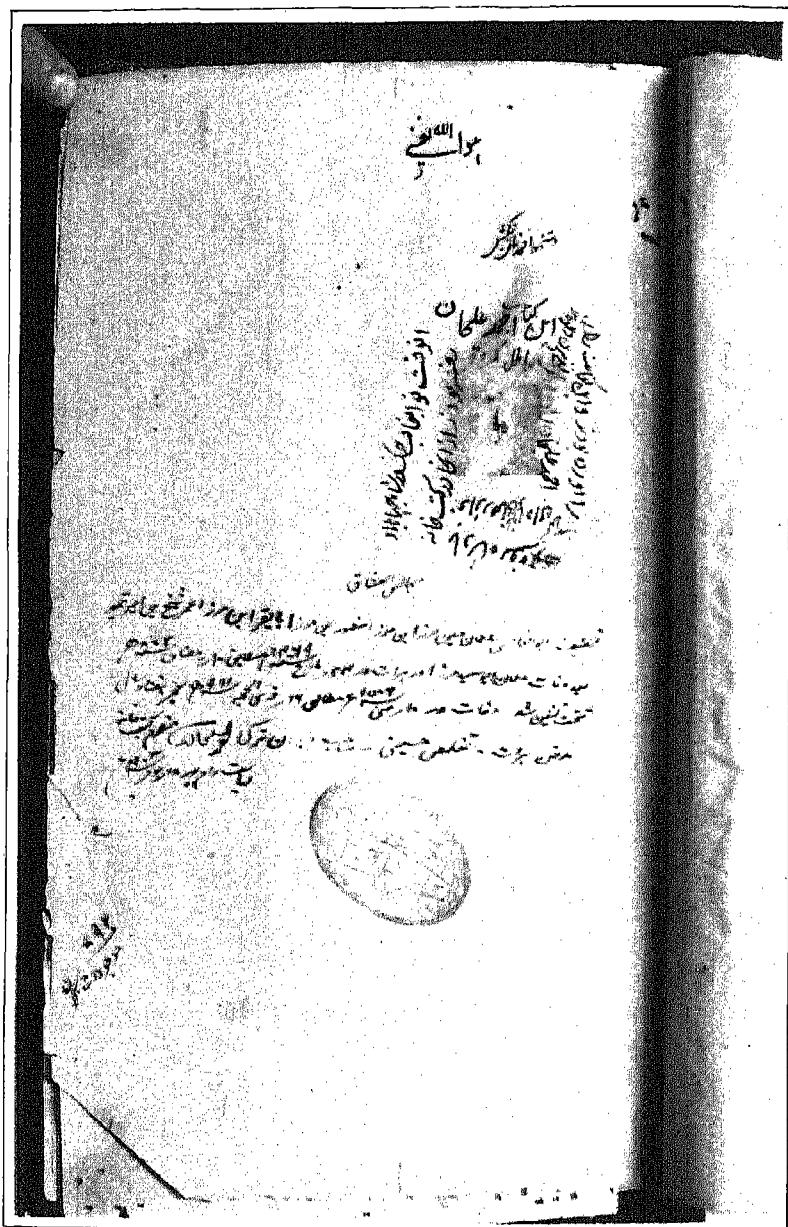
اوپر مہر اور تحریر احمد علی خاں بنگس والی ریاست فرخ آباد کی ہے ۔جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتاب بادشاہی کتب خانہ شاہ جہان آباد سے انہیں ملی تھی ۔

یہ دونوں طرح کے مسودے علمائے مذکورہ بالا نے تیار کر دیے اور اُس کے صلہ میں انعام اور سارٹیفکٹ عطا ہوئے۔ یہ مسودے آج تک کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ان کی صفائی اور تکمیل فہرست کی نوبت نہیں آئی۔

ابتدائی عہد حضور پر نور دام ملکہم میں رجسٹرارئی* کتب خانہ کے لقب سے مولوی عبید اللہ امرتسری ایک فاضل شخص ملازم ہوئے۔ انھوں نے ان مسودوں سے عربی، فارسی اور اردو کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں نقشہ ذیل کے موافق فن وار بنائیں اور ہر فن میں کتابوں کے نام بہ ترتیب حروف تہجی لکھے۔

۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
کیفیت	تعداد جلد ہا و نسخہ ہا	قلمی یا مطبوع	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار	نمبر موجودات سابق

اس فہرست میں خانہ ۶ میں ہر ایک کتاب کی جس قدر جلدیں اور نسخے ہیں وہ ایک ہی جگہ لکھ (دیں) ہیں۔ ان سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کون سی جلد ناقص ہے اور کون سی کامل۔ چنانچہ سوائے عربی زبان کے اب بھی فارسی اور اردو کی انھیں فہرستوں سے کام لیا جاتا ہے۔ ۱۸۹۷ء کو اس احقر مورخ کے تقرر کے بعد ترتیب فہرست کا پھر حکم ہوا۔ میں نے ذیل کے نقشہ کے موافق فہرست صرف عربی زبان کی فن وار تیار کی۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	تصنیف	قلمی یا مطبوع	تعداد صفحات	کیفیت

اس فہرست میں یہ انتظام کیا ہے کہ ہر ایک مجلد کتاب کی علیحدہ علیحدہ حالت دکھائی ہے اور خانۂ کیفیت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس جلد میں کہاں سے کہاں تک کے حالات ہیں اور اگر قلمی ہے تو کس شخص کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ جن جلدوں میں چند کتابیں مجلد تھیں اُن کو حتی الامکان علیحدہ کر دیا ہے۔ یہ فہرست ۱۹۰۲ء میں تیار ہو کر ۱۶ × ۱۲ انچ کی تقطیع پر ۷۳۲ صفحوں پر چھپ گئی ہے۔

اب میں فہرست فارسی بھی اسی عنوان پر تیار کر رہا ہوں اور اُس کے بعد

[سہ اصل نسخہ میں "دیں" ہے۔] [* اصل میں رجسٹراری ہے۔]

اردو کی فہرست بھی تیار ہوگی۔

انگریزی فہرست قدیم نہایت مشکوک و محکوک اور فن کے اعتبار سے بہت ہی غلط تھی۔ اُس کو میں نے اپنے ہاتھ سے تمام و کمال تیار کیا۔ انگریزی فہرست بھی فن وار تیار کی ہے اور نام مصنف کے ساتھ سنہ طبع اور مقام طبع کو بھی لکھا ہے اور ہر جلد کو علیحدہ علیحدہ نمبروں میں رکھا ہے۔

تعداد کتب موجودہ کتب خانہ

نام زبان	تعداد جلد	نام زبان	تعداد جلد
عربی	۵۱۶۰	سنسکرت	۳
فارسی	۴۲۵۳	پنجابی بخط فارسی	۱
اردو	۲۲۰۹	مرقع تصاویر	۱۵
ترکی	۴۸	انگریزی	۱۶۴۳
پشتو	۴۱	میزان جلد کتب	۱۳۳۹۶
بھاشا بخط فارسی	۱۶	تصاویر	۲۶۶
ناگری	۷	کتب موجودۂ گودام	۳۵۵۲

تصاویر اور کتابوں کی تعداد مجموعی ۱۳۶۶۲ ہوتی ہے اور کتب موجودہ گودام کو بھی شامل کر لیا جائے تو مجموعی تعداد ۱۷۲۱۸ ہوتی ہے۔ مگر گودام کی کتابیں ہمیشہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ گودام کی کتابوں (میں[1]) نواب فردوس مکان اور نواب خلد آشیاں کی تصانیف اور دیگر مصنفین کی کثیر التعداد کتابیں اور قرآن شریف وقفی وغیرہ ہیں۔ وقفی قرآن شریف ہمیشہ تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ نواب فردوس مکاں اور نواب عرش آشیاں کی تصانیف کے اکثر شائق بندگان اعلیٰ حضرت دام ملکہم سے خواستگار ہوتے ہیں اور وہ اُن کو ملتی ہیں۔ یا مثلاً ایک کتاب کے پانچسو نسخے مطبوعہ بنظر پرورش سرکار نے خرید لیئے وہ گودام میں رہتے ہیں اُن میں سے ایک جلد داخل کر دی جاتی ہے۔

[1 اصل نسخہ میں "کی" ہے۔]

سلاطینِ ماضیہ و امرا کے کتب خانوں کی کتابیں موجودہ کتب خانہ

اس کتب خانہ میں حلب، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، شاہ طہماسپ صفوی، شاہ عباس صفوی، سلطان بابر، عادل شاہ بیجاپوری، اکبر، شاہ جہاں، عالمگیر، احمد شاہ، نادر شاہ، عالمگیر ثانی۔ سلطان مظفر گجراتی، وزیر سعد اللہ خاں، محمد معظم خان خاناں، عبدالرحیم خانخاناں، نواب بہاول پور، آصف الدولہ، امجد علی شاہ، واجد علی شاہ، نواب احمد خاں بنگش، قطب الدولہ لکھنوی، راجہ ٹکیٹ رائے لکھنوی، کپتان بوڈم، انتون ایل وغیرہ کے کتب خانوں کی کتابیں موجود ہیں۔ تقریباً اسلامی دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں کے کتب خانہ کی کتابیں موجود نہ ہوں۔

مصنفین کے خاص ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں

اس کتب خانہ میں بہت سی وہ کتابیں بھی ہیں جو خود مصنفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ بہت سی وہ کتابیں ہیں جو مصنفین کے عہد میں لکھی گئی ہیں اور اس قسم کی بھی کتابیں ہیں جو بڑے بڑے مشہور علما کے زیر مطالعہ رہی ہیں اور انھوں نے تصحیح کی ہے۔ شاہ بابر کے ہاتھ کی ایک پوری لکھی ہوئی کتاب اور شاہ جہاں کے دست خاص کا ایک فرمان بھی موجود ہے۔

تصاویر کتب خانہ

اس کتب خانہ میں پندرہ جلدیں مرقعوں کی ہیں۔ ان کے علاوہ ۲۶۶ تصویریں علیحدہ ہیں۔ اکثر تصویریں ایسی ہیں کہ جن کا وجود دنیا میں اور کسی جگہ نہیں ہے مثلاً ڈاکٹر برنیر کی تصویر جو عہد شاہ جہاں میں آیا تھا اور عالمگیر کے زمانہ تک رہا۔ یہ شخص شاہ جہاں کے محلات کا معالج بھی تھا۔ اس کا لقب حکیم خان فرنگی تھا۔ اسی سال میں

اس تصویر کی ایک نقل حضور پُرنور دام ملکہم نے جنرل سٹیسن کو عنایت فرمائی اور وہ ولایت کو لے گئے۔ اس شخص نے ہندوستان کے متعلق جو تحریریں لکھی تھیں وہ انگریزی ہیں اور اردو میں چھپ چکی ہیں۔

مصارفِ کتب خانہ

اس رقم میں تنخواہِ ملازمین، خریدِ کتب، جلدبندی اور خریدِ اخبارات کے کُل مصارف داخل ہیں۔

سنہ	تعداد	[روپیہ — آنہ — پائی]
سنہ ۸۹ء ۱۸۹۰ء	للعمہ صہ ۸/۹	(۴۰۶۵ — ۸ — ۳)
سنہ ۹۰ء ۱۸۹۱ء	للعمہ یامہ عہ ۷/۳	(۴۳۱۸ — ۷ — ۳)
سنہ ۹۱ء ۱۸۹۲ء	سمہ یالہ سہ ۱/۸	(۶۱۶۱ — ۱ — ۸)
سنہ ۹۲ء ۱۸۹۳ء	للعمہ یالعہ ۵/۶	(۴۳۹۰ — ۵ — ۶)
سنہ ۹۳ء ۱۸۹۴ء	الہ لالہ معہ ۱۰/۷	(۱۷۷۱ — ۱۰ — ۷)
سنہ ۹۴ء ۱۸۹۵ء	للعمہ لعالعہ ۱۰/۱۱	(۴۹۹۶ — ۱۰ — ۱۱)
سنہ ۹۵ء ۱۸۹۶ء	للعمہ لامعہ ۹/۳	(۴۸۷۳ — ۹ — ۳)
سنہ ۹۶ء ۱۸۹۷ء	صمہ حامعہ ۱۵/۲	(۵۵۷۲ — ۱۵ — ۲)
سنہ ۹۷ء ۱۸۹۸ء	معہ لعاللعہ ۸/۶	(۷۹۴۳ — ۸ — ۶)
سنہ ۹۸ء ۱۸۹۹ء	لعمہ لاصہ ۱۰/۲	(۹۸۵۳ — ۱۰ — ۲)
سنہ ۹۹ء ۱۹۰۰ء	معہ لالہ عہ ۱۴/۶	(۸۸۱۱ — ۱۴ — ۶)
سنہ ۱۹۰۰ء ۱۹۰۱ء	معہ یاسہ ۱/۶	(۷۳۶۶ — ۱ — ۶)
سنہ ۱۹۰۱ء ۱۹۰۲ء	معہ یامعہ ۸/	(۷۳۱۷ — ۸ — ۰)
سنہ ۱۹۰۲ء ۱۹۰۳ء	معہ ماسہ ۳/۹	(۷۲۳۳ — ۳ — ۹)

سنہ ۱۹۰۳ء ۱۹۰۴ء	للعہ	(۷۷۵۰ — ۰ — ۰) بجٹ منظور شدہ سال رواں
میزان کل	للعہ ۳/ ۵	(۹۲۴۴۵ — ۳ — ۵)

ملازمان کتب خانہ

نام ملازم	تعداد تنخواہ	عہدہ	[روپیہ — آنہ]
احمد علی خاں مورخ تألیف ہذا	للعہ	منصرم کتب خانہ	(۴۵ ۰)
حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب	صہ	نگران کتب خانہ خاص	(۵۰ ۰)
منشی ممتاز احمد صاحب	عسہ	معاون منصرم	(۲۰ ۰)
مہدی علی خاں تحویلدار	عسہ	تحویلدار	(۲۰ ۰)
مولوی الٰہی بخش میرجان رقم »	عسہ	خوشنویس	(۲۰ ۰)
مرزا محمد علی کشمیری	عسہ	خوشنویس نسخ	(۲۰ ۰)
میر احمد حسن	معہ	خوشنویس	(۱۷ ۰)
حکیم سید محمد مرتضیٰ	صعہ	خوشنویس	(۱۵ ۰)
مرزا محمد باقر	صعہ	طلاساز	(۱۵ ۰)
منشی محمد علی خاں صاحب عرشی	صعہ	معاون رجسٹرار	(۱۵ ۰)
حکیم سعید الرحمٰن اہلمد	ععہ	اہلمد	(۱۲ ۰)
نظیر الدین خاں	ععہ	خوشنویس	(۱۲ ۰)
سید محمد	لہعہ	خوشنویس	(۱۱ ۰)
سید رضا حسن	عہ	خوشنویس	(۱۰ ۰)
منظہر علی خاں	عہ	خوشنویس	(۱۰ ۰)
مہدی مرزا	عہ	خوشنویس	(۱۰ ۰)
صغیر حسین	عہ	خوشنویس	(۱۰ ۰)

نام ملازم	تعداد تنخواہ	عہدہ	(روپیہ — آنہ)
شیدا علی خاں	معہ ر	اہلمد	(۷ ۰)
عاشق علی	سے ر	ورق گردان	(۶ ۰)
محمد شاہ خاں	صہر	صحاف	(۵ ۸)
نیاز محمد خاں	صہر	صحاف	(۵ ۰)
سید صفدر شاہ	صہر	صحاف	(۵ ۰)
حبیب الرحمٰن خاں	صہر	ورق گردان	(۵ ۰)
ارشاد علی خاں	صہر	ورق گردان	(۵ ۰)
سردار احمد خاں	للعہ	ورق گردان	(۴ ۸)
عبدالحکیم خاں	للعہ	ورق گردان	(۴ ۸)
محمد علی خاں	للعہ	چپراسی	(۴ ۸)
منیرالدین	للعہ	چپراسی	(۴ ۸)
چنا	للعہ ر	صفائی کتب خانہ	(۴ ۰)
ننھوا	للعہ ر	صفائی کتب خانہ	(۴ ۰)
سید ارتضیٰ حسین	صہ ر	رجسٹرار کتب خانہ	دوسرے صیغہ سے ان کو ۱۵ر (۱۵) روپے ملتے ہیں اور یہاں سے پانچ روپے ملتے ہیں۔ کام نہیں کرتے ہیں۔

حواشی

۱ــــ نواب حامد علی خاں ۲۹ رجب ۱۲۹۲ھ/ اگست ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ چودہ برس[۱۴] کی عمر میں ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۰۶ھ/ ۲۷ فروری ۱۸۸۹ء کو مسند نشین ہوئے۔ منشی امیر مینائی نے ــــ "گوہرِ تاجِ ریاست، ابرِ رحمت، ظلِ حق" ــــ سے تاریخ جلوس حاصل کی ہے۔ ۱۸۹۶ء میں اختیاراتِ کاملہ حاصل ہوئے۔ مشرقی و مغربی علوم سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے اور رشک تخلص کرتے تھے۔ امیر مینائی کے صاحبزادے صریر مینائی سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ دیوان رشک (اردو) کے دو مخطوطے رضا لائبریری میں موجود ہیں۔ ریاست رام پور کے حکمراں ہونے کے ساتھ حکومت برطانیہ ہند کے متعدد انتظامی امور میں معاونت کرتے تھے اور مسلمانوں کے قومی معاملات میں بھی گہری دلچسپی لیتے تھے۔ انھوں نے مارچ ۱۸۹۳ء سے دسمبر ۱۸۹۳ء تک عالمی سیاحت کی جس کی تفصیلات "مسیرِ حامدی" کے نام سے مولانا فرخی نے مرتب کیں اور مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۸۹۶ء میں دو حصوں میں شائع کیا۔ نواب حامد علی خاں کا انتقال ۱۹۳۰ء میں ہوا۔

ــــ اخبار الصنادید ۲/ ۳۰۲ ــ ۴۸۰

۲ــــ ڈپٹی علی حسن بلند شہر کے رہنے والے۔ رام پور آنے سے قبل برٹش گورنمنٹ میں ڈپٹی کلکٹر رہ چکے تھے۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۷ء سے ریونیو ممبر مقرر ہوئے۔ نواب مشتاق علی خاں کے عہد میں کونسل انتظامیہ ریاست رام پور کے ریونیو ممبر مقرر ہوئے۔ جنرل اعظم الدین خاں کے قتل کے بعد کونسل آف ریجینسی میں ریونیو ممبر رہے۔ ۲۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو "خان بہادر" کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۱ اپریل ۱۸۹۵ء کو بلند شہر میں تپ دق میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ ان کے انتقال کے بعد نواب محمد علی خاں رئیس جہانگیر آباد ریونیو ممبر مقرر کیے گئے۔

ــــ اخبار الصنادید ۲/ ۲۷۲، ۳۰۶، ۳۶۱

۳ــــ سر آکلنڈ کالون کی آمد ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ اس جلسۂ تشریف آوری کے موقع پر صاحبزادہ

محمد حمید الظفر خاں سکریٹری نے جلسے کی معزز شخصیات کا تعارف کرایا۔ بانکے بہاری لال پاٹھک نے کتب خانے اور اس کے نوادر کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری رجسٹرار نے ایک قصیدۂ فارسی اور امیر مینائی کے ایک قطعۂ تاریخ پیش کیا۔ بانکے بہاری لال پاٹھک نے کتب خانے سے متعلق جو تعارفی تقریر کی تھی وہ روئداد کتب خانہ ص ۱۸۔۲۲، قصیدۂ فارسی بسمل امرتسری ۲۲۔۲۴ اور امیر مینائی کا قطعۂ تاریخ ص ۲۵ پر شائع ہو چکے ہیں۔

۴۔ نواب حامد علی خاں بہادر کی کتاب خانہ آمد سنیچر ۱۰؍ دسمبر ۱۸۹۲ء کو نواب صاحب نے کتب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ بابو بانکے بہاری لال پاٹھک نے کتب خانے کے ملازمین کی طرف سے خطبۂ استقبالیہ پڑھا۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری رجسٹرار کتب خانہ نے قصیدۂ فارسی و منشی محمد امیر اللہ تسلیم لکھنوی نے قصائد مدحیہ پڑھے۔ اس کے بعد پنڈت ست نرائن کبیشر نے تعریفی کبت پڑھے۔ بانکے بہاری لال پاٹھک کا خطبۂ استقبالیہ، بسمل امرتسری کا قصیدۂ فارسی، امیر اللہ تسلیم لکھنوی کا قصیدۂ اردو اور پنڈت ست نرائن کا کبتِ مدحیہ شائع ہو چکا ہے۔ —— روئداد کتب خانہ مطبوعہ ۱۸۹۳ء

۵ —— جنرل اعظم الدین خاں جنرل اعظم الدین خاں ولد جلال الدین کا وطن نجیب آباد تھا، ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے، پرورش و پرداخت رام پور میں ان کے خالو سید اصغر علی خاں کے یہاں ہوئی۔ فارسی اور انگریزی سے واقف تھے۔ مزاج سپاہیانہ اور طرز معاشرت انگریزی تھی ۲۴؍ شعبان ۱۲۹۵ھ/ ۲۴؍ اگست ۱۸۷۸ء کو سید اصغر علی کے انتقال کے بعد جو فوج کے افسر اعلیٰ تھے اور جنرل کہلاتے تھے، ان کو ڈیڑھ سو روپے ماہوار کے مشاہرہ پر جنرل مقرر کیا گیا، پھر ۲۰؍ اگست ۱۸۷۹ء کو پچاس روپیہ اضافہ کے ساتھ سفارت کا اضافی کام بھی دیا گیا۔ نواب سید مشتاق علی خاں نے دو ہزار کے مشاہرہ پر مدارالمہام مقرر کیا اور ۳؍ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ/ ۳؍ اپریل ۱۸۹۱ء کو قتل کر دیئے گئے۔ کتب خانے کے سلسلے میں انھوں نے جو بنیادی کام کیا وہ یہ ہے کہ کتب خانے کا باقاعدہ نقشہ بنوا کر عمارت بنوائی اور نواب کلب علی خاں کے دربار سے جو اہلِ علم وابستہ تھے، دربار کے خاتمے کے بعد ان کو کتب خانے میں ترتیبِ کتب اور فہرست کے کام پر لگا دیا۔ جنرل کی تحریک پر مولوی نثار علی نے تواریخ عجیبہ تالیف کی۔
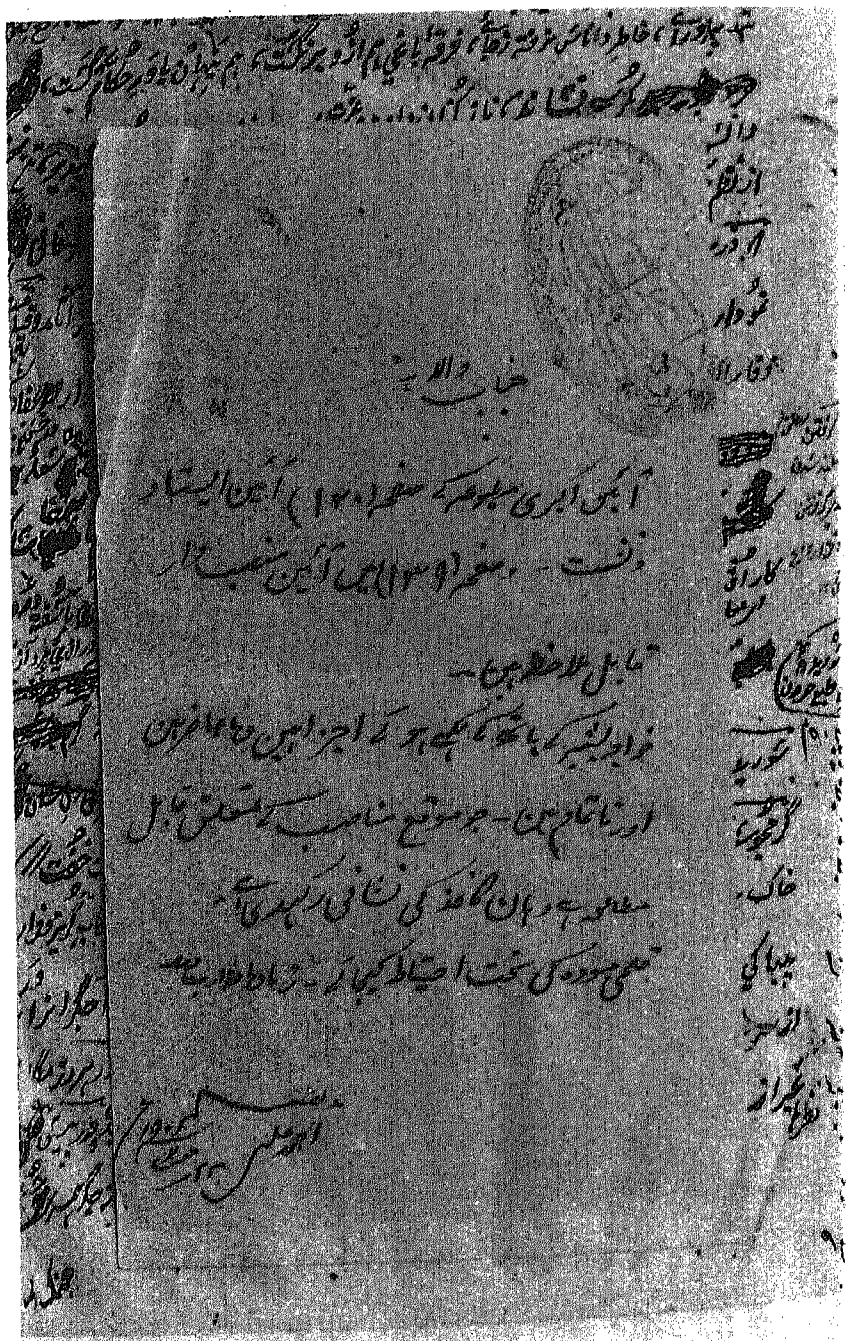
۔اخبار الصنادید ۲/ ۹۷، ۲۷۱، ۳۱۸

— میجر ونسنٹ کی آمد ۲۹ جون ۱۸۹۱ء کو میجر ایچ ۔ ای ۔ ونسنٹ صاحب بہادر منجانب لوکل گورنمنٹ کونسل ریاست کے صدر مقرر ہوتے ۔ انھوں نے پنڈت بانکے بہاری لال پاٹھک کو عبدالرحیم خاں منصرم کے انتقال کے بعد محکمہ کی سر دفتری اور کتب خانے کے منصرم کا عہدہ تفویض کیا۔ کتب خانے کی عمارت کا افتتاح ۳۱ مارچ ۱۸۹۲ء/ یکم رمضان ۱۳۰۹ھ کو باضابطہ طور پر ہوا۔ اس افتتاحیہ تقریب میں سب سے پہلے بانکے بہاری لال نے سر دفتر و منصرم کتب خانہ کی حیثیت سے انگریزی میں خطبہ استقبالیہ پڑھا اور مولوی عبیداللہ بسمل امرتسری رجسٹرار نے کارکنان کتب خانہ کی طرف سے اردو میں خطاب کیا۔ ملازمین کتب خانہ نے صاحب بہادر کو تحفے تحائف پیش کیے۔ منصرم کتب خانہ نے انگریزی میں کتب خانے کا دستور العمل بھی پڑھ کر سنا۔ اس تقریب کی تمام تفصیلات روئداد کتب خانہ مطبوعہ مطبع سرکاری رام پور مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھیں۔

۷— حکیم اجمل خاں (۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء — ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) ولد حکیم محمود خاں حکیم اجمل خاں کی شخصیت اپنے دور کی ایک نمایاں شخصیت تھی۔ ان کی ولادت دہلی میں ہوئی اور علوم متداولہ کی تعلیم بھی انھوں نے دہلی میں حاصل کی۔ طب خاص میدان تھا۔ یہ فن ان کو وراثت میں ملا تھا۔ طب کے علاوہ ادب سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ اردو۔ فارسی اور عربی میں کبھی کبھی کلام موزوں کر لیا کرتے تھے۔ ان کا تخلص شیدا تھا۔ ان کی تصانیف کی تعداد بھی بہت ہے جن میں چند یہ ہیں:

الساعاتیہ — القول المرغوب فی الماء المشروب — ازالۃ المحن عن اکسیر البدن — التحفہ الحامدیہ فی الصناعۃ التکلیسیہ — مقدمۃ اللغات الطبیہ — حاشیہ شرح اسباب تا بحث سرسام (ناتمام) — الطاعون وغیرہ۔

حکیم صاحب ایک عرصے تک ریاست رام پور میں مقیم رہے۔ ان کا تقرر کتب خانے میں ۸ جون ۱۸۹۶ء کو ہوا۔ وہ سرکاری طبیب بھی تھے۔ انھوں نے رضا لائبریری کے حسن انتظام میں بڑا اہم رول ادا کیا۔ ان کی کوششوں سے اس لائبریری میں طب کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع ہوا۔ ان ہی کے زمانے میں کتب خانے کی عربی مطبوعات و مخطوطات کی فہرست پہلی بار شائع

ہوئی۔ ان کا انتقال ۳ رجب ۱۳۴۶ھ/ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۷ء کو رام پور میں ہوا لیکن تدفین دہلی میں ہوئی۔

۸۔ مہدی علی خاں (م ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء) ولد بلند خاں ممتاز اور آرام تخلص تھا۔ امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ رضا لائبریری (اس وقت اسٹیٹ لائبریری) میں تحویلدار کے عہدے سے ملازمت کا آغاز کیا اور بہت جلد پوری لائبریری کے ذخیرہ سے واقفیت حاصل کر لی۔ مہدی علی خاں کے حسن انتظام کی مولانا شبلی، ذکاء اللہ دہلوی، اکبر الہ آبادی، مولانا حالی اور امیر مینائی وغیرہ نے کافی تعریفیں کی ہیں۔ مہدی علی خاں دو کتابوں کے مؤلف ہیں (۱) تاریخ لطیف اور (۲) مجموعہ رباعیات ــــ ان کے علاوہ وہ بے شمار کتابوں کے مرتب ہیں۔ تاریخ لطیف کی تلخیص نگار رام پور جولائی ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

شرح حال اور فہرست مرتبات کے لیے ملاحظہ کریں:

ــــ نگار رام پور جولائی ۱۹۶۳ء مدیر اکبر علی خاں

ــــ فہرست مخطوطات اردو ــــ رضا لائبریری جرنل ۲، ۱۹۹۵ء

ــــ انتخاب یادگار، ۲۴۸

۹۔ بانکے بہاری لال پاٹھک: پاٹھک کا تقرر ۲۱ ستمبر ۱۸۹۱ء کے اجلاس میں کیا گیا تھا حکم نامے کا متن یوں ہے:

"حسب تحریک صاحب پریذیڈنٹ بہادر بہ اتفاق رائے ممبران کونسل تجویز ہوئی کہ بابو بانکے بہاری لعل پاٹھک بہ مشاہرہ پچاس روپیہ ماہوار ہیڈ کلرک اجلاس صاحب پریذیڈنٹ بہادر مقرر کیے جاویں اور منصرم کتب خانہ کی خدمات بھی ان سے متعلق کیے جاویں اور اس خدمت کی بابت تیس روپے ماہوار مد کتب خانے سے تنخواہ دی جائے۔"

ــــ سرکاری گزٹ رام پور جلد ۳ نمبر ۴۱ ص ۲

بابت ۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء/ ۲۳ صفر ۱۳۰۹ھ

حکم اجلاس کامل واقع ۱۲ مئی ۱۸۹۲ء

"حسب تحریک صاحب ریونیو ممبر بہادر بالاتفاق کونسل سے تجویز ہوا کہ بابو بانکے بہاری لعل

پاٹھک منصرم کتب خانہ نے آراستگی کتب خانہ میں بہت محنت کی ہے۔ لہٰذا ان کی تنخواہ میں یکم مئی سنہ حال سے دس روپیہ ماہوار کا صیغہ کتب خانہ سے اضافہ کیا جاوے۔"

— سرکاری گزٹ نمبر ۲۱ جلد ۴

۲۳ مئی ۱۸۹۲ء ص ۲

۱۰— مولوی سید محمد شاہ محدث رام پوری (م ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) ولد میاں حسن شاہ محدث تقریباً ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حدیث شریف کے مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ نتیجے میں اس موضوع کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں۔ مختلف شہروں کی سیاحت کی اور جہاں گئے وہاں مدفون بزرگان دین کی قبروں پر فاتحہ خوانی کی۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی کی کوشش سے نواب کلب علی خاں کے عہد میں مدرسۂ عالیہ سے آپ کا تعلق ہوگیا۔ پچاس برس تک حدیث پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ بے شمار طالب علموں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ بحرالعلم شرح عین العلم (اردو) آپ کی تصنیف ہے جو نواب علی محمد خاں والی ٹونک کی فرمائش پر لکھی گئی اور ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں ۶۸۰ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ — تذکرۂ کاملانِ رام پور، ۳۵۷

۱۱— عبیداللہ بسمل امرتسری ولد مظہر جمال۔ ۱۸۵۲ء/۱۲۶۹ھ میں گورداس پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے علم الطب میں مہارت حاصل کی اور طبابت شروع کی۔ طب میں مزید استعداد بہم پہنچانے کے لیے بمبئی چلے گئے۔ وہاں مقیم پارسیوں سے فارسی زبان میں مہارت حاصل کی۔ وہاں سے واپسی پر حیدرآباد دکن، بھوپال اور رام پور کے کتب خانوں میں عربی اور فارسی کی اہم کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آخر قادیان میں مقیم ہوئے اور مرزا غلام احمد کے مرید ہوئے۔ قادیان میں ہی ۲۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کو فوت ہوئے۔ کچھ عرصہ رام پور رضا لائبریری میں رجسٹر طراز کے عہدے پر بھی کام کیا۔

تصانیف: اردو اور فارسی میں ان کی درج ذیل تصانیف ملتی ہیں۔ اتالیق فارسی، ترجمان پارسی، حیاتِ بسمل، مرآۃ الاسلام، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، مدوجزرِ اسلام، ارحج المطالب اور حق الیقین وغیرہ۔ — پاکستان میں فارسی ادب ۵/۱۴۹

از ظہور الدین احمد لاہور۔ ۱۹۶۰ء

۱۲— اس سلسلے میں ایک حکم جاری ہوا تھا جو یہ ہے :
مساکین، مفلس طلبا، کو قرآن مجید کتب خانۂ سرکاری سے دیئے جاتے ہیں جن پر کتب خانہ کی م
ہوتی ہے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ سب لوگ تلاوت کرتے ہیں یا قرآن مجید کا ہدیہ کر ڈالتے ہیں۔ لہٰذ
عام اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی کتب فروش ایسی جلد کلام مجید کی جن پر مہر کتب خانہ سرکار
کی لگی ہو نہ خریدے۔ — سرکاری گزٹ جلد ۸ نمبر ۴۵
۷ ار نومبر ۱۸۹۶ء ص ۲

۱۳— برنیر (۱۶۲۵ء — ۱۶۸۸ء) ایک فرانسیسی طبیب جو سند حاصل کرنے کے بعد دہلی آیا اور
شاہ جہاں کا طبیب بن گیا۔ اس نے اپنے بارہ سال قیام ہندوستان کے زمانے میں جو کچھ دیکھا
اور جہاں جہاں کی سیر و سیاحت کی ان سب کی تفصیل اپنے سفرنامے میں نہایت دل چسپ
انداز میں پیش کی ہے۔ اس سفرنامے کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ رضا لائبریری میں اس کی
ایک قلمی تصویر موجود ہے۔ — تمدن عرب ، ۱۹۲

کتابیات

اردو

کتاب کا نام	مصنف/مؤلف/مترجم/شارح	مطبع/کتاب خانہ
آئینِ سپاہ (قلمی)	—	رام پور رضا لائبریری رام پور
ابرِ کرم (مثنوی)	امیر مینائی	مطبع نظامی کان پور ۱۲۸۹ھ ؛ مطبع تاج المطابع مصطفےٰ آباد رام پور ربیع الاول ۱۲۹۴ھ، با نظرِ ثانی
اثاثۂ منصور	سید نذر الحسن قادری	مکتبہ قادری رام پور، ۱۹۷۳ء
اخبار الصنادید (جلد اول)	نجم الغنی خاں	مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۹۱۸ء
اخبار الصنادید (جلد دوم)	نجم الغنی خاں	مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۹۱۸ء
ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ	ڈاکٹر سید عبد اللہ	انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی، ۱۹۹۲ء
اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (جلد ۵)	—	دانش گاہِ پنجاب لاہور
اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (جلد ۸)	—	〃 〃
اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (جلد ۱۱)	—	〃 〃
اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ	ایوب قادری	مطبوعہ ۱۹۸۸ء
اطبائے عہدِ مغلیہ	کوثر چاند پوری	مشہور لیتھو آفسیٹ پریس کراچی ۱۹۶۰ء
افادۂ تاریخ	سید ضامن علی جلآل لکھنوی	مطبع جعفری لکھنؤ، ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء
امیر اللغات (جلد اول)	امیر مینائی	مطبع مفید عام آگرہ، ۱۸۹۱ء
امیر اللغات (جلد دوم)	امیر مینائی	مطبع مفید عام آگرہ، ۱۸۹۲ء
امیر اللہ تسلیم حیات و شاعری	ڈاکٹر فضل امام	الہ آباد ، ۱۹۷۴ء
انتخابِ کلامِ منیر شکوہ آبادی	مرتبہ ریاض الدین	اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۸۲ء

— انتخابِ منصور — مرتبہ سید نذر الحسن قادری — مکتبہ قادری رام پور ، ۱۹۷۰ء

— انتخابِ یادگار — امیر مینائی — مطبع تاج المطابع رام پور، ۱۲۹۷ء ؛ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ (عکسی اشاعت) ۱۹۸۲ء

— انوار الرحمٰن لتنویر الجنان — نور اللہ بن محمد مقیم الدین — لکھنؤ ، ۱۲۸۷ھ

— اوراق ماتم تسلیم معروف بہ یادگارِ تسلیم — محمد اسمٰعیل صبر رام پوری — (مطبوعہ) ـــــ سال ندارد

— بحر الفصاحت — نجم الغنی خان — مطبع منشی نولکشور، ۱۹۱۷ء بانظرِ ثانی

— البرامکہ — محمد عبد الرزاق کان پوری — نامی پریس کان پور، ۱۸۹۷ء

— بلبل نغمہ سنج (قلمی) — نواب کلب علی خاں — رضا لائبریری رام پور نمبر ۲۹۸-۲۹۹

— تاج المدائح (قلمی) — انوار حسین تسلیم سہسوانی — رضا لائبریری رام پور نمبر ۲۹۷۱

— تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند (جلد ۴) — ـــــ — پنجاب یونیورسٹی لاہور ، ۱۹۷۱ء

— ״ ״ ״ (جلد ۵) — ـــــ — پنجاب یونیورسٹی لاہور، فروری ۱۹۷۲ء

— تاریخِ امروہہ — محمود احمد الہاشمی العباسی — تجلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۔ تاریخ اشاعت ندارد

— تاریخِ بدیع — امیر اللہ تسلیم لکھنوی — مطبع حسنی رام پور ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء ؛ افتخار عالم پریس رام پور ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء

— تاریخ الحکما — جمال الدین قفطی — مترجم: ڈاکٹر غلام جیلانی برق — انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۴۵ء، بار اول

— تاریخِ رام پور — بلاقی داس — مطبوعہ، سال اشاعت ندارد

— تاریخ روہیل کھنڈ — خداداد خاں — مرتضی پریس رام پور ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۸ء

— تاریخ سنہ الاولیاء (جلد ۱) — مطبوعہ

— تاریخ کٹھیر روہیل کھنڈ — حاجی خداداد خاں — مرتضی پریس رام پور ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۹ء

— تاریخی مطالعے — پروفیسر نذیر احمد — سرفراز قومی پریس لکھنؤ فروری ۱۹۵۴ء ، بار اول

— تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلما — سید محمد حسین نوگانوی — جید برقی پریس دہلی ، سال ندارد

— تذکرۂ علمائے ہند (اردو ترجمہ) مصنفہ : رحمان علی — مترجم: ایوب قادری — پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء بار اول

کتاب	مصنف / مترجم	مطبع / مقام
تذکرہ کاملانِ رام پور	حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری	خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ (عکسی اشاعت مع اضافات) ۱۹۸۶ء
تذکرہ کاملانِ رام پور (ع۔ی)	حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری	خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ (پروف کاپی) سال ندارد
تذکرۂ کلیم (قلمی)		رضا لائبریری رام پور نمبر ۱۷۸۷
ترجمۂ اردو عیون الانباء فی طبقات الاطباء (جلد ۱)		مطبوعہ —— دہلی
ترجمۂ اردو مقامات مولانا روم صاحب معروف بہ مناقب العارفین	مترجم: حافظ احمد علی خاں شوق	مطبع احمدی رام پور۔ جون ۱۹۲۱ء
ترجمۂ بوستانِ خیال (قلمی)	مترجم: محسن علی معروف بہ آغا جو	رضا لائبریری رام پور نمبر ۳۱۱
ترجمۂ سفر ابن جبیر اندلسی	مترجم: حافظ احمد علی خاں شوق	مطبع احمدی رام پور۔ سال ندارد
ترجمۂ سفرنامۂ شاہ ایران (جلد ۱)	مترجم: ابوالحمید فرخی	مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
ترجمۂ شرح وقایہ (قلمی)	مترجم: محسن علی معروف بہ آغا جو	رضا لائبریری رام پور
تصویر مشاعرہ (گلدستہ)	——	مطبع سعیدی رام پور ۱۹۰۷۔۱۹۰۸ء
تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور	منظور احسن عباسی	لاہور ۱۹۶۴ء
تمدنِ عرب (جلد ۱)	تالیف: ڈاکٹر گستاولی بان مترجم: سید علی بلگرامی	مفید عام آگرہ۔ ۱۸۹۸ء
توقیع سخن	نواب کلب علی خاں	مطبع تاج المطابع مصطفیٰ آباد رام پور ۱۲۹۷ھ
حکمائے اسلام	مولانا عبدالسلام ندوی	مطبع معارف اعظم گڑھ۔ ۱۹۵۳ء
حیاتِ جاودانی	عرش گیاوی شاگرد تسلیم	اردو پریس علی گڑھ۔ سال ندارد
حیات حافظ رحمت خاں	سید الطاف علی بریلوی	مطبوعہ ۱۹۳۳ء
خلیفہ ہارون الرشید اور اس کا عہد	رئیس احمد جعفری ندوی	مقبول اکیڈمی لاہور۔ ۱۹۶۰ء
دربارِ حسینی معروف بہ چراغ المجالس	افضل حسین ثابت لکھنوی	مطبع اثنا عشری دہلی۔ سال ندارد

— درۃ الانتخاب — نواب کلب علی خاں — تاج المطابع مصطفےٰ آباد رام پور شعبان ۱۲۹۵ھ

— دستنبوئے خاقانی — نواب کلب علی خاں — تاج المطابع مصطفےٰ آباد رام پور شعبان ۱۲۹۵ھ

— ذکر ملاقات جناب نواب کلب علی خاں بہادر والیِ رام پور با شاہزادہ ڈیوک آف اڈن برا بہادر بہ مقام دربار آگرہ — ——— — مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۰ء

— رسالہ بسیط (قلمی) — محسن علی معروف بہ آغا جو — رضا لائبریری رام پور نمبر ۲۶۰

— رسائل — مولانا شبلی نعمانی — مطبع العلوم علی گڑھ ۱۸۹۸ء

— رضا لائبریری کی علمی وراثت — مرتب: ڈاکٹر سید حسن عباس — رضا لائبریری رام پور ۱۹۹۶ء

— روداد کتب خانہ — ——— — مطبع سرکاری رام پور ۱۸۹۳ء

— سرچشمۂ رحمت — حسیب الدین احمد سوزاں — مطبع مرتضوی [۱۲۹۵ھ]

— سرکاری گزٹ رام پور — ج ۱ ش ۱۶ — بابت ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۹ء / ۱۸ صفر ۱۳۰۷ھ

— 〃 〃 〃 — ج ۳ ش — بابت ۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء / ۲۳ صفر ۱۳۰۹ھ

— 〃 〃 〃 — ——— — بابت ۲۳ مئی ۱۸۹۲ء

— 〃 〃 〃 — ج ۸ ش ۴۵ — بابت ۹ نومبر ۱۸۹۶ء

— سنبلستان خیال (قلمی) — امیر اللہ تسلیم — رضا لائبریری رام پور

— شعرائے اردو کے تذکرے — ڈاکٹر حنیف نقوی — نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۷۶ء

— شہنشاہ جرمنی کا سفر قسطنطنیہ — مترجم: حافظ احمد علی خاں شوقؔ — مطبع احمدی رام پور مارچ ۱۸۹۹ء

— صحیفۂ خوشنویسان — احترام الدین شاغل عثمانی — انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ ۱۹۶۳ء

— طب اسلامی برصغیر میں — مرتبہ: عابد رضا بیدار — ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ ۱۹۸۹ء

— [مقالہ: حکیم علوی خاں کی تالیفات کا تحقیقی جائزہ — از نظام الدین احمد کاظمی]

— [مقالہ: فصول فیض اللہ خانی — از حکیم محمد حسین خاں شفا]

— علم و عمل یعنی وقائع عبدالقادر خانی — مترجم: ایوب قادری — ایجوکیشنل پریس کراچی، ۱۹۶۰ء

— غزانامۂ مسعود — مترجم: عنایت حسین — مطبع نظامی کان پور، ۱۲۸۷ھ

— فسانۂ عشق (قلمی) — سید عابد علی — رضا لائبریری رام پور۔ نمبر ۲۹۶

— الفہرست ابن الندیم — ترجمہ: محمد اسحٰق بھٹی — ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع ثانی ۱۹۹۰ء

— فہرست کتب عربی موجودۂ کتب خانہ ریاست رام پور (جلد ۱) — ——— — مطبوعہ ۱۹۰۲ء

— 〃 〃 (جلد ۲) حصہ اول — ——— — مطبع سرکاری رام پور، ۱۹۲۸ء

— 〃 〃 (جلد ۳) — ——— — ———مطبوعہ———

— فہرست مخطوطات اردو (جلد ۱) — مولانا امتیاز علی عرشی — رام پور، ۱۹۶۶ء

— قاموس المشاہیر (جلد ۱) — نظامی بدایونی — نظامی پریس بدایوں، ۱۹۲۴ء

— قاموس المشاہیر (جلد ۲) — نظامی بدایونی — نظامی پریس بدایوں، ۱۹۲۶ء

— قانون سرسری دستور العمل — ——— — مطبع حسنی رام پور ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء

— قصیدۂ مدحیہ تسلیم (قلمی) — امیر اللہ تسلیم — رضا لائبریری رام پور

— گلستان مسرت (قلمی) — محمد امیر خاں بین کار — رضا لائبریری رام پور، نمبر ۳۹۴، ۳۹۵

— المامون — مولانا شبلی نعمانی — مطبع مفید عام آگرہ، ۱۸۸۹ء

— مثنوی فریاد داغ — مرتبہ تمکین کاظمی — حیدر آباد ۱۹۵۶ء و لاہور ۱۹۵۷ء

— مجمع الکرامات — مترجم: حامد حسن قادری — رام پور، ۱۹۵۰ء

— مخزن المعانی ترجمہ زبان افغانی — مترجم: سید مشتاق احمد — مطبع خورشید ہند مراد آباد ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء

— مستغنی التواریخ (قلمی) — علی نقی معروف بہ آغا غنی — رضا لائبریری رام پور

— مسدس بے نظیر — مرتبہ محمد علی آثر رام پوری — اسٹیٹ پریس رام پور، ۱۹۵۰ء طبع اول

— مشاہیر ادب یونانی (قدیم دور) — محمد سلیم الرحمٰن — لاہور ۱۹۹۲ء

— مشاہیر عالم — ماسٹر عبد اللہ خاں — مطبوعہ

— مضامین رفیع — نواب کلب علی خاں — تاج المطابع مصطفیٰ آباد رام پور ۱۳۰۱ھ

— مغرب سے نثری تراجم — ڈاکٹر مرزا حامد بیگ — مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

— مفید الشعرا — سید ضامن علی جلال لکھنوی — مطبع گلزار محمدی، ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء

— مقالاتِ منتخبہ (جلد ۲) — باہتمام ڈاکٹر محمد بشیر حسین — لاہور، ۱۹۷۰ء

— مقالہ: فارسی ادب کی تاریخ از حافظ احمد علی خاں شوق ص ۷۱۴ — ۷۲۴

— مقام ملا فقیر — شبیر حسن خاں — رام پور، ۱۹۹۱ء

— منیر شکوہ آبادی (سوانح حیات و کلام پر تبصرہ) — ڈاکٹر زہرہ بیگم یاسمین — نسیم بکڈپو لکھنؤ، ۱۹۷۰ء بار اول

— نذرِ ذاکر — مرتبہ: مالک رام — برٹی آرٹ پریس نئی دہلی ۱۹۶۸ء

نشید خسروانی — نواب کلب علی خاں — مطبع تاج المطابع مصطفیٰ آباد رام پور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء

— نصیحۃ المریدین فی آداب المرشدین — محمد عبدالمجید — مطبع انوار محمدی لکھنؤ۔ سال ندارد

— نواب دوندے خاں — سید الطاف علی بریلوی — مطبوعہ

— الہارون — مرتبہ و مؤلفہ: مصباح الدین رہتکی — قومی پریس دہلی، ۱۳۱۹ھ

فارسی

— انشائے عظیم (قلمی) — مرتبہ: محمد عظیم الدین — رضا لائبریری رام پور، نمبرہ ۲۹۷

— انوار العارفین — حافظ محمد حسین مرادآبادی — مطبع صدیقی بریلی، ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

— تاجِ فرخی — نواب کلب علی خاں — مطبع تاج المطابع رام پور، ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء

— تاریخ ادبیات در ایران (جلد ۱) — ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا — تہران۔ ایران انتشارات ابن سینا طبع چہارم

— تاریخ تذکرہ ہای فارسی (جلد ۱) — احمد گلچین معانی — انتشارات کتاب خانہ سنائی تہران ۱۳۶۳ شمسی، باردوم

— تاریخ تذکرہ ہای فارسی (جلد ۲) — احمد گلچین معانی — ״ ״ ״ ״

— تاریخ چین وختا (قلمی) — نواب کلب علی خاں — رضا لائبریری رام پور

ـــ تاریخ مختصر خط و سیر خوشنویسی در ایران	علی راہجیری	چاپ مشعل آزادی تہران
ـــ تاریخ نویسی فارسی در ہند و پاکستان	ڈاکٹر آفتاب اصغر	خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران لاہور، ۱۳۶۴ شمسی
ـــ تذکرۂ خوشنویسان	غلام محمد ہفت قلمی بہ تصحیح: محمد ہدایت حسین	مطبع بپٹسٹ مشن کلکتہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء
ـــ تذکرۂ شعرائے پنجاب	خواجہ عبدالرشید	فالکن پریس لاہور ۱۹۸۱ء طبع دوم
ـــ تذکرۃ الکاتبین	غلام محمد ہفت قلمی بہ تصحیح: ڈاکٹر سید حسن عباس	رضا لائبری رام پور، ۱۹۹۷ء
ـــ تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان	ڈاکٹر علی رضا نقوی	انتشارات علمی تہران، ۱۹۶۴ء
ـــ تذکرۂ ہندی	غلام ہمدانی مصحفی	اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۵ء
ـــ ترانۂ خیال	بی بی قمرن جان مشتری	مطبع سید عابد علی لکھنؤ ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء
ـــ ترانۂ غم	نواب کلب علی خاں	مطبع حسینی رام پور، ۱۲۸۹ھ
ـــ ترجمہ ہائے متون فارسی بزبانہای پاکستانی	اختر راہی	مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
ـــ تین تذکرے	مرتبہ: پروفیسر نثار احمد فاروقی	کوہ نور پریس دہلی، ۱۹۶۸ء
ـــ دستور العمل خرید نیشکر (قلمی)	میر عوض علی عادل ملیح آبادی	رضا لائبریری رام پور، نمبر ۱۸۰۸ای
ـــ دستور الفصاحت	احمد علی یکتا بہ تصحیح: امتیاز علی عرشی	ہندوستان پریس رام پور، ۱۹۴۳ء
ـــ دو ہمعصر فارسی شعرا (قلاش و منصور)	مرتبہ: سید نذر الحسن قادری	اس کا مسودہ قادری صاحب کے پاس موجود ہے
ـــ دیوان قلاش	عبدالرحمٰن ملقب بہ زند علی شاہ	مطبع سرکاری رام پور، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
ـــ دیوان مہر رام پوری (قلمی)	سید مہربان علی	رضا لائبریری رام پور، نمبر ۳۸۳۶
ـــ ریاض الفصحا	غلام ہمدانی مصحفی	جامعہ برقی پریس دہلی ۱۹۳۴ء
ـــ ریاضِ قدرت (قلمی)	محمد قدرت حسین	رضا لائبریری رام پور

- سفرنامۂ مخلص — آنندرام مخلص، بہ تصحیح: ڈاکٹر سید اظہر علی — ہندوستان پریس، رام پور، ۱۹۴۶ء
- شگوفۂ خسروی — نواب کلب علی خاں — رئیس المطابع مصطفےٰ آباد رام پور ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء
- شوکت خسروی — صابر حسین صبا سہسوانی — مطبع انوار محمدی ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء
- صبحِ گلشن — نواب علی حسن خاں بہادر — مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۵ھ
- صد پند لقمان (قلمی) — بخط میر علی الکاتب — رضا لائبریری رام پور
- طبقات الشعرا — مصنفہ: قدرت اللہ شوق، بہ تصحیح: پروفیسر نثار احمد فاروقی — مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۸ء
- عذب البیان — محمد حسین کھماچی — مطبع آگرہ اخبار آگرہ، ۱۹۲۴ء
- فرہنگ ادبیات فارسی — ڈاکٹر زہرا خانلری کیا — انتشارات بنیاد فرہنگ ایران تہران - ۱۳۴۸ شمسی
- فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان (جلد ۱۰) — احمد منزوی — مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء
- فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانۂ رضا (جلد ۱) — —— — رضا لائبریری رام پور، ۱۹۹۶ء
- قصائد ہمایوں (قلمی) — سید کرامت علی ہما بنارسی — رضا لائبریری رام پور
- قصیدۂ یکتا (قلمی) — سید حیدر حسین عرف میرزا کی متخلص بہ یکتا — رضا لائبریری رام پور
- قندیلِ حرم — نواب کلب علی خاں — مطبع حسینی رام پور، ۱۲۸۹ھ
- گلبن اکبر (قلمی) — محمد عثمان خاں قیس رام پوری — رضا لائبریری رام پور
- گلدستۂ محامد (قلمی) — محمد جعفر خیرآبادی — رضا لائبریری رام پور، نمبر ۲۹۵۰
- گلشنِ فیوض (قلمی) — حکیم سید نثار علی — رضا لائبریری رام پور، نمبر ۱۴۵ ب
- مثنوی توشۂ راہ — انور امرتسری — مطبع کوہ نور لاہور، ۱۸۷۴ء

__ مثنوی حسن وعشق — احمد خاں صوفی — مطبع مفید عام آگرہ آباد ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء

__ مثنوی گلشن اقبال — انور امرتسری — مطبع وکیل ہند امرتسر صفر ۱۲۹۴ھ/۱۸۸۷ء

__ مجموعۂ اخلاق (قلمی) — سید کرامت علی ہما بنارسی — رضا لائبریری رام پور نمبر ۲۹۴۲

عربی

__ تفسیر سورۂ یوسف بے نقط (قلمی) — صاحبزادہ سید علی عباس خاں — رضا لائبریری رام پور

__ جُنگ مسائل — " " "

__ شرح الحاشیۃ الزاہدیہ — مولانا عبدالحق خیرآبادی — مطبع نظامی رام پور ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء

رسائل وجرائد - (اردو - فارسی)

__ خدا بخش لائبریری جرنل — شمارہ ۸۶ — ۸۴ — ۱۹۹۳ء — خدا بخش لائبریری پٹنہ

__ رضا لائبریری جرنل — شمارہ ۲ — ۱۹۹۵ء — رضا لائبریری رام پور

مقالہ: اردو صحافت کے فروغ میں رام پور کا حصہ — انیسویں صدی کے آخر تک

از: ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری

__ رضا لائبریری جرنل — شمارہ ۳ — ۱۹۹۶ء — رضا لائبریری رام پور

[مقالہ: تذکرۂ شجاعان روہیل کھنڈ — از: دلدار نصری]

[مقالہ: حیات امیر مینائی — کچھ نئے مآخذ — از: ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی]

__ دانش اسلام آباد (پاکستان) — شمارہ ۴ — ۱۴۰۶ھ

[مقالہ: رضا لائبریری میں میر علی الکاتب السلطانی کی تحریریں]

از: حکیم محمد حسین خاں شفا

__ ضیاءِ وجیہ (ماہنامہ) — جون ۱۹۹۴ء — رام پور

[مقالہ: کتب خانۂ فرقانیہ اور اس کے مخطوطات — از: ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی]

— ضیاء وجیہ (ماہنامہ) ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء رام پور

[مقالہ: مشرقی علوم کی قدیم ترین یونیورسٹی مدرسۂ عالیہ رام پور]

از: ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی

— فکر و نظر اسلام آباد (پاکستان) جلد ۳۲ شمارہ ۲ (اکتوبر — دسمبر ۱۹۹۴ء)

[مقالہ: ابن الندیم الوراق اور ان کی کتاب الفہرست]

از: محمد عبد الحلیم چشتی

— معارف (ماہنامہ) جون ۱۹۸۳ء دار المصنفین اعظم گڑھ

[مقالہ: کتب خانۂ رام پور کا ایک معالجاتی قلمی تذکرہ از: حکیم محمد حسین خاں شفا]

— معارف (ماہنامہ) اگست ۱۹۹۶ء دار المصنفین اعظم گڑھ

[مقالہ: رامائن کا ایک قدیم نثری مخطوطہ از: ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی]

— نگار رام پور جولائی ۱۹۶۳ء مدیر اکبر علی خاں

انگریزی

ABID RAZA BEDAR : CATALOGUE OF PERSIAN AND ARABIC MANUSCRIPTS OF SAULAT PUBLIC LIBRARY RAMPUR, RAMPUR. 1966

ZUBAID AHMAD : THE CONTRIBUTION OF INDO-PAKISTAN TO ARABIC LITERATURE. LAHORE, 1968

فہرست حواشی

مقدمہ

(باب اوّل)

کتب خانہ عہد نواب علی محمد خاں

کتب خانہ عہد نواب فیض اللہ خاں

کتب خانہ عہد نواب غلام محمد خاں

کتب خانہ عہد نواب احمد علی خاں

کتب خانہ عہد نواب محمد سعید خاں

کتب خانہ عہد نواب یوسف علی خاں

کتب خانہ عہد نواب کلب علی خاں

کتب خانہ عہد نواب مشتاق علی خاں

کتب خانہ عہد نواب حامد علی خاں

اشخاص

○

مقامات

کتب

(پ)

(ت)

18

○

نہج البلاغۃ، مکتوبہ ۵۳۸ ہجری، جلد اوّل، صفحہ اوّل

لنبوّتك وإجلالاً لكلمتك فقال القوم كلّهم بل ساحرٌ

كذّابٌ عجيبُ السحرِ خفيفٌ فيه وهل يصدّقك في أمرك إلّا

مثلُ هذا يعنونني وإنّي لمن قومٍ لا تأخذهم في الله لومةُ لائمٍ

سيماهم سيما الصدّيقين وكلامهم كلامُ الأبرار عُمّار

الليل ومنارُ النهار متمسّكون بحبل الله القرآن يُحيون سنن الله

وسنن رسوله لا يستكبرون ولا يعلون ولا يغلّون ولا يُفسدون

قلوبهم في الجنان وأجسادهم في العمل

تمّ الجزء الأوّل من كتاب نهج البلاغة بحمد الله

وفقه في العلوم ... محمّد ... [illegible]

... الأصل

والحمد ...

في الخبر النبوي

البنون نِعَمٌ والنِّعَمُ مسئولٌ عنها

والبناتُ حسناتٌ والحسناتُ مُثابٌ عليها

نہج البلاغہ ، جلد اول ، آخری صفحہ

نہج البلاغۃ ، جلد ثانی ، صفحہ اوّل

نہج البلاغۃ، جلد ثانی، آخری صفحہ

Rampur Raza Library Publications

About The Book

Name of the Book	:	**TARIKH-I-KITABKHANA-I-RAZA** (History of Rampur Raza Library)
Author	:	Hafiz Ahmad Ali Shauq Rampuri
Foreword and Published by	:	Dr. W.H. Siddiqi (Former Director of Archaeological Survery of India) Officer on Special Duty Rampur Raza Library, Rampur
Year	:	1998 A.D./1419 A.H.
Printed by	:	Diamond Printers, Delhi - 110 006
Price	:	400/=

SBN 81 - 87113 - 28-6

✡ ✡ ✡

Rampur Raza Library, Hamid Manzil, Qila, Rampur-244 901 (U.P.)

TARIKH-I-KITABKHANA-I-RAZA

(History of Rampur Raza Library)

By

Hafiz Ahmad Ali Shauq Rampuri

(1863 - 1933 A.D.)

Foreword by

Dr. W.H. Siddiqi

(Former Director of Archaeological Survery of India)

Rampur Raza Library

Rampur - 244 901 (U.P.)

INDIA

1998 A.D./1419 A.H.